اسلام میں

بچوں کی تعلیم و تربیت

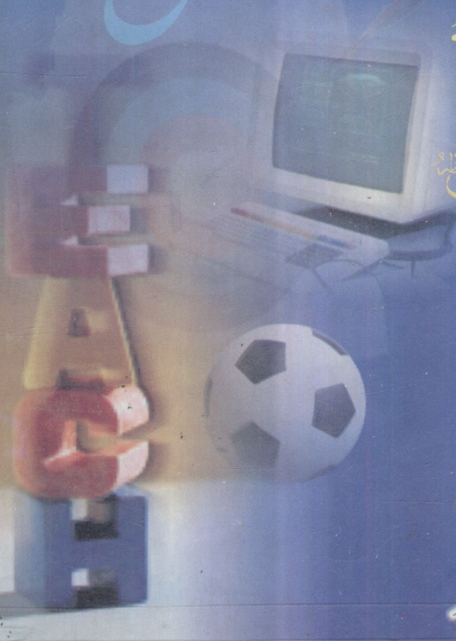
والدین اور اساتذہ کی ذمہ داریاں

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ



حدیبیہ پبلیکیشنز

اسلام میں

بچوں کی تعلیم و تربیت

والدین اور اساتذہ کی ذمہ داریاں

تالیف
فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ

ترجمہ : ابو القاسم حافظ محمود تبسم
نظر ثانی : حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

حدیبیہ پبلیکیشنز
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون ۷۲۴۲۶۰۴

نام کتاب .... اسلام میں بچوں کی تعلیم و تربیت

مولف .... فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ

ترجمہ .... ابو القاسم حافظ محمود تبسم

تعداد .... ایک ہزار

قیمت .... /= روپے

ناشر .... محمد سمیع اللہ

مطبع .... موٹروے پریس

فہرست عنوانات

* عرض ناشر 13
* تقریظ 15
* تحفۂ انتساب 18
* مقدمہ 19

باب 1

نیک اولاد کی خواہش 22

* حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نیک اولاد 24
* شادی 26
* نیک اولاد کی دعا کرنا 27
* جناب ابراہیم علیہ السلام کی دعا 27
* حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا 28
* عباد الرحمٰن کی دعا 28
* ہم بستری سے قبل دعا 28
* بچہ کی پیدائش پر مبارک باد دینا 28

ولادت کے بعد 29

* بچے کے کان میں اذان اور اقامت کا حکم 29
* گھٹی دینا 30
* عقیقہ کرنا 32
* عقیقہ کا جانور 32
* عقیقہ کا وقت 33
* عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ عَقِيقَةُ فُلَانٍ" کہنا 34
* بچہ کا سر منڈانا 34

* بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ 35
* بال منڈنے کے بعد بچہ کے سر پر خوشبو لگانا 35
* بچے کا نام رکھنا 35
* بچے کا اچھا نام رکھنا 36
* ختنہ کرنا 37
* ماں کا بچے کو دودھ پلانا 38
* دودھ پلانے کی مدت 38
* اولاد کو نماز کا حکم 38
* بچوں کے بستر الگ کرنا 39
* اولاد کی تعلیم کا اہتمام 39
* لب لباب 41

باب 2

تربیت اولاد کی اہمیت

* والدین کے لیے نبوی پند ونصائح 43
* والدین اور معلم کی جواب طلبی 45
* معلّم کی کامیابی کا دارومدار 46

باب 3

تعلیم وتربیت کے اصول

* کامیاب مربی ومعلم کی شروط 48
1. محنتی اور قابل ہو 48
2. بامروت ہو 48
3. باعمل ہو 49
4. طلبہ کی اخلاقی تربیت 49

5 طلباء سے شفقت وہمدردی 51
6 دوسرے اساتذہ سے تعاون ومشاورت 51
7 علمی تواضع 52
8 سچائی اور وعدہ وفا کرنا 54
9 صبر 56
❊ کیا معلم کی ذمے داری خاص ہے؟ 56

باب 4

مربی ومعلم کی ذمہ داریاں

❊ کلاس روم میں استاد کا کردار 58
❊ صرف اور صرف یا اللہ مدد 60
❊ شرک سے نفرت 60
❊ نماز کی تربیت 61
❊ اللہ پر توکل 61
❊ دوست، دشمن کی شناخت 62
❊ کتاب وسنت کی اہمیت 62
❊ غیر اسلامی عقائد سے حفاظت 64
❊ اطاعت والدین 65
❊ کلمہ طیبہ 65
❊ محبت الٰہی کا بیج 65
❊ محرمات سے ڈرانا 66
❊ احکام نماز 68
❊ پردہ وحجاب 69
❊ اچھی عادات وآداب 70

* جہاد و شجاعت 72
* اولاد کو عطیہ دینے میں انصاف 73
* جوانی کی مشکلات کا حل 74
* شادی 74
* شادی نہ ہو سکے تو..... 75
* شرعی روزہ 75
* روحانی تربیت 76
* جسمانی مشقت 76
* دینی کتب 77
* خلاصہ 77

باب 5

تربیت کے نمونے

* لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو وصیتیں 78
* فوائد آیات 83
* رسول اللہ ﷺ کی بچوں کو وصیتیں 85
* فوائد حدیث 88

باب 6

اسلام، ایمان اور متفرق آداب

* ارکانِ اسلام 90
* فوائد حدیث 91
* ارکانِ ایمان 92
* فوائد حدیث 93
* اللہ عرش پر ہے 93

* ایک دلچسپ اور مفید قصہ 95
* فوائد قصہ 96
* آدابِ اسلام 98
* نظافت 98
* لوگوں کے ساتھ معاملات 100
* انصاف اور قبولِ حق 101
* اعترافِ خطا 101
* عدل اور قولِ حق 102
* احکام دین کے سامنے سر تسلیم خم کرنا 103
* ہمسائے کے حقوق 105
* وعدہ وفا کرنا 105
* بیمار پرسی کے آداب 105
* آدابِ نظر 107
* آدابِ نصیحت 108
* ملاقات اور اجازت حاصل کرنے کے آداب 110
* ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا واقعہ 111
* حاصل آیات وحدیث 112
* بغیر اجازت کے داخل ہونا کب جائز ہے؟ 116
* حصول اجازت کا صحیح طریقہ 117
* اولاد، خادموں اور رشتہ داروں سے اجازت مانگنا 119
* معلّم اور معلّمہ کے آداب 121
* طلباء وطالبات کے آداب 125
* مسلمان معلّم مجسمۂ دعوت 128

باب 7

عہدِ نبوی میں اسلامی ریاست اور دعوتِ سلفیہ

* ابتدائے دعوت 132
* جماعت کی تشکیل 132
* جماعت کی توسیع 133
* توحید کا اہتمام 133
* سوال 134
* جواب 134
* نیک معاشرہ 135
* سلفی دعوت کا منہج 135
* عمومی نصیحت 138

باب 8

نصابی و درسی سرگرمیاں

* طیب کلام 141
* قصے اور حکایتیں 141
* ایک لونڈی اور بکری 141
* فوائد قصہ 142
* چارٹ نویسی اور نوٹس بورڈ 143
* دینی اور انعامی مقابلے 144
* تفریح و زیارت کے لیے سفر 144
* والدین کو تعلیم گاہ آنے کی دعوت 145
* مدرسے میں مقابلے 145
* حفظ القرآن 146

❊ حفظِ حدیث 147

❊ لغت عربیہ 147

❊ شعروشاعری 147

❊ قرآنِ کریم پڑھانے کا طریقہ 148

❊ جسمانی تربیت 149

❊ نماز 150

❊ روزہ 150

❊ حج 150

❊ گھڑدوڑ 152

❊ دوڑ لگانا 153

❊ خلاصۂ کلام 153

باب 9

تربیت کے کامیاب طریقے

❊ خوف اور امید 154

❊ دلچسپ واقعات 155

❊ خلاصہ 157

❊ مسجد میں نماز یا جماعت پر پابندی کرانا 157

باب 10

ضرررساں اور ممنوع کام

❊ نقصان دہ عادات 159

❊ سینما اور ٹیلی ویژن 159

❊ جوا، تاش اور لڈو وغیرہ 161

❊ گالی گلوچ اور جھگڑا 163

* واقعہ 163
* گانا بجانا اور موسیقی کا حکم 165
* عصر حاضر میں موسیقی 167
* موسیقی سے بچنے کا طریقہ 168
* مستثنیٰ نغمے 169
* تصویر اور مورتی کا حکم 171
* کن تصویروں کی گنجائش ہے؟ 174
* کیا تمباکو نوشی حرام ہے؟ 175
* داڑھی کٹانا اور شیو کرنا 178
* خاندانی منصوبہ بندی 180

باب 11

انعامات وعقوبات

* خوبصورت مدح سرائی 183
* مادّی انعامات 184
* دُعا 184
* اعزازی بورڈ 185
* استحسان 185
* طلباء میں شمولیت 185
* وصیت 186
* صحبت اختیار کرنا 186
* طالب علم کے گھر والوں کو وصیت 186
* فقراء کا تعاون 187
* سزائیں اور اُن کے نقصانات 188

* سزاؤں کے چند نقصانات 189
* ممنوع سزائیں 190
* چہرے پر مارنا 190
* بے جا سختی اور سنگدلی 191
* بدکلامی 191
* غیظ و غضب کی حالت میں مارنا 192
* پاؤں سے ٹھوکریں لگانا 193
* سخت غضب اور غصہ 193
* غصے کا علاج 195
* تربیت میں مفید سزائیں 196
* نصیحت و رہنمائی 196
* ماتھے پر شکنیں ڈالنا 198
* ڈانٹ ڈپٹ 198
* کام سے روکنا 199
* منہ پھیر لینا 199
* قطع تعلق اور بول چال بند 200
* جھڑکنا 200
* اکڑوں بٹھانا 200
* والد اور سرپرست سے سزا دلوانا 201
* ڈنڈا لٹکانا 201
* ہلکی مار 202

باب 12

چند غلطیاں اور اُن کی تصحیح

* بعض معلّمین اور ملازمین کی غلطیاں 203

- ❊ عامل اور صاحب عمل کی ذمے داریاں 206
- ❊ اندھی تقلید کے نقصانات 207
- ❊ فوائد حدیث 209
- ❊ خلاصہ 210

باب 13

فضائل اعمال اور دُعا

- ❊ نماز کی فضیلت 212
- ❊ وضو کا طریقہ 214
- ❊ تیمّم کا طریقہ 214
- ❊ نماز کا طریقہ 215
- ❊ پہلی رکعت 215
- ❊ دوسری رکعت 217
- ❊ رکعاتِ نماز کا نقشہ 219
- ❊ نماز کے احکام 219
- ❊ احادیثِ نماز 223
- ❊ نماز جمعہ اور جماعت واجب ہے 224
- ❊ نماز جمعہ اور اس کے آداب 226
- ❊ والدین سے حسن سلوک 227
- ❊ قبول ہونے والی دُعا 231
- ❊ دُعائے شفا 232
- ❊ دُعائے استخارہ 234
- ❊ معلّمات اور مدرّسات کو پیغام 236
- ❊ پردہ وحجاب 236
- ❊ خلاصۂ کتاب 238

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت پر جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ کیونکہ اولاد کی قدر پوچھنی ہے تو اس سے پوچھو جس کو اللہ نے اولاد سے نوازا نہیں یا اس سے پوچھو جس کو اولاد سے نواز کر محروم کر دیا گیا ہے۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ اولاد کی تربیت اچھے طریقے سے کریں اگر آپ ایک درخت کی اچھے طریقے سے دیکھ بھال کریں گے تو وہ بڑا ہو کر عمدہ پھل دے گا اس کی مثال اسی طرح ہے کہ اگر شیشے کے گلاس کو احتیاط سے رکھیں گے تو اس کے ذریعے ٹھنڈا اور مزیدار شربت پی کر لذت محسوس کریں گے اگر آپ گلاس کو احتیاط سے نہیں رکھیں گے تو وہ آپ کے لئے زخمی ہونے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

نیک اولاد کی ٹھنڈک انسان بڑھاپا میں محسوس کرتا ہے جب سارے رشتہ دار اور عزیز و اقارب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں تو یہ نیک اولاد ہی ہوتی ہے جو بڑھاپے میں والدین کی خدمت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعائے خیر کرتی رہتی ہے کہ:

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا. (بنی اسرائیل ۲٤)

''اے پروردگار! جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پالا پوسا تو بھی ان پر رحمت فرما۔''

والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کریں اور اس کے ساتھ اس کتاب میں اساتذہ کی بھی راہنمائی کی گئی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کی کس طرح تربیت کریں ان کو کس طرح کلاس میں پڑھائیں لکھائیں اور ان سے باپ جیسا رویہ اختیار کریں یہ کتاب والدین اور اساتذہ کے لئے یکساں مفید ہے۔

فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو نے بڑے اچھے طریقے سے والدین اور اساتذہ کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ بچوں کی تربیت اور اصلاح کیسے کرنی چاہیے۔

میں محترم ابوالقاسم حافظ محمود احمد تبسم کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے بڑے احسن طریقے سے کتاب کا ترجمہ کیا۔اس کے ساتھ ساتھ میں فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ میری گزارش پر انہوں نے کتاب کی نظرثانی کی اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب والدین اور اساتذہ دونوں کے لیے مفید ہو تاکہ وہ بچوں کی اچھے طریقے سے تربیت واصلاح کرسکیں۔

دعاؤں کا طالب

محمد سمیع اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد نیک صالح ہو' فرماں بردار اور اطاعت شعار ہو' آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہو' راحتِ جان اور عصائے پیری ہو۔ والدین کا نام روشن کرنے والی اور پس از مرگ صدقۂ جاریہ بننے والی ہو۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ خواہش کتنی بھی اچھی اور اعلیٰ ہو' جب تک اس کے لیے کوشش نہ کی جائے اور وہ طریقے اور اسباب اختیار نہ کیے جائیں جن کے ذریعے سے اس خواہش کا حصول ممکن ہو' اس وقت تک وہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔

ہمارے معاشرے میں نیک اولاد کی خواہش کرنے اور رکھنے والے تو بہت ہیں' بلکہ شاید ہر شخص ہی ہے۔ لیکن اس کے لیے کوشش کرنے والے بہت کم ہیں اور صحیح طریقہ اور منہج اختیار کرنے والے تو نہایت ہی اقل قلیل ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جو ایسا رویہ اور طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں جس سے اولاد کے سنورنے کی نہیں' بگڑنے کی امید زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً:

بعض لوگ ضرورت سے زیادہ اولاد سے لاڈ پیار کرتے ہیں اور اس لاڈ پیار میں ان کی اصلاح وتربیت سے غافل رہتے ہیں۔ بعض لوگ ان کو اسکولوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور پھر یہ بھول جاتے ہیں کہ وہاں ان کو کیا پڑھایا جا رہا ہے؟ وہاں ان کی دینی واخلاقی تربیت کا اہتمام بھی ہے یا نہیں؟ ان کو اللہ ورسول کا فرماں بردار بننے اور رہنے کی تلقین بھی کی جاتی ہے یا نہیں؟

بعض لوگ جو اسکول کی تعلیم اور ان کی بھاری فیسوں کا بوجھ اٹھانے کے

قابل نہیں ہوتے' وہ بچوں کو کوئی ہنر اور پیشہ سیکھنے میں لگا دیتے ہیں۔ ماں باپ کو ان کی کمائی سے زیادہ کسی چیز سے غرض نہیں ہوتی اور اکثر لوگ ایسے ہیں جو گھروں میں بڑے شوق سے ٹی وی' وی سی آر' کیبل اور ڈش وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں جو نوجوان نسل کے ایمان ہی کو تباہ نہیں کرتے' انہیں شرم وحیا اور اخلاق سے بھی عاری کر دیتے ہیں۔ وہ چیزیں انہیں دین کا چھوڑتی ہیں نہ دنیا کا۔ لیکن لوگوں کو ان چیزوں کا کوئی احساس نہیں۔

بگاڑ کے یہ اسباب وعوامل ہمارے معاشرے میں عام ہیں' ان کو اختیار کرنے والے بھی عام ہیں اور اس کے نتیجے میں نسل نو کے اخلاق وکردار کی تباہی کے مناظر بھی عام ہیں۔

یہ صورت حال ان لوگوں کے لیے سخت اضطراب کا باعث ہے جو ملت کی اصلاح کا درد رکھتے ہیں' امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کی بحالی کی تڑپ رکھتے ہیں اور مسلم امہ کی عروق مردہ میں حیات نو کی لہر دوڑانا چاہتے ہیں۔

زیر نظر کتاب کے فاضل مؤلف محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں دردمندانِ ملت میں سے ہیں جو امت کی اصلاح وخیر خواہی کے جذبے سے سرشار اور اس کے اندر عزم وحوصلہ پیدا کرنے کے داعی ہیں۔

اس کتاب میں مستقبل کے معمار' امت کی امیدوں کے مرکز اور حسین خوابوں کی تعبیر' نونہالانِ ملت کی تعلیم وتربیت کو موضوع بنایا ہے اور اس کی قدر واہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے لیے مختلف دائروں میں جس طرح کام کرنے کی ضرورت ہے' اس کو واضح کیا ہے۔

بلاشبہ فاضل مؤلف نے موضوع کا حق کماحقہ ادا کیا ہے اور اس کے مختلف گوشوں کو مدلل اور بہترین انداز سے واضح کیا ہے۔

اس اعتبار سے یہ کتاب نہ صرف یہ کہ ہر گھر کی ضرورت ہے بلکہ ہر اس فرد کی ضرورت ہے جو مسلمان رہنا چاہتا ہے اور اپنی نسل نو کو بھی مسلمان رکھنا چاہتا ہے۔

ذلت و ادبار کی موجودہ کھائیوں سے نکل کر عزت و وقار کی بلندیوں پر فائز ہونا اور امیر کارواں بن کر زندگی گزارنا چاہتا ہے۔

بلاشبہ یہ کتاب چھوٹوں کے لیے بھی رہنما کتاب ہے جس میں ان کی رہنمائی اور تربیت کا پورا سامان ہے اور بڑوں کے لیے بھی ایک مشعل نور ہے جس کی روشنی میں وہ اپنے بچوں کو مستقبل کا معمار، ایک بہترین مسلمان اور ملت کا عظیم سرمایہ بنا سکتے ہیں۔

یہ وقت کی ایک نہایت اہم ضرورت ہے۔ کاش مسلمان اس سے استفادہ کر سکیں اور اس کے ذریعے سے اپنی اور اپنے بچوں کی اصلاح و تربیت کا سروسامان کر سکیں۔

واللہ ہو الموفق والمعین و ہو یہدی السبیل

صلاح الدین یوسف لاہور

۱۵/اپریل ۲۰۰۴ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ ﴾

''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو''۔ (بخاری، مسلم)

انتساب

1. ہر اس ماں باپ کے نام جو اپنی اولاد کے نیک بخت ہونے کے متمنی ہیں۔
2. ان والدین کے نام جو اپنی اولاد کی اچھی تربیت کے خواہشمند ہیں۔
3. اُن معلّموں اور معلّمات کے نام جو زیور علم سے آراستہ اور اپنے طلباء کے لیے نمونہ ہیں۔
4. اُن تربیت کرنے والے مردوں اور عورتوں کے نام جو تربیت اولاد کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔
5. اُن استادوں اور استانیوں کے نام جو تدریس کا بہترین اہتمام کرتے ہیں۔
6. اُن طلباء و طالبات کے نام جو کامیابی و کامرانی اور روشن مستقبل کے لیے پر امید ہیں۔
7. تمام والدین اور بچوں' بچیوں اور تمام مسلمانوں کے نام۔

میں اس نفع بخش کتاب کو پیش کر رہا ہوں اور اللہ عزّ وجل سے دُعا گو ہوں کہ وہ قارئین کرام کو اس سے نفع پہنچائے اور اسے خالص اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ .....

أَمَّا بَعْدُ!

یاد رکھئے! تربیت اولاد کا موضوع بہت اہمیت کا حامل ہے اور اولاد کی تربیت کرنے والے پر بہت ہی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہم اس کتاب میں والدین اور اولاد سب کی ذمہ داریوں اور فرائض وحقوق پر روشنی ڈالیں گے۔ اولاد کی صحیح تربیت پر ہی امت اور معاشرے کا مستقبل موقوف ہے۔ اس لئے اسلام نے اس موضوع پر بہت رہنمائی فرمائی ہے اور اس کا خوب اہتمام کیا ہے' حقیقت میں تربیت کرنے والے افراد کا تعلق رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ امت مسلمہ کے ہر لحاظ سے اولین معلّم اور مربی آپ ﷺ ہی تھے' جن کو اللہ تعالیٰ نے معلّم اور مرشد بنا کر مبعوث کیا اور جو والدین' اولاد اور اساتذہ وشاگردان سب کے لئے ہادی و رہبر بن کر تشریف لائے تاکہ لوگوں کو دنیا و آخرت کی سعادت مندی سے بہرہ ور کریں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا مقدس کلام ہماری خیر خواہی' کامیابی و کامرانی اور فلاح ونجات کے لیے نفع بخش امور سے بھرپور ہے۔ اولاد کی تربیت کے بہترین اصول اس میں بیان ہوئے ہیں۔ کئی ایک نفع بخش تربیتی قصے اللہ تعالیٰ نے ذکر کئے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ اپنے چچا زاد بھائی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ذہن میں بچپن ہی سے عقیدۂ توحید بو رہے ہیں اور اسے پختہ کرنا چاہتے ہیں۔

ان شاء اللہ اس کتاب میں قارئین کرام کو والدین کی اپنی اولاد کے سلسلے میں ذمہ داریاں اور بہت سی مفید چیزیں نظر آئیں گی اور اولاد کے فرائض اور ان پر عائد ہونے والے واجبات سے بھی آپ واقفیت حاصل کریں گے۔

اس سلسلے میں پرورش اور تربیت کرنے والے طبقے کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اور اگر وہ اپنا کردار احسن انداز سے ادا کریں گے' اس میں رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مخلص ہوں گے اور طلباء واولاد کی صحیح طریقے کے ساتھ اسلامی تربیت کریں گے' تو امت پر اُن کا ایک احسان عظیم ہوگا۔

یاد رہے کہ تربیت کرنے والے اور پرورش کرنے والیوں میں صرف والدین ہی نہیں بلکہ معلّم ومعلّمہ بھی شامل ہیں' بلکہ جو شخص بھی بچوں کا نگران ہے وہ بھی اس کار خیر میں شریک ہے۔

ایک معلّم کئی نسلوں کی تربیت کرتا ہے' معاشرے کا شر وفساد اور خیر و بھلائی' اطمینان وسکون اور لڑائی و جھگڑا ایک استاد ہی پر موقوف ہے۔ اگر وہ تعلیمی سلسلے میں اپنی ذمہ داری نبھائے گا' عمل میں اخلاص پیدا کرے گا۔ اور اپنے طلباء و طالبات کو دین واخلاق کی طرف متوجہ کرے گا تو واقعی ایک معاشرہ سدھر سکتا ہے۔ بہترین تربیت طلباء اور اساتذہ کرام سب کے لئے سعادت مندی اور خوش بختی کا باعث ہے۔ دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی وکامرانی آدمی کے قدم چومے گی۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِداً خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ))

''(اے علی!) اللہ کی قسم! تیرے ذریعے اللہ تعالیٰ کا کسی ایک بندے کو ہدایت دے دینا تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے''۔ (بخاری ومسلم)

رسول مکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((مُعَلِّمُ الْخَيْرِ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ حَتَّى الْحِيْتَانُ فِي الْبَحْرِ))

''بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے ہر چیز بخشش کی دعائیں کرتی ہے۔ حتیٰ کہ

سمندر میں مچھلیاں بھی''۔ (اس حدیث کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے)

جب کوئی معلّم اپنی ذمہ داری اور فرض سے منہ موڑ لے' اپنے طلباء کو انحراف کی طرف متوجہ کرے' پستی وتنزلی اور بدکرداری کی طرف اُن کی راہ نمائی کرے تو طلباء بھی بدبخت اور معلّم بھی بدبخت قرار پاتا ہے۔ اور سب کا گناہ اور بوجھ معلّم کے سر ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اُسے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ))

''تم میں سے ہرایک رکھوالا اورنگہبان ہے اور ہرایک سے اس کی رعایا اور ماتحت افراد کے متعلق سوال کیا جائے گا''۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث کے مطابق معلّم ایک مدرسے میں نگہبان اور طلباء کا رکھوالا ہوتا ہے اور اس سے اُس کے طلباء کے متعلق یقیناً سوال کیا جائے گا۔

لہٰذا اے تربیت کرنے والے ماں باپ اور معلّم! سب سے پہلے آپ اپنے نفس کی اصلاح کیجئے' پھر اپنے شاگردوں اور اولاد کے سامنے جایئے' کیونکہ آپ کا ہر اچھا اور برا قدم آپ کے بچوں اور شاگردوں کے ذہنوں پر نقش ہوتا جائے گا۔ پھر آپ جو کام کریں گے وہ ان کے نزدیک اچھا ہوگا اور جس کو آپ چھوڑیں گے وہ ان کے نزدیک برائی کا درجہ پا جائے گا۔ اور بلا شبہ ماں باپ اور معلّم ومعلّمہ کا بہترین کردار بچوں کی بہترین تربیت ہے۔ یہ کردار ہی تربیت کا کام دے گا۔

میں نے یہ کتاب اپنے معلّم بھائیوں اور معلّمہ بہنوں کے لئے تحریر کی ہے۔ تاکہ میرے قلم کے یہ نقوش ان کے عمل پر اثر انداز ہوں۔ میری یہ کاوش میرے چالیس سالہ تعلیمی تجربہ کے بعد سپردِ قلم ہوئی ہے۔ اتنا طویل عرصہ تجربہ کرتے کرتے آخر میں نے اسے زیورِ قلم سے مزین کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے تاکہ آپ بھی اگر کامیاب معلّم واستاد بننا چاہتے ہیں تو اپنی خواہش وتمنا کو پا سکیں۔

اللہ ہی سے میں دعا گو ہوں کہ اس رسالے کو تمام مسلمانوں کے لئے مفید بنائے اور اسے خالصتاً اپنی رضامندی اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

محمد بن جمیل زینو

باب 1

نیک اولاد کی خواہش

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہزاروں نعمتوں سے نوازا ہے' اس پر لاکھوں انعامات کیے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت بھی بے مقصد اور فضول نہیں' ہر ایک اپنی اپنی جگہ خاص اہمیت کی حامل ہے۔ لیکن نیک اولاد کی نعمت دنیا کی ہر نعمت پر مقدم ہے' اس کے آگے ہر نعمت ہیچ ہے' کوئی نعمت اس کے مقابل کی نہیں۔ اگر انسان کو نیک اولاد جیسی نعمت میسر ہو تو گویا اس کے پاس دنیا کی ہر نعمت ہے لیکن اگر اس سے محروم ہے تو دنیا کی ہر نعمت ہونے کے باوجود تہی دامن ہے' جس بیوی سے اللہ تعالیٰ نیک اولاد دے' وہ سب بیویوں پر سبقت لے جاتی ہے' وہ اگرچہ زیادہ حسین نہ بھی ہو' وہ بہترین نین ونقش سے محرومی کے باوجود بھی دل میں گھر کر جاتی ہے' خاوند کی آنکھوں کا تارا بن جاتی ہے' خاوند کو اپنا اتنا گرویدہ بنا لیتی ہے کہ دنیا سے چلی جانے کے بعد بھی اس کے دل میں بسی رہتی ہے' یہ نیک اولاد کی ہی تو برکتیں ہیں کہ خاوند ہر خوشی وغمی کے موقع پر اس کو یاد کرتا ہے' اس کے درجات کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔

نیک اولاد یقیناً اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے' یہ نعمت ایک ثمر آور درخت کی مانند ہے' جس کے لیے ابتداء میں محنت کی جاتی ہے' تکلیفیں برداشت کی جاتی ہیں۔ لیکن جب یہ درخت بڑا ہو جاتا ہے' اس کا تنا مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور شاخیں پھل سے جھک جاتی ہیں تو یہ صرف باغبان کے لیے ہی خوشیاں نہیں لاتا بلکہ اور لوگوں کے لیے بھی خوشی ومسرت کا باعث بنتا ہے۔ باغبان بھی اس سے پھل حاصل کرتا ہے' اپنی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور دیگر لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

لیکن یہ سب چیزیں اسی وقت میسر آتی ہیں جب باغبان نے اس درخت کی تیاری کے لیے خوب محنت کی ہو۔ زمین کو اچھی طرح نرم کیا' بیج کی اعلیٰ قسم کو تلاش کیا۔

لیکن اگر بنجر سی زمین میں سوکھا سا بیج ڈال دیا اور ایک مضبوط تنے والے' ثمر آور درخت کی امید لگا کر بیٹھ گیا تو پھر یہ باغبان یا تو عقل سے عاری ہے یا باغبانی سے نا آشنا ہے۔

والدین اور نیک اولاد کا معاملہ بھی ثمر آور درخت اور باغبان سے ملتا جلتا ہے۔ والدین کو بھی اپنے گلشن کو سجانے کے لیے باغبان کی طرح محنت کرنا پڑتی ہے۔ بلکہ باغبان کی محنت تو والدین کی محنت کے آگے ہیچ ہے۔ کیونکہ یہ تو دنیا کا قاعدہ چلا آرہا ہے کہ جس کی اہمیت جتنی زیادہ ہوگی اتنی ہی اس کی قیمت بھی زیادہ ہوگی۔ تو جب نیک اولاد دنیا کی ہر نعمت سے بڑھ کر ہے تو اس کے لیے محنت بھی اسی حساب سے زیادہ ہے۔ ذرا سکول کے بچوں پر غور کرو کہ وہ بچے جن کا مقصد صرف پاس ہونا ہوتا ہے وہ امتحان کے قریب ہلکی پھلکی سی محنت کر کے پاس ہو جاتے ہیں۔ لیکن جن کی منزل اونچی ہو اور مقصد بلند ہو' جن کی خواہش یہ ہو کہ سکول میں بھی اول آنا ہے اور بورڈ میں بھی اعلیٰ پوزیشن کرنا ہے' تو ابتداء ہی سے سخت محنت کرتے ہیں' گرمی ہو یا سردی کلاس میں حاضر ہوتے ہیں۔ ان کو نہ دھوپ کی پروا ہوتی ہے نہ بارش سے ڈرتے ہیں' بس ہر وقت اپنے مقصد کے حصول کے لیے سخت محنت جاری رکھتے ہیں۔

بالکل اسی طرح جن کو نیک اولاد کی خواہش ہوتی ہے' جن کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ ایسی اولاد ہو جو حقوق اللہ کو بھی پورا کرے اور ہمارے حقوق بھی ادا کرے' ہمارے لیے بھی ذریعہ نجات ہو اور دوسروں کے لیے بھی روشنی کا مینار ہو وہ اولاد جیسی نعمت کے ملنے سے قبل ہی اس کے لیے تیاری کرتے ہیں' وہ باغبان اور طالب علم کی طرح سخت محنت کرتی ہیں' باغبان کی طرح زرخیز زمین اور عمدہ بیج کی تلاش میں ہوتے ہیں اور طالب علم کی طرح مسلسل محنت جاری رکھتے ہیں۔

جس طالب علم کی منزل آسمانوں میں ہو وہ مسلسل اپنے استاد سے رابطہ رکھتا ہے' اعلیٰ کامیابی کے لیے قدم قدم پر استاد سے راہنمائی لیتا ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ میری کامیابی میں استاد کی راہنمائی ہی کلیدی اہمیت کی حامل ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر

استاد سے رابطہ منقطع کر لیا یا اس کی راہنمائی سے منہ موڑ لیا تو پھر اچھے نمبر تو درکنار پاس ہونا بھی ناممکن ہوگا۔ پس اسی نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے والدین کو بھی جان لینا چاہیے کہ نیک اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ سے رابطہ اور اس کی راہنمائی کلیدی اہمیت کی حامل ہے۔ اگر ہم نے آسمانی راہنمائی سے منہ موڑ لیا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ لیا تو پھر اولاد تو ملے گی۔ خوبصورت بھی ہوگی' ذہین و فطین بھی ہوگی' مگر جب اس کے سہارے کی ضرورت ہوگی تو دھکے دے گی۔ بیوی کے آنے پر تمہارے ہی گھر سے تم کو بے دخل کر دے گی' یا ملازموں سے بھی بدتر زندگی گزارنی پڑے گی۔

بھائیو! اگر نیک اولاد واقعی دنیا کی سب سے قیمتی نعمت ہے تو پھر اس کے حصول کے لیے ہمیں ان والدین سے راہنمائی لینا ہوگی جن کو اللہ تعالیٰ نے اس بے مثل نعمت سے مالا مال کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نیک اولاد:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اگرچہ پوری زندگی ہی مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے لیکن یہاں زیر بحث ان کی نیک اولاد ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر دیا تھا' جن کا مطمع نظر ہر وقت دین الٰہی کی خدمت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی بڑی سخت آزمائشوں میں ڈالا لیکن یہ ہر آزمائش میں کامیاب ہوئے۔ نمرود کے سامنے کلمۂ حق کہنے کا وقت آیا تو ڈرے نہیں' قوم نے آگ میں ڈال دیا لیکن کوئی پروانہ کی' وطن سے نکال دیئے گئے تو جلاوطنی کو قبول کر لیا۔ لیکن دین سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے۔ ایک طویل عرصہ تک وعظ و نصیحت کرتے رہے' لیکن کوئی مسلمان نہ ہوا مگر اس پر پریشان نہ ہوئے۔

ان سخت آزمائشوں کے بعد' دین پر پختہ آزمائشوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے نیک اولاد جیسی نعمت سے نوازا' اللہ تعالیٰ نے جناب اسماعیل علیہ السلام سے آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی بڑی پیاری صورت ہے' بڑھاپے کے عالم میں ملا ہے' جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں' سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوست اور حامی و مددگار نہیں' کوئی

اپنا نہیں سب دشمن ہیں کہ اس عالم میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور امتحان لینے کا فیصلہ کیا اور جناب ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس بچہ کو اور اس کی ماں کو مکہ کے خشک پہاڑوں پر چھوڑ آؤ' ان جنگلوں میں چھوڑ آؤ جہاں پانی نہ ہونے کی صورت میں کوئی پرندہ تک بھی نہیں ہے' یہ بڑھاپے کا عالم اور جلاوطنی کی زندگی کہ آنکھوں کی ٹھنڈک کے ساتھ ساتھ رفیقۂ حیات کو بھی یہاں چھوڑنے کا حکم ہوگیا۔ آسمان نے دیکھا اور زمین نے نظارہ کیا کہ ایسے فرمانبردار کہ ذرا بھی چون وچرا نہ کی اور اس امتحان سے بھی کامیابی سے گزر گئے۔

امتحانوں سے گزرتے گزرتے کمر جھک گئی ہے' بال سفید ہوگئے ہیں' سوچتے ہوں گے کہ جنگلوں میں چھوڑا ہوا بچہ بڑھاپے کا سہارا ہے' مسلمان کی بڑی جماعت نہ سہی یہ فرمانبردار بیٹا تو غموں میں شریک ہوگا' جوانی کی دہلیز پر چڑھ گیا ہے بڑھاپے کا سہارا بنے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور ہے' ابھی کوئی آزمائش باقی ہے' حکم ہوتا ہے کہ اے ابراہیم علیہ السلام! وہ بیٹا جو تجھے بڑا پیارا ہے' جو تیری آنکھوں کا تارا ہے' جو تیرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ مجھے اس کی قربانی چاہئے اور وہ بھی تیرے ہاتھ سے۔ ذرا غور کرنا بھائیو! کہ حالات کیسے ہیں' کن مشکلات کے بعد بچہ ملا اور ہے بھی بڑا پیارا اور فرمانبردار۔ پھر اگر کسی حادثے میں مر جائے یا کوئی قتل کردے تو قرار آجاتا ہے۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم ہے۔ لیکن قربان جاؤں جناب ابراہیم علیہ السلام پر کہ یہاں پر کوئی چون وچرا نہ کی اور ذبح کرنے کے لیے تیار ہوگئے اور گردن پر چھری چلا دی' اپنے ہاتھ سے ذبح کر ڈالا لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ اس نے بچا لیا۔

میرے بھائیو! اس مثال کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر نیک اولاد کی تمنا ہو تو خود بھی نیک ہونا پڑے گا' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑنا پڑے گا' اسوۂ ابراہیمی پر چلنا ہوگا۔ اس کام سے نفرت کا اظہار کرنا ہوگا جو نیک اولاد کے حصول میں رکاوٹ ہو۔

یوں تو نیک اولاد کے حصول کے لیے پوری زندگی ہی کتاب وسنت کے مطابق ہونی چاہئے لیکن کچھ ایسی چیزیں ہیں جن پر خاص توجہ دینی ضروری ہے۔ جن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

شادی:

شادی کے بعد میاں بیوی ملتے ہیں جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اولاد جیسی نعمت سے نوازتا ہے۔ گویا شادی اولاد کے حصول کے لیے بنیاد ہے۔ اگر بنیاد مضبوط ہوگی' تو یقیناً اللہ تعالیٰ نیک اولاد بھی عطا فرمائے گا۔ لیکن بنیاد اگر ناقص ہوئی' اس میں شیطان سے راہنمائی لی گئی' اس کی خواہشات کو پورا کیا گیا اور کتاب وسنت کو پس پشت ڈالا گیا تو پھر اولاد کی تمنا تو کی جاسکتی ہے' لیکن نیک ہونے کی نہیں۔

افسوس کہ ہم لوگ جہالت کی بناء پر یا چشم پوشی کرتے ہوئے اپنی شادی ہندوؤں اور سکھوں کے طریقہ پر کرتے ہیں۔ کیوں کہ جب تک ڈھول اور باجے نہ بجیں' مہندی نہ سجے اور براتیوں کا جم غفیر نہ ہو تو ہماری شادی مکمل نہیں ہوتی' آتشبازی نہ ہو تو ہماری خوشی پوری ہی نہیں ہوتی۔ جہیز کی لعنت نہ ہو تو بہو اچھی ہی نہیں لگتی۔

الغرض کہ جب تک ہندوؤں اور سکھوں کی ایک ایک رسم پوری نہ کر لی جائے تب تک ہماری شادی مکمل نہیں ہوتی۔ اگر کوئی رسم رہ گئی تو برادری میں ناک کٹ جاتی ہے۔ تو ایسی حالت میں جب بنیاد ہی ناقص ہو تو نیک اولاد کی تمنا عبث ہے۔

اسلام میں تو شادی انتہائی سادہ ہے' اگر شادی لڑکی کی ہے تو پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ کیونکہ اسلام میں نہ جہیز جیسی لعنت کا وجود ہے اور نہ برات ہی کا کوئی تصور ہے۔ یہی دو بڑے مسئلے ہیں' جن سے جان چھوٹتے ہی مسلمان کی خوشیاں لوٹ آتی ہیں اور شیطان کے ہاں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ پھر اگر شادی لڑکے کی ہے تو پھر بھی زیادہ پریشانی کا مسئلہ نہیں۔ کیونکہ اسلام میں اپنی حیثیت کے مطابق جو پاس ہو اس میں سے حق مہر دے اور جتنی طاقت ہو اس کے مطابق ولیمہ کرے' صرف

چند قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کو بلا کر حسب توفیق کھانا کھلا دینے سے بھی ولیمہ ہو جاتا ہے۔

یہی اسلام کا مختصر اور جامع نظام نکاح ہے' اس کے علاوہ جو لوگ کرتے ہیں وہ شیطان کا بڑا وسیع و عریض اور ادھورا شادی کا پروگرام ہے' کیونکہ یہ بندہ بہت زیادہ شیطانی ارمانوں کو پورا کرنے کے باوجود کئی خواہشیں دل میں ہی لیے رہ جاتا ہے۔ اس لیے کہ شیطانی آرزوئیں تو پورا ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں۔ یہ تو دلدل ہے جس میں اگر کوئی داخل ہو جائے تو پھر دھنستا ہی چلا جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ اگر نیک اولاد کی تمنا ہو تو پھر شادی بھی نیک ہونی چاہیے' شریعت کی حدود و قیود میں رہتے ہوئے ہونی چاہیے۔ اگر ابتداء ہی میں شیطان نے پورے جشن منائے تو اولاد کو گمراہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ' جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔ کے مصداق کہ والدین نے ہی تو شیطانی چالوں سے آگاہ کرنا تھا۔ اور ان سے بچنے کی تدابیر سکھانی تھیں۔ مگر یہ تو خود ہی شیطانی کارندے بن گئے اور اس کے نقش قدم پر خود بھی چلنے لگے اور دوسروں کو بھی اس کا سبق دینے لگے' بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسوۂ ابراہیمی پر چلنے کی توفیق دے اور اسماعیل جیسی نیک سیرت اولاد نصیب فرمائے۔ (آمین)

نیک اولاد کی دعا کرنا:

جہاں تک اولاد کے حصول کے لیے خود کا نیک ہونا ضروری ہے' وہاں پر دعا کرنا بھی انبیاء و سلف صالحین کی سنت ہے۔ قرآن و احادیث میں ایسی کئی ایک دعائیں مذکور ہیں۔ مثلاً:

جناب ابراہیم علیہ السلام کی دعاء:

جناب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کی دعا کی اور فرمایا:

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ﴾ [الصفات : ۱۰۰]

''اے میرے پروردگار! مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) سعادتمندوں میں سے ہو''۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا:

جناب زکریا علیہ السلام نے جب حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسمی پھل دیکھے تو وہاں پر ہی پکار اٹھے:

﴿ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴾

[آل عمران : ۳۸]

''اے میرے پروردگار! مجھے اپنی جناب سے صالح اولاد عطا فرما۔ تو بے شک دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے''۔

عباد الرحمٰن کی دعا:

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ پر اپنے نیک بندوں کی دعا نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

﴿ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ ﴾ [الفرقان : ۷۴]

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما (یعنی نیک اولاد عطا فرما)''۔

یہ تو عام ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے تو نیک اولاد مانگے جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے لیکن جب بیوی کے پاس آئے تو اس وقت خاص طور پر دعا مانگنے کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کی دعا مانگی جائے۔

ہم بستری سے قبل دعا:

ہم بستری سے قبل رسول اللہ ﷺ نے خاص تاکید کے ساتھ نیک اولاد کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے کہ آدمی جب آئے تو کہے:

((بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبۡنَا الشَّیۡطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّیۡطَانَ مَا رَزَقۡتَنَا))

''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! ہم دونوں کو بھی شیطان سے بچا اور جو (اولاد) تو ہمیں عطا کرے اسے بھی شیطان سے بچا''۔

بچہ کی پیدائش پر مبارک باد دینا:

بچے کی پیدائش پر مبارک باد دینا شریعت میں پسندیدہ فعل ہے۔ قرآن

پاک میں کئی ایک جگہ پر آیا ہے کہ ہم نے اس کو بچہ کی خوشخبری دی۔ جیسے:

﴿ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴾

''ہم نے اسے بردبار بچے کی بشارت دی''۔

اور

﴿ وَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴾

''ہم نے اسے ایک دانا عالم بچے کی خوش خبری دی''۔

ان سے اور ان جیسی اور آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی پیدائش پر مبارک باد دینی چاہیے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس موقع کی خاص دعا بھی سکھائی ہے:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي الْمَوْهُوبِ لَكَ وَ شَكَرْتَ الْوَاهِبَ وَبَلَغَ أَشُدَّهُ وَرُزِقْتَ بِرَّهُ))

''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے برکت کرے اس بچے میں جو تمہیں عطا کیا گیا ہے اور تم عطا کرنے والے کا شکر کرتے رہو اور وہ اپنی پوری قوت کو پہنچے۔ (مراد جوانی) اور تمہیں اس کا حسن سلوک عطا کیا جائے''۔

پھر جس کو اللہ تعالیٰ نے اولاد سے نوازا ہے وہ جواب کے طور پر کہے گا:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَ بَارَكَ عَلَيْكَ وَ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا وَ رَزَقَكَ اللّٰهُ مِثْلَهُ وَ أَجْزَلَ ثَوَابَكَ))

''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے برکت کرے اور اللہ تمہیں اچھی جزاء دے اور تمہیں بھی اس کی مثل عطا فرمائے۔ اور تمہارا ثواب بہت زیادہ کرے''۔

ولادت کے بعد

بچے کے کان میں اذان اور اقامت کا حکم:

بچے کے کان میں اذان اور اقامت کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف

پایا جاتا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اذان اور اقامت والی احادیث ضعیف ہیں۔ اس لئے وہ قابل عمل نہیں۔ بعض کے نزدیک امت کا اس پر اجماع ہے اور احادیث حسن درجہ کی ہیں اس لیے اذان اور اقامت دونوں ہی جائز ہیں۔ جبکہ بعض کے نزدیک اذان کہنا تو ٹھیک ہے، اور اقامت کہنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اذان والی حدیث تو اپنے شواہد کی بناء پر حسن درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اقامت والی حدیث ایسی نہیں ہے' حدیث ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان کہی۔ یہ حدیث ترمذی' ابوداؤد اور مسند احمد میں موجود ہے' شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ترمذی میں اسے حسن قرار دیا ہے اس کے علاوہ صحیح ابوداؤد اور ارواء الغلیل میں بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ پھر امت کا متواتر عمل بھی اسے قابل حجت بنا دیتا ہے۔ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب زادالمعاد میں بھی اسے نقل کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''المجموع'' میں فرماتے ہیں کہ نومولود خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کے کان میں اذان کہنا سنت ہے اور اذان کے وہی الفاظ کہے جائیں گے جو نماز کے لیے دی جانے والی اذان میں کہے جاتے ہیں۔

احادیث اور علماء کے اقوال وغیرہ کی روشنی میں حق بات یہ ہی ہے کہ نومولود کو غسل دینے کے بعد اس کے کان میں اذان کہنا سنت ہے۔ جبکہ اقامت کہنے کی نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

گھٹی دینا:

بچے کو ولادت کے بعد گھٹی دینا سنت ہے جو کئی ایک احادیث سے ثابت ہے۔ گھٹی میٹھی چیز کی دینی چاہئے۔ جیسے کھجور اور شہد وغیرہ۔ گھٹی کے بعد بچہ اپنے منہ کو حرکت دیتا ہے۔ جبڑے ہلاتا ہے جس سے وہ ماں کا دودھ پینے کے قابل ہوتا ہے۔ گھٹی دینے کے متعلق کئی ایک احادیث آتی ہیں جیسے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچہ جیسی نعمت سے نوازا تو میں اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آیا:

((فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ وَ حَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ)).

''تو آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اس کو کھجور کی گھٹی دی''۔

(بخاری و مسلم)

حضرت ابوانس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوتو انہوں نے مجھے دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا' میں اس بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور پوچھا کہ کیا کوئی چیز ساتھ لے کر آئے ہو؟ تو میں نے کہا کہ چند کھجوریں ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ایک کھجور کو اچھی طرح چبایا اور اپنے منہ مبارک سے نکال کر بچے کے منہ میں رکھ دی اور بچے کا نام عبداللہ رکھا۔ (بخاری و مسلم)

ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ کھجور سے گھٹی دینا زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ یہ آپ ﷺ کی سنت ہے پھر کھجور کو اچھی طرح چبا کر گھٹی دینی چاہیے تاکہ بچہ آسانی سے نگل سکے۔ اور ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچے کو گھٹی کسی نیک بزرگ سے دلوانی چاہئے جو بلند اخلاق کا حامل بھی ہو' یہ نیک فال ہے اور پھر اس بزرگ سے دعا بھی کروانی چاہئے تاکہ بچہ بڑا ہو کر اعلیٰ اخلاق کا حامل ہو۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اس بچے کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ جب میرا بچہ عبداللہ بن زبیر پیدا ہوا تو میں قباء میں تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس بچے کو آپ ﷺ کی گود میں بٹھا دیا تو آپ نے ایک کھجور منگوائی اور اس کو اچھی طرح چبا کر میرے بچے کو گھٹی دی تو پہلی چیز جو میرے بچے کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ آپ کا تھوک مبارک تھا۔ اور آپ ﷺ نے اس بچے کے لیے دعائے خیر فرمائی اور یہ ہجرت کے بعد مہاجرین کے ہاں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا۔

عقیقہ کرنا:

عقیقہ میں علماء کا اختلاف ہے' بعض کے نزدیک عقیقہ کرنا فرض ہے اور بعض کے نزدیک سنت۔ اس بارے میں ہمارے شیخ صالح بن عثیمین رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ عقیقہ کے سنت یا واجب ہونے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔قرآن واحادیث کے نصوص سے قرین قیاس یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ عقیقہ کرنا فرض نہیں ۔ بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا ہے۔جس کی بناء پر ہر صاحب استطاعت کو عقیقہ کا ضرور اہتمام کرنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ [النحل : ١١٤]

''اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ضرور ادا کرنا چاہئے۔ اور اولاد سے بڑھ کر دنیا کی اور کوئی نعمت نہیں تو اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس نعمت کا شکر' عقیقہ کرنا ہے۔ یہ شکر کی بہترین شکل ہے۔

عقیقہ کا جانور:

احادیث میں عقیقہ کے لیے جن جانوروں کی قربانی کا ذکر ملتا ہے وہ بکری (نر اور مادہ) اور دنبہ (نر اور مادہ) ہیں۔ حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔آپ ﷺ نے فرمایا:

((عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ))

''لڑکے کی طرف سے دو ایک جیسی بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (قربان کی جائے)''۔ (ابوداؤد' نسائی' دارمی)

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يُنْسِكَ عَنْهُ فَلْيُنْسِكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ

وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ))

''جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربانی کرے''۔ (ابوداوٗد' نسائی)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو دو دنبے ذبح کیے۔ (نسائی)

ان کے علاوہ اور بھی کئی ایک احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کے لیے دو جانور ذبح کرنے چاہئیں۔ اور اگر لڑکی ہو تو اس کے لیے ایک جانور ذبح کرنا چاہیے۔ اور پھر جانوروں میں سے بکرا (نر و مادہ) اور دنبہ (نر و مادہ) ذبح کرنے چاہئیں۔ کوئی اور جانور ذبح کرنے سے پرہیز ہی ضروری ہے۔ کیونکہ ان کے بارے تو احادیث میں نص موجود ہے' کسی اور کے بارے میں نہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ کام وہی کرنا چاہیے جو سنت سے ثابت ہو۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایک اونٹ دس بکروں کی جگہ پر کفایت کر جاتا ہے تو پانچ بیٹوں کے لیے ایک ہی اونٹ کافی ہے۔ یہ بات احادیث سے ثابت نہیں' بکرا اور دنبہ بڑے سے بڑا تو لیا جا سکتا ہے لیکن ان کی جگہ پر کوئی اور جانور قربان نہیں کرنا چاہیے' اور یہ ایسے عیوب سے پاک ہوں جن سے قربانی کے جانور پاک ہوتے ہیں۔

عقیقہ کا وقت:

عقیقہ بچے کی پیدائش کے ساتویں روز کرنا' سنت ہے۔ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَ يُحْلَقُ وَ يُسَمَّ))

''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہے' پیدائش کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کیا جائے' سر کے بال مونڈے جائیں اور اس کا نام رکھا جائے''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقیقہ ساتویں دن کرنا چاہیے۔ اگر ساتویں دن

عقیقہ کی طاقت نہیں ہے تو جب زندگی میں طاقت ہو والدین پر فرض ہے کہ وہ اولاد کی طرف سے عقیقہ کریں۔ کیونکہ بچہ عقیقہ کے بدلے گروی ہے اور عقیقہ والدین کو کرنا چاہئے۔ جس طرح ایک آدمی قرض لیتا ہے اور اس کو اپنی شے گروی دیتا ہے تو جب تک یہ قرض واپس نہیں دے گا اس وقت تک اس کو وہ شئے نہیں ملے گی جو اس نے بطور گروی رکھی ہے' اسی طرح بچہ عقیقہ کے بدلے گروی ہے تو والدین کو چاہئے کہ وہ ضرور اپنے بچے کی طرف سے عقیقہ کریں۔ اگر ساتویں روز طاقت نہیں تو زندگی میں جب بھی طاقت ملے ان کی طرف سے عقیقہ ضرور کریں۔ بہت سے لوگ بچے کی پیدائش پر دیگر کئی شیطانی کام کرتے ہیں لیکن جو ضروری عمل ہے اس کا خیال تک بھی دل میں نہیں آتا۔ طاقت ہونے کے باوجود بھی اس پر عمل نہیں کیا جاتا' پھر امید کرتے ہیں کہ بچہ نیک ہو۔ العیاذ باللہ۔

عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت "بسم اللہ عقیقة فلان" کہنا:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ پر اسی طرح "بسم اللہ" کہنی چاہئے جیسے قربانی پر کہی جاتی ہے۔ یعنی عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کہنا چاہئے "بسم اللہ عقیقة فلان" کہ اللہ کے نام کے ساتھ فلاں کا عقیقہ کیا جاتا ہے۔ یہ قول مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

بچہ کا سر منڈانا:

جب بچہ سات دن کا ہو جائے تو بچے کا سر مونڈ دیا جائے۔ تاکہ اس سے پیدائشی آلائش صاف ہو سکے۔ جیسا کہ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَةٍ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَ يُسَمَّى فِيهِ وَ تُحْلَقُ رَأْسُهُ))

"ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے۔ پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے"۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ:

جب بچہ کا سر مونڈا جائے تو اس کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنی سنت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا تو فرمایا:

((يَا فَاطِمَةُ! اِحْلِقِي رَأْسَهُ وَ تَصَدَّقِي بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً))

''اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! اس کا سر منڈاؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو''۔ (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ کے سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنی چاہئے۔ یہ سنت ہے۔ اور اس بارے میں کئی علمائے کرام کے فتاویٰ بھی موجود ہیں۔

بال منڈانے کے بعد بچے کے سر پر خوشبو لگانا:

بچے کے سر کے بال مونڈ کر اس کے سر پر خوشبو لگانا بھی سنت ہے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جاہلیت میں لوگ جو جانور بچہ کی طرف سے بطور عقیقہ ذبح کرتے اس کے خون سے روئی کا ایک ٹکڑا رنگتے پھر جب بچے کا سر مونڈتے تو اس کے سر پر وہ خون لگاتے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِجْعَلُوا مَكَانَ الدَّمِ خَلُوقًا)) (السلسلة الصحيحة : حديث نمبر ٤٦٣)

''تم خون کی جگہ خلوق (خوشبو کی ایک قسم) رکھا کرو''۔

بچے کا نام رکھنا:

بچے کا نام اس کی پیدائش کے بعد کسی وقت بھی رکھا جا سکتا ہے۔ بلکہ پیدائش سے پہلے بھی رکھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ عام طور پر لوگ شادی سے پہلے کنیت رکھتے ہیں۔ ان کی یہ نیت بھی ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کبھی اولاد کی نعمت سے نوازا تو اس کا یہ نام رکھیں گے۔ اور کنوارے شخص کے لیے کنیت رکھنا مشروع ہے۔

پھر بچے کا نام ولادت سے پہلے دن بھی رکھا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت انس

رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بچہ دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تو آپ ﷺ نے اس کو گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ اسی طرح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا تو وہ اپنے بچے کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اس کو کھجور کی گھٹی دی، اس کے لیے دعا کی اور اس کا نام ابراہیم رکھا۔

اسی طرح بچے کا نام ساتویں دن بھی رکھنا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَ يُسَمّٰى فِيْهِ وَ تُحْلَقُ رَأْسُهُ)) (ابوداود۔نسائی۔ترمذی)

”ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے، ولادت کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے“۔

بچے کا اچھا نام رکھنا:

اولاد سب سے پیاری نعمت ہے تو اس لیے اس کا سب سے پیارا اور اسلامی نام رکھنا چاہیے، انبیاء اور سلف صالحین کے ناموں پر نام رکھنا چاہیے۔ اور برے ناموں سے بچنا چاہیے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ أَحَبَّ أَسْمَائِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ))

”بے شک تمہارے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں“۔ (مسلم)

اگر بچے کا نام جہالت کی بنا پر برا رکھا گیا ہے تو اس کو تبدیل کر دینا چاہیے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کئی ایک کے ناموں کو تبدیل کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ تم برے نام نہ رکھو۔ نام کسی نیک و صالح بزرگ و ہستی کے نام پر رکھنا چاہیے۔ اور اللہ

تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! جس طرح یہ نیک تھا یا نیک ہے اسی طرح تو میرے بچے کو بھی نیک کرنا۔

ختنہ کرنا:

ختنہ کرنا اسلامی شعائر میں سے ہے اور یہ صحت وتندرستی کی علامت ہے۔ جو لوگ صدیوں سے جہالت میں ڈوبے چلے آ رہے ہیں آج جدید ریسرچ کے آنے کے بعد انہوں نے ختنہ کروانا شروع کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ : اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَ قَصُّ الشَّارِبِ وَ تَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ وَ نَتْفُ الْاِبِطِ))

''فطرت میں پانچ چیزیں شامل ہیں: ختنہ کروانا' زیرناف بال مونڈنا' مونچھیں کاٹنا' ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھیڑنا''۔ (بخاری)

اور ختنہ کرنا انبیاء کی سنت ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اُخْتُتِنَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً))

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ ہوا تو اس وقت ان کی عمر اسّی (۸۰) سال تھی''۔ (بخاری ومسلم)

اسی لیے ختنہ کرنا عرب کا عام رواج تھا۔ کیونکہ عرب لوگ خود کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے تو اگرچہ ان میں ہزاروں برائیاں جنم لے چکی تھیں لیکن کچھ کچھ ابراہیمی اثر موجود تھا۔ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ختنہ کروایا کرتے تھے۔

تو والدین کو چاہئے کہ جتنی جلدی ہو سکے اپنے بچے کا ختنہ کروئیں۔ ساتویں دن ختنہ کروانا ثابت ہے' رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کا ساتویں دن ختنہ کیا۔ یہ حدیث بیہقی' مجمع البحرین اور طبرانی صغیر میں موجود ہے۔ اور یہ حسن درجہ کی ہے۔

ماں کا بچے کو دودھ پلانا:

ماں کے علاوہ کوئی اور عورت بھی بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔ جیسے عرب میں اس کا عام رواج تھا۔ یہ جائز ہے اور قرآنی نص سے ثابت ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ماں کو چاہیے کہ بچے کو اپنا دودھ پلائے اور بلاوجہ اپنا دودھ چھڑوا کر گائے' بھینس کا دودھ نہ پلائے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ ﴾ [البقرة : ٢٣٣]

''مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں''۔

دودھ پلانے کی مدت:

دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ [البقرة : ٢٣٣]

''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں' یہ مدت اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ لیکن اگر کوئی اس سے قبل دودھ چھڑانا چاہیں تو میاں بیوی باہم مشورہ کر کے دودھ چھڑا سکتے ہیں۔

اولاد کو نماز کا حکم:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے بچوں کو نماز کے بارے میں حفاظت کرو' پھر انہیں خیر کی عادت ڈالو' اس لیے کہ خیر عادت کے ذریعے آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَ هُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ))

''جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو تم اس کو نماز کا حکم دو''۔ (ابوداؤد)

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ))

''اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز (چھوڑنے) پر مارو''۔(ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کو نماز کی عادت ڈالنی چاہیے جب ان کی عمر سات سال ہو تو ان کو اپنے ساتھ مسجد میں لے کر جانا چاہیے اور ان کو پیار ومحبت کے ساتھ نماز کی ترغیب دینی چاہیے اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز چھوڑنے پر ان کو مارنا چاہیے۔ تاکہ بالغ ہونے تک نماز کے اچھی طرح عادی ہو جائیں۔

بچوں کے بستر الگ الگ کرنا:

والدین کو چاہیے کہ اولاد کی بہتر تربیت کے لیے جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر الگ الگ کر دیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ))

''اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز (چھوڑنے) پر مارو اور ان کے بستر الگ الگ کر دو''۔(ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس سال کی عمر میں بچوں کے بستر الگ الگ کر دینے چاہئیں۔ دس سال کے بچے کو نہ تو والدین کے ساتھ سونا چاہیے اور نہ ہی اپنے دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ ایک بستر میں سونا چاہیے۔ یہ ایسی عمر ہے کہ جس میں بچوں میں جنسی شعور بیدار ہونا شروع ہوتا ہے۔ اس لیے اچھی تعلیم وتربیت کے لیے لازمی ہے کہ ان کے بستر الگ الگ کر دیئے جائیں۔ پیار اپنی جگہ پر' لیکن حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔

اولاد کی تعلیم کا اہتمام:

اسلام میں تعلیم کی بڑی قدر ومنزلت ہے' علم ہی مشعل راہ ہے جس کی روشنی

میں مسلمان اپنی جنت کی طرف سفر پر رواں دواں ہیں۔ اسی علم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ))

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔ (ابن ماجہ)

تعلیم کی اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا))

''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے''۔ (ابن ماجہ)

پھر رسول اللہ ﷺ کی دعا جو قرآن پاک میں مذکور ہے وہ بھی علم کے بارے میں ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا))

''اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما''۔

اس کے علاوہ علم کی فضیلت میں اور بھی کئی ایک آیات و احادیث وارد ہیں۔ جن سے علم کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور سب جانتے ہیں کہ انبیاء کی وراثت درہم و دینار اور مال و دولت نہیں بلکہ علم ہی ہے۔

حقیقت میں علم ایک ہی ہے وہ دین کا علم ہے اس کے علاوہ جو بھی علم ہیں ان کو علم کی بجائے فنون کہنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ دینی علم ہی وہ علم ہے جس سے انسان اور حیوان میں فرق واضح ہوتا ہے اور انسان کی شخصیت نکھرتی ہے۔ اس علم کی بدولت انسان کو کھانے' پینے' سونے' جاگنے' رہنے' بسنے اور قضائے حاجت کے آداب وغیرہ آتے ہیں۔ اسی علم کی بدولت معاشرہ ترقی کرتا ہے۔ اور جہالت کے سائے چھٹتے ہیں۔ نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ انسان نے کتنے ہی فنون حاصل کیے ہوں' سائنس و ٹیکنالوجی میں کتنا ہی مایہ ناز کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر اس نے دینی علم حاصل نہیں کیا تو وہ

جاہل کا جاہل ہے۔ کتنے ہی ان علوم و فنون کے ماہر دینی علم سے جہالت کی بناء پر قضائے حاجت وغیرہ سے ناآشنا ہیں۔ ان کو اتنا بھی علم نہیں کہ قضائے حاجت کے کیا آداب واصول ہیں۔

اس لیے ہم سب پر لازم ہے کہ اگر ہم اپنی اولاد کو نیک دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں ان کو دینی تعلیم سے آشنا کرنا چاہیے۔ انہیں قرآن وحدیث کا علم سکھانا چاہیے اور انہیں سیرت مصطفیٰ ﷺ سے واقف کرانا چاہیے۔ اور اس کام کے لیے جہاں تک ممکن ہو سکے ان کو دینی مدارس میں داخل کروانا۔ یہ مدارس ہی ہمارے دین کا اصل سرمایہ ہیں ورنہ سکول و کالج تو مغربی و یورپی نوکر پیدا کر رہے ہیں' جن کی تعلیم کا مقصد صرف اور صرف چند ٹکوں کی نوکری حاصل کرنا ہے۔

میرا مقصد یہ نہیں کہ سکول و کالج میں پڑھنا جرم ہے اور سائنس وٹیکنالوجی کا علم حاصل کرنا ناجائز ہے۔ بلاشبہ ان علوم و فنون کو بھی پڑھنا چاہیے۔ لیکن ان کے ساتھ دینی علوم کی تعلیم لازمی ہونی چاہیے۔

لب لباب:

میں نے اپنی اس پوری بحث میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نیک اولاد کا حصول کیسے ممکن ہے' اس کے لیے بنیادی چیز یہ ہی ہے کہ والدین کو خود شریعت کا پابند ہونا چاہیے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ سامنے رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کن کن امتحانات سے گزارا پھر جب وہ سب میں کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بیٹا بھی ایسا دیا جو صورت و سیرت میں بے مثل تھا۔ جو بلند اخلاق کا حامل تھا۔ جس کو دیکھ کر والدین کو حقیقی سکون میسر ہوتا ہے۔ تو اس نیک اولاد کے لیے والدین کو اسلامی شریعت کے مطابق شادی کروانا ہوگی۔ شیطانی کاموں سے بچنا ہوگا اور قدم قدم پر خود کو برائیوں سے بچانا ہوگا۔ اگر خود کو برائیوں سے نہ بچا سکے تو پھر نیک اولاد کا ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

والدین کی شادی کے بعد ولادت کے بعد جو ضروری مسائل بیان کیے ہیں

ان پر عمل کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کی دعا کرنی چاہیے۔ پھر آخر میں بچوں کی تعلیم کے بارے میں چند الفاظ لکھے ہیں کہ ان کی دینی تعلیم کا اہتمام ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم دنیا کی تعلیم پر تو بہت محنت کرتے ہیں' اعلیٰ سے اعلیٰ سکول میں داخل کرواتے ہیں۔ لیکن دینی تعلیم سے اپنے بچوں کو محروم رکھتے ہیں' ہوتا یہ ہے کہ ہمارے بچے قرآن پاک کو ناظرہ پڑھنے تک سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اس کے ترجمہ سے ناواقف ہوتے ہیں۔ احادیث کا تو بالکل ہی علم نہیں ہوتا۔ سیرت مصطفیٰ ﷺ سے ناواقف ہوتے ہیں اور ہم خود اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے محروم رکھ کر یہودی و عیسائی بناتے ہیں۔

میرے بھائیو! تم سے تمہاری اولاد کے بارے میں سوال ہوگا۔ ان کی تعلیم و تربیت کے بارے میں سوال ہوگا' دنیا کی تعلیم دنیا میں رہ جائے گی' آخرت میں تو آخرت کی تعلیم کام آئے گی۔ جس نے دینی تعلیم کو حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اس کی آخرت درست ہوگی۔ اور جس نے اس کو حاصل نہ کیا بلکہ صرف دنیاوی تعلیم کو ہی اپنا مطمع نظر بنائے رکھا اس کی آخرت تاریک ہوگی۔

اس لیے ہم سب کو اپنی اولاد کے لیے دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس کتاب میں شیخ جمیل زینو حفظہ اللہ نے اپنے تجربات کی روشنی میں استاد اور والدین کے لیے قیمتی باتیں جمع کیں۔ جن پر عمل کر کے ہم بہتر طریقے سے ان کی تعلیم و تربیت کر سکتے ہیں' دین اسلام پر ان کو گامزن کر سکتے ہیں۔ اور ان کو اپنی آخرت کے لیے ذخیرہ کر سکتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم سب کو نیک اولاد جیسی نعمت سے نوازے اور پھر ان کی تعلیم و تربیت اسلامی خطوط پر کرنے کی توفیق دے۔ ہم سب کو برائیوں سے محفوظ رکھے اور انہیں بھی برائیوں سے بچائے۔ دنیا و آخرت میں ہمارے لیے نفع مند بنائے۔ آمین۔

باب 2

تربیتِ اولاد کی اہمیت

والدین کے لئے نبوی پند و نصائح

❶ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا، وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا ، وَالْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ))

''تم میں سے ہر شخص نگہبان اور رکھوالا ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا اور ماتحت افراد وغیرہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ امام بھی رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اور ہر آدمی اپنے اہل و عیال کا ذمے دار اور رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعایا (رکھوالی والی چیز) کے متعلق سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں ذمے دار اور رکھوالی ہے اور اس سے اس کی رکھوالی والی چیز کے متعلق سوال کیا جائے گا اور خادم اپنے آقا کے مال کا رکھوالا ہے اور اُس سے اُس کے متعلق سوال کیا جائے گا''۔ (بخاری و مسلم)

❷ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

''اے اللہ کے پیغمبر! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟''

رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ))

"تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اُس نے تجھے پیدا کیا ہے"۔

میں نے پوچھا:

"پھر کون سا (گناہ سب سے بڑا ہے؟)"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ))

"تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گی"۔

میں نے پوچھا: "پھر کون سا؟"

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَنْ تَزْنِيَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ))

"تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرے"۔ (بخاری و مسلم)

❸ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ أَوْلَادِكُمْ))

"اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کرو"۔ (بخاری و مسلم)

اپنی اولاد کے درمیان مال خرچ کرنے کے سلسلے میں، عطیہ و ہدیہ دینے میں اور ہر معاملے میں برابر برابر سلوک کرو۔

❹ رسول ہاشمی ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَثَلِ الْبَهِيْمَةِ تُنْتِجُ الْبَهِيْمَةَ، هَلْ تَرٰى فِيْهَا جَدْعًا))

"ہر بچہ فطرت اسلامیہ پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اُسے یہودی بناتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جس طرح کہ جانور جب بچے کو جنم دیتا ہے تو کیا تمہیں اس میں کوئی کان کٹا ہوا نظر آتا ہے؟" (بخاری)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح جانور کا بچہ پیدا ہوتے وقت صحیح اعضاء والا ہوتا ہے، پھر بعد میں لوگ اس کے کان وغیرہ کاٹ دیتے ہیں اور تبدیلی کر

کے ناقص بنا دیتے ہیں' اسی طرح انسان کا بچہ پیدا ہوتے وقت صحیح سالم اور فطرت سلیمہ والا ہوتا ہے' لیکن بعد میں اس کے والدین اُسے اسلام کے بجائے کافر بنا دیتے ہیں۔ (فتح الباری: ۲۵۰/۳)

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَ يَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ)) (بخاري و مسلم)

''کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے اور وہ یوں کہ آدمی کسی کے باپ کو گالی دے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے' اور وہ اس کی ماں کو گالی دے تو وہ اس کی ماں کو گالی دے۔''

❻ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے پیغمبرؐ! تمام لوگوں سے بڑھ کر میرے حسن سلوک کا حق دار کون ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ((أُمُّكَ)) ''تیری ماں''۔ اس نے پوچھا: ''پھر کون؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ((أُمُّكَ)) ''تیری ماں''۔ اس نے پوچھا: ''پھر کون؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ((أُمُّكَ)) ''تیری ماں''۔ اس نے پوچھا: ''پھر کون؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَبُوكَ)) ''تیرا باپ''۔ (بخاری و مسلم)

والدین اور معلّم کی جواب طلبی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ﴾ [التحريم : ٦]

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ''۔

ماں باپ' استاد اور معاشرہ کے تمام فرد جب اللہ کے سامنے پہنچیں گے تو اُن کو اسی نئی نسل کے متعلق جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اگر وہ اُن کی بہترین تربیت کریں گے تو یہ بچے بھی اور تمام تربیت کرنے والے بھی دنیا و آخرت میں سعادت

مند اور خوش بخت ہو جائیں گے اور اگر وہ اِن سے اپنی توجہ ہٹا لیں گے تو یہ نئی نسل بدبختی کا شکار ہو جائے گی اور سارا گناہ والدین' اساتذہ اور معاشرے پر ہو گا۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ))

''تم میں سے ہر کوئی رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعایا اور رکھوالی والی چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا''۔ (بخاری و مسلم)

اے معلّم! تیرے لیے فرمانِ نبوی ﷺ میں یہ خوشخبری ہے:

((فَوَ اللّٰہِ لَأَنْ یَّھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ))

''اللہ کی قسم! تیرے ذریعے اللہ تعالیٰ کا کسی کو ہدایت دے دینا تیرے لئے سرخ (عمدہ) اونٹوں سے بھی بہتر ہے''۔ (بخاری و مسلم)

اے ماں! اے باپ! تمہارے لیے بھی حدیث مصطفیٰ ﷺ میں یہ خوشخبری ہے:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْہُ عَمَلُہٗ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ، أَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْ لَہٗ)) (مسلم)

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں سے (عمل جاری رہتا ہے) صدقہ جاریہ سے (جس کا فائدہ جاری ہو)۔ ایسے علم سے جس سے نفع اٹھایا جا رہا ہو اور نیک اولاد سے جو اس کے لئے دُعا کرتی ہو''۔

لہٰذا اے تربیت کے خواہاں! سب سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کر۔ کیونکہ جس کام کو تو کرے گا تری اولاد اُسے اچھا خیال کر کے اس پر عمل کرے گی اور جس کام کو تو ترک کر دے گا' تیرے بچے بھی اس کے قریب نہ جائیں گے اور یقیناً والدین کا بہترین کردار ہی اولاد کی سب سے اچھی تربیت کر سکتا ہے۔

معلّم کی کامیابی کا دارومدار

تعلیم و تربیت کا سب سے بڑا ہدف یہ ہے کہ شخصیت انسانی کو اعلیٰ کردار کی

چوٹی تک پہنچایا جائے' اس کا رابطہ اس کے پروردگار سے قائم کیا جائے' اُس کے خالق سے اُس کے نظام حیات کو حاصل کیا جائے اور شخصیتِ انسانی اپنے معاشرے کی مضبوط بنیاد کے لیے عمل پیرا رہے اور معاشرے کی ضروریات کو درست بنیادوں پر استوار کرے' ہر معلّم کے تعلیم وتربیت کرنے کی منشا اور غرض بھی یہی چیزیں ہیں اور اُسے اپنے اس مقصد سے واقف ہونا چاہیے۔

یہ بھی معلوم ہے کہ تربیت کے کچھ اصول ہیں جن پر انسان کی نشو ونما کی جاتی ہے اور یہ اصول وضوابط ہر معاشرے اور حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ اگر شیوعی معاشرے میں تربیت کی بنیادیں دیکھی جائیں تو وہ مادی ذرائع پر مرکوز ہیں' روح سے تعلق ہی نہیں اور ان میں طالب علم کا اپنے رب سے تعلق منقطع ہو چکا ہے۔ اور اگر کسی کی تربیت مغربی معاشرے کی بنیادوں پر ہو تو اس میں انانیت' سستی و کمزوری اور ذخیرہ اندوزی نظر آئے گی۔ البتہ اگر اسلامی معاشرے کے اصولوں پر ڈھال کر تربیت کی جائے تو یہ آپ کو صحیح عقیدے پیدا کرتی نظر آئے گی۔ شاندار جذبات' طالب علم کے اپنے رب کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والے بلند و بالا اور عالی شان آداب کی زبردست تصویر دیکھنے کو ملے گی' بلکہ یہ بلند پایہ آداب طالب علم کے اپنے استاذ' اپنے دوست' اپنے مدرسہ اور پھر اپنے خاندان کے ساتھ اعلیٰ کردار والے تعلقات کا پیش خیمہ بنتے ہیں۔

اگر ہم واقعی اس شخصیت اور انسانی ذات کو عملی میدان میں ایسا دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں تربیت اور تعلیم دینے والے کامیاب اشخاص بنانا پڑے گا اور بنانا بھی پڑے گا۔

ہر تربیت کرنے والے پر واجب ہے کہ اس میں تمام شروط و آداب پائے جائیں تاکہ وہ نیک اور صالح مربی اور نفع بخش معلّم کی صورت میں دنیا کے اندر نئی نسل کی بہترین تربیت ونشو ونما کر سکے۔

باب 3

تعلیم و تربیت کے اصول

کامیاب مربی و معلم کی شروط

وہی شخص نئی نسل کی تربیت میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے جس میں مندرجہ ذیل شروط پائی جائیں۔

❶ محنتی اور قابل ہو:

اپنے کام میں مہارت رکھتا ہو' اناڑی نہ ہو' تعلیم کے ہر اسلوب پر اسے کنٹرول ہو' اپنی ذمہ داری اور اپنے طلباء سے محبت رکھتا ہو' بہترین تربیت کے لیے اپنی ہر ممکن کوشش کرتا ہو۔ مفید معلومات سے اُن کے علم میں اضافہ کرتا ہو' اچھی اور عمدہ عادات واخلاق سے روشناس کراتا ہو' بری عادات سے اُن کو دور رکھنے کی کوشش کرتا ہو۔ تو ایسا شخص بیک وقت ان کو علم بھی سکھاتا ہے اور ان کی تربیت بھی کرتا ہے۔

❷ بامروت ہو:

دوسروں کے لئے بہترین نمونہ ہو' اپنے قول وفعل اور کردار میں اُن کے لئے اسوۂ حسنہ ہو' اپنے رب کے فرائض و واجبات' اپنے معاشرہ' اپنے طلباء اور بچوں کے حقوق ادا کرنے میں مستعد ہو۔ جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہو وہی ان کے لیے پسند کرتا ہو۔ عفو و درگزر کا خوگر و عادی ہو۔ کبھی سزا دینے کا یا بدلہ لینے کا موقع پیدا ہو تو رحم دلی اور شفقت سے کام لیتا ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)) (بخاری و مسلم)

''یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔

❸ باعمل ہو:

کامیاب معلّم کے لئے لازمی ہے کہ اپنے طلباء کو جو آداب و اخلاق سکھاتا ہے، اُن پر خود بھی عمل کرتا ہو۔ اور اپنے قول و فعل میں تضاد پیدا نہ کرتا ہو۔ اسے اللہ تعالیٰ کا 'قول ہمہ وقت یاد رکھنا چاہیے:

﴿ يا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تفعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الصف : ٢، ٣]

''مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے سخت بیزار اور ناراض ہوتا ہے کہ ایسی بات کہو جسے عمل میں نہ لاؤ''۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں پر انکار کیا ہے جو کوئی بات کہتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّىْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ))

''اے اللہ! میں ایسے علم سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو نفع نہ دے''۔ (مسلم)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو علم عالم کے لیے نفع بخش نہیں اُس سے بچنا چاہیے۔ اور اس سے مراد وہ علم ہے جس پر نہ عمل کیا جاتا ہو اور نہ آگے پہنچایا جاتا ہو اور نہ اخلاق کی درستی کا باعث بنتا ہو۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا:

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُعَلِّمُ غَيْرَهُ هَلَّا لِنَفْسِكَ كَانَ ذَا التَّعْلِيمِ

''اے وہ شخص جو دوسروں کو تو تعلیم دیتا ہے لیکن اپنے حق میں تعلیم والا نہ بن سکا''۔

❹ طلبہ کی اخلاقی تربیت:

معلّم اور استاد کو ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اس کی ڈیوٹی اور ذمہ داری انبیاء کی ذمہ داری سے مشابہ ہے۔ وہ انبیاء جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت و

تعلیم کے لیے مبعوث کیا تھا' جو لوگوں کو اُن کے پرورش کرنے والے اور پیدا کرنے والے کی پہچان کرانے کے لئے آئے تھے۔ اسی طرح معلّم کا درجہ باپ کی طرح ہے اور اسے اپنے طلباء کے ساتھ باپ کی طرح شفقت کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ اُن سے محبت کرنی چاہئے اور دل میں یہ خیال رہے کہ اُس سے قیامت والے دن ان طلباء کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ کیا وہ حاضر ہوتے تھے اور اپنے اسباق کا اہتمام کرتے تھے۔ بلکہ اُسے چاہیے کہ طلباء کے متعلق اور ان کی تربیت کے جس جس پہلو کے متعلق اُسے قیامت کے دن جواب دہ ہونا پڑے گا' وہ اُن معاملات میں اور اُن کی مشکلات میں اُن سے بھرپور تعاون کرے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ))

''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور جس چیز کا اسے نگہبان بنایا گیا ہے اُس کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا''۔ (بخاری و مسلم)

اُسے بخوبی معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کے سامنے اُس سے پوچھا جائے گا کہ اُن طلباء کو اس نے کیا سکھلایا؟ کیا اُن کی رہنمائی کے آسان سے آسان راستے تلاش کرنے کی کوشش کی؟ اور کیا اُن کی توجہ درست کام کی طرف لگائی؟ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ أَحَفِظَ ذٰلِكَ أَمْ ضَيَّعَهٗ ؟ حَتّٰى يُسْأَلَ الرَّجُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ))

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر نگہبان اور رکھوالے سے اُس چیز کے متعلق سوال کرے گا جس کا اُس نے اُس شخص کو رکھوالا بنایا تھا کہ کیا اُس نے اُس کی حفاظت کی ہے یا اُسے ضائع کر دیا ہے؟ حتیٰ کہ آدمی سے اس کے گھر والوں کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا''۔

(اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے)

پھر استاد کو چاہئے کہ طالب علموں کی سمجھ اور فہم و ادراک کے مطابق ایسے

الفاظ میں خطاب کرے جسے وہ سمجھ سکیں اور اُن کی سمجھ سے بالاتر چیزیں بھی نہ بتائے ورنہ وہ اُسی میں الجھتے رہیں گے۔

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ لوگوں کو وہی باتیں بتایا کرو جن کو وہ پہچانتے ہوں' اوران کی معرفت رکھتے ہوں' کیا (اُن کو اُن کی سمجھ سے بالاتر مسائل بتا کر) تم پسند کرتے ہو کہ اللہ اوراس کے پیغمبر کو جھٹلا دیا جائے۔ (اس قول کو امام بخاری نے "کِتَابُ الْعِلَم" بابِ "مَنْ خَصَّ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ فِيْ الْعِلْمِ" میں روایت کیا ہے۔)

5 طلباء سے شفقت و ہمدردی:

معلّم اپنے کام اور ذمہ داری کے ساتھ اُن طلباء کے درمیان میں زندگی گزارتا ہے جن کی عادات' اخلاق' تربیت و ذہانت کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے اُسے چاہئے کہ اپنے اخلاق اور حسن کردار کی بدولت سب کو گرویدہ کر لے' اپنے قریب کرے اور اُن کے ساتھ یوں رہے جیسے ایک والد کا اپنی اولاد کے ساتھ رشتہ ہوتا ہے اوراسی طرح کائنات کے سب سے بڑے مربی اور تربیت کرنے والے انسان یعنی محمد عربی ﷺ کے اس فرمان کے مطابق عمل پیرا ہونے کا موقع ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ))

"میں تو تمہارے لئے والد کی طرح ہوں جو تمہیں علم سکھا رہا ہوں"۔

(اسے امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔)

6 دوسرے اساتذہ سے تعاون ومشاورت:

کامیاب استاد کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ساتھیوں اور دوسرے اساتذہ کرام سے تعاون کرے اور اُن کی خیر خواہی کرے اور طلباء کی مصلحت و بھلائی اور ترقی وعروج کے لیے اُن کے ساتھ مشورے کرتا رہے۔ تاکہ وہ سب اپنے طلباء کے لیے بہترین نمونہ اور آئیڈیل بن سکیں۔ اوران سب کو رسول اکرم ﷺ کی اقتداء و پیروی

کرنی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے مسلمان فرد کو اپنے اس فرمان کے ساتھ مخاطب کیا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب : ٢١]

''یقیناً تم سب کے لیے رسول اکرم ﷺ میں بہترین نمونہ موجود ہے''۔

❼ علمی تواضع:

حق کو تسلیم کر لینا ایک افضل کام ہے، حق بات کی طرف رجوع کر لینا غلطی پر ڈٹ جانے سے بہت بہتر ہے۔ لہٰذا ہر استاد کو چاہئے کہ اپنے اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے حق کو طلب کرتا رہے اور اُن کے نقش قدم پر چلتا ہوا حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ سلف صالحین رحمہم اللہ کا یہ معمول تھا کہ جب اُن کے فتویٰ یا نظریہ و اعتقاد کے خلاف حق واضح ہو جاتا تو وہ اپنے قول و فتویٰ سے دستبردار ہو جاتے۔

اس کی دلیل ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مقدمة الجرح والتعدیل'' میں امام مالک رحمہ اللہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے ذکر کی ہے جب کہ انہوں نے حدیث سن کر اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا ہے: بَابُ مَا ذُكِرَ مِنَ اتِّبَاعِ مَالِكٍ لِآثَارِ النَّبِيِّ ﷺ وَ نُزُوعِهِ عَنْ فَتْوَاهُ عِنْدَ مَا حُدِّثَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَهُ. ''یہ باب اس بارے میں ہے کہ امام مالک نبی کریم ﷺ کے آثار و روایات کی پیروی کرتے اور جب اپنے فتویٰ کے خلاف حدیث دیکھتے تو فتویٰ سے رجوع کر لیتے''۔ قصہ یوں ہے:

ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو امام مالک رحمہ اللہ سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ وضو کرتے وقت پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کا کیا حکم ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہ لوگوں پر ضروری نہیں ہے۔ ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ دیر انتظار کیا حتیٰ کہ جب لوگ چلے گئے اور چند ایک رہ گئے تو میں نے اُن سے کہا کہ ہمارے پاس اس کے متعلق ایک حدیث ہے۔ امام مالک

رحمہ اللہ نے پوچھا کہ وہ کیا؟ میں نے کہا کہ ہمیں لیث بن سعد' ابن لہیعۃ اور عمرو بن حارث نے یزید بن عمرو معافری سے' انہوں نے ابوعبدالرحمٰن الحبلی سے' انہوں نے مستورد بن شداد قرشی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چھوٹی انگلی کے ساتھ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کر رہے تھے۔

امام مالک ؒ نے کہا' یہ حدیث حسن ہے اور میں نے تو اسے اس سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد دیکھا کہ جب بھی آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جاتا تو آپ انگلیوں کے درمیان خلال کا فتویٰ دیتے تھے۔ (مقدمة الجرح والتعديل : ص ۳۰)

اگر ہم سلف صالحین کی زندگی میں پیش آنے والی ایسی سب مثالوں کو ذکر کرنا چاہیں تو وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ہماری اس مختصر سی کتاب میں نہیں آ سکتیں۔

بہر حال اس معلم کے لیے جو اپنے شعبے اور کام میں کامیابی و کامرانی کا خواہشمند ہے' اُسے چاہیے کہ حق کے سامنے جھک جائے اور جب غلطی ہو جائے تو فوراً پتہ چلنے پر اس سے رجوع کر لے اور یہ بہترین خصلت اپنے طلباء میں بھی پیدا کرے اور اُن کو تواضع' نرم مزاجی' عجز و انکسار اور حق کی طرف رجوع کر لینے کی فضیلت سے آگاہ کرے اور کلاس میں اس کا عملی نمونہ پیش کرے تاکہ طلباء کے لیے بہترین مثال قائم ہو۔ مثلاً اگر وہ دیکھے کہ کسی طالب علم کا جواب اِس کے جواب سے بہتر ہو تو اُسے تسلیم کر لے اور اس کے جواب کا درست ہونا تمام لڑکوں کو کھل کر بتائے۔ اس طرح طلباء میں خود اعتمادی اور استاد سے محبت انتہائی تیزی سے بڑھے گی۔

مجھے تقریباً چالیس سال کا عرصہ بچوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہوئے ہو چکا ہے۔ ایک دفعہ ایک استاد نے حدیث کی عبارت پڑھتے ہوئے ایک اعراب غلط پڑھا۔ استاد نے إِنَّ أَنَسًا کو إِنَّ أَنَسَ یعنی تنوین کے بغیر پڑھا۔ ایک لڑکے نے اس پر اعتراض کیا تو استاد نے اپنی غلطی پر اصرار کیا اور باطل دلیلوں کے ساتھ بحث شروع کر دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس استاد کی قدر و قیمت ختم ہوگئی' طلباء کی نظر میں وہ گر

گیا اور قابل اعتماد نہ رہا۔

میں ہمیشہ چند ایسے اساتذہ کرام کا تذکرہ کرتا رہتا ہوں جو بہت سچے اور راست گو ہیں' اگر اُن سے کوئی غلطی ہو جائے تو معلوم ہونے پر فوراً اعتراف کر لیتے ہیں اور اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔ اُن کی اس امانتداری کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ہر طالب علم کے لیے منظور نظر ہو گئے' اُن کو پہلے سے زیادہ قابل اعتماد سمجھا جانے لگا اور اُن کی عزت و تعظیم اور جلال وعظمت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

کیا ہی اچھا ہو اگر تمام مسلمان اِن جیسا طریقہ اختیار کر لیں اور حق کی طرف پلٹ آنے میں ان کے منہج پر چل پڑیں۔

8 سچائی اور وعدہ وفا کرنا:

استاد کے لیے نہایت ضروری ہے کہ اپنے کلام میں سچ کو نہ چھوڑے۔ کیونکہ سچائی خیر ہی خیر ہے۔ اُسے اپنے طلباء اور شاگردوں کی تربیت جھوٹ پر نہیں کرنا چاہیے' خواہ اُسے کوئی مصلحت بھی نظر آ رہی ہو۔

ایک دفعہ ایک طالب علم نے اپنے استاد کے سامنے ایک دوسرے استاد کی سگریٹ نوشی پر اعتراض کیا تو اس استاد نے اپنے ساتھی یعنی دوسرے استاد کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے کہا کہ اس کی تمباکو نوشی کا سبب یہ ہے کہ ڈاکٹر نے اُن کو ایسا کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ جب طالب علم کلاس سے نکلا تو کہنے لگا: ''یہ استاد ہمیں جھوٹ بتایا کرتا ہے''۔

کتنا ہی بہتر ہوتا اگر وہ معلّم جھوٹ اور اس استاد کی غلطی کو بیان کرتا کہ واقعی تمباکو نوشی حرام ہے کیونکہ یہ جسم کے لیے نقصان دہ' ساتھ بیٹھنے والے کے لیے تکلیف دہ اور مال ضائع کرنے کا باعث ہے۔ اگر وہ کہہ دیتا تو لڑکوں کا اس پر اعتماد اور اُن کی اس سے محبت بڑھ جاتی۔

اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ کسی دوسرے استاد کی غلطی سامنے آئے تو ایسے انداز میں دفاع کیا جائے کہ طالب علموں کے دلوں سے اس استاد کا احترام ختم نہ ہو۔

مثلاً وہ اُن سے یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ ہمارا وہ استاد بھی تو ایک انسان ہے' بشری تقاضوں سے محفوظ نہیں ہے' اس پر بھی انسانی عوارض لاحق ہوتے رہتے ہیں اور وہ بھی غلطی کر سکتا ہے۔ اس کا اپنے کسی کام میں درستی پر اور کسی میں غلطی پر واقع ہونا عین ممکن ہے۔ دیکھو کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے پیارے پیغمبر بھی تو اپنی اس حدیث مبارکہ میں یہی فرما رہے ہیں:

((کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ))

''آدم کا ہر بیٹا خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو اپنی خطا سے توبہ کر لیتے ہیں''۔ (اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے)

استاد کے لیے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ طالب علم کے اس سوال کو لے کر تمام طلباء کے سامنے تمباکو نوشی پر ایک لیکچر اور درس دے دیتا' ان کو تمباکو نوشی کے نقصانات سے متنبہ کرتا' اس کا شرعی حکم ذکر کرتا' علماء کے اس بارے میں اقوال پیش کرتا' ان کے دلائل کی وضاحت کرتا' تو وہ اس طرح طالب علم کے سوال کو تربیتی رنگ میں ڈھال کر تمام کو اچھے انداز میں جواب دیتا۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((وَ مَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَ یَتَحَرّٰی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا))

''آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے حتیٰ کہ اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے''۔ (مسلم)

سچائی ایک بہترین خصلت اور نعمت ہے' استاد کو چاہئے کہ طالب علموں میں سچائی کا بیج بو دے اور سچ کی محبت اُن کے دلوں میں ڈال دے' اس کا عادی بنائے' اقوال و افعال میں اس کو عملی صورت دے' یہاں تک کہ اُن کے ساتھ ہنسی مزاح میں بھی سچ کا دامن پکڑے رکھے۔ رسول اللہ ﷺ بھی مزاح کر لیتے تھے لیکن سچ کا دامن تھامے رکھتے۔

لہٰذا استاد کو چاہئے کہ طلباء کے ساتھ جھوٹ بولنے سے ڈرے' نہ مزاح کی صورت میں اور نہ تاویل کی صورت میں اور جب اُن سے کسی چیز کا وعدہ کرے تو اسے پورا کر دکھائے تا کہ طلباء اُس سے سچ کو پختگی سے سیکھ لیں اور قول وعمل میں صدق اور وعدہ وفائی کی تربیت حاصل کر لیں۔ کیونکہ یہ طلباء مستقبل کے رہنما ہیں' اللہ نے اُن کو بھی عقل وشعور کی صلاحیتیں عطا کی ہیں' جھوٹ اور سچ میں تمیز کر سکتے ہیں' اگر چہ وہ ازراہِ ادب اور شرم وحیا کی وجہ سے استاذ کو اس کے سامنے جھوٹا کہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جیسے کہ پیچھے آپ نے ایک استاد اور شاگرد کا قصہ دیکھا جس میں استاد نے اپنے ساتھی کا دفاع جھوٹ بول کر کیا تو اُس کے چلے جانے کے بعد لڑکوں نے کس طرح تبصرہ کیا۔

9 صبر:

معلم کو چاہئے کہ اپنی ہستی کو صبر کے زیور سے مزین کرے' طلباء کی طرف سے پیش آنے والی مشکلات اور تعلیمی مسائل کو حوصلے اور صبر سے نمٹائے' کیونکہ اس کے اتنے معزز کام میں صبر بہت تعاون کرتا ہے۔

کیا معلّم کی ذمہ داری خاص ہے؟

معلّم کی ذمہ داری صرف اس پر ختم نہیں ہو جاتی کہ وہ طالب علموں کے دماغوں کو اور اُن کے ذہنوں کو معلومات سے بھرتا رہے بلکہ اس کا دائرہ عمل تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی حاوی ہے۔ طالب علم کی ہر طرح کی تربیت اس کے ذمہ ہے جس کا زیادہ تر تعلق عقائد اور کردار کے ساتھ ہے۔ جو عقائد دین کے منافی ہیں اُن کی اصلاح کرنا معلّم کی ذمہ داری ہے۔

اس لیے معلّم کے لیے ضروری ہے کہ کامیاب ہونے کے لیے اپنے طالب علموں کے کردار اور گفتار کو رسول اکرم ﷺ سے حاصل ہونے والی سیرت وکردار میں

ڈھالے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾

[آل عمران : ٣١]

''اے پیغمبر (ﷺ)! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو اور اس سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا''۔

رسول اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں تو واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ آپ بہترین پرورش کرنے والے، حکمت دان، معلّم، مرشد، ناصح، شفیق، محبوب اور مخلص انسان تھے۔ آپ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ہر معلّم کو اپنے اندر یہی خوبیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ اخلاص ان میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ استاد کو چاہیے کہ اپنا مطمعِ نظر اور مقصدِ تعلیم رضائے الٰہی کا حصول رکھے، صرف مال کمانے ہی کو مقصود نہ بنائے اگر اُسے تھوڑا مال ملے تب بھی شاکر رہے اور اگر کچھ نہ ملے تو صابر بن جائے، یقیناً اُسے دنیا میں بھی رزق ملے گا اور آخرت میں بھی وہ اجر وثواب کا مستحق ٹھہرے گا۔

باب 4

مربی و معلّم کی ذمے داریاں

1۔ کلاس روم میں استاد کا کردار:

معلّم کو چاہیے کہ جب وہ کلاس روم میں آئے تو طلباء کو: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ کہے۔ یاد رکھیے! یہ اسلامی طریق کار طلباء کے مابین ایک دوسرے سے محبت' تعلقات اور روابط کو پختہ کرتا ہے اور طلباء کا استاد کے ساتھ بھی بہت مضبوط رشتہ پیار و محبت کی صورت میں قائم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

((أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ، أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ))

''کیا میں تمہیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں کہ جب تم اس پر عمل کرو گے تو تمہارے درمیان باہمی الفت و محبت پیدا ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ''۔

یاد رہے کہ صبح بخیر' شام بخیر وغیرہ کے الفاظ سلام کی جگہ کفایت نہیں کر سکتے۔ البتہ شرعی طریق کار کے مطابق سلام کہہ لینے کے بعد اِن کلمات کو کہا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ ان میں کچھ تبدیلی کی جائے۔ مثلاً:

صَبَّحَكَ اللهُ بِالْخَيْرِ.

''اللہ آپ کی صبح بخیریت کرے''۔

تو اس طرح ان کلمات میں دعا کا معنی شامل ہو جائے گا۔

یہاں ایک تنبیہ بہت ضروری ہے کہ مغربی نظامِ تعلیم اور غیر مسلم تعلیمی نظام سے ہمارے بہت سارے معلّمین اور اساتذہ متاثر ہوتے ہیں اور وہ ان کی عادات کی

تقلید کرتے ہیں۔ اُن میں سے سب سے زیادہ اہمیت والی چیز یہ ہے کہ ہمارے اساتذہ کلاس روم میں داخل ہوتے وقت طلباء کو اپنے سامنے کھڑا ہونے کی حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ سب کے زعم میں یہ ادب کا تقاضا ہے اور اسے استاد کے احترام اور عزت و وقار کی علامت شمار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اُن کی غلطی ہے کیونکہ شریعت کے خلاف ہونے والا کوئی بھی کام ادب نہیں کہلا سکتا۔ ہاں اُن لوگوں کی لغت میں اسے ادب و وقار کی علامت سمجھا جاتا ہے جو شریعتِ الٰہی سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور اس کام کے خلاف شرع ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَا كَانَ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانُوْا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لَهُ لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ))

''صحابہ کرام کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی ہستی سے بڑھ کر کوئی ذات اُن کو زیادہ محبوب نہ تھی اور جب وہ آپ ﷺ کو دیکھ لیتے تو (احتراماً) کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ اس کام کو ناپسند کرتے ہیں''۔ (اسے ترمذی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے)

رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو اس غلط عادت سے روکتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ النَّاسُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

''جو شخص لوگوں کا اپنے سامنے مورتیوں کی شکل میں کھڑا ہونا پسند کرتا ہے اُسے چاہئے کہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے''۔

(اسے امام احمد رحمہ اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے)

میزبان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے مہمان کا استقبال کرنے کے لیے اس کی طرف کھڑا ہو یا سفر سے آنے والے کو گلے لگانے کے لیے کھڑا ہو کیونکہ یہ کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے اور یہ مہمان نوازی کا اور خوش آمدید کہنے کا ایک حصہ ہے۔ اور شاعر کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں:

قُمْ لِلْمُعَلِّمِ وَفِّهِ التَّبْجِيْلَا كَادَ الْمُعَلِّمُ أَنْ يَّكُوْنَ رَسُوْلَا

''معلم کے لیے کھڑا ہو جا اور اس کی مکمل تعظیم کر' قریب ہے کہ معلم رسول بن جائے''۔

شاعر کا یہ قول باطل ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ اس کام کو ناپسند کرتے تھے اور اس کام کو پسند کرنے والے کو جہنم کی آگ سے ڈراتے تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ احترام کا اظہار کھڑے ہو کر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ احترام تو اطاعت و فرمانبرداری پر منحصر ہے۔ سلام کہنا' مصافحہ کرنا اور دوسرے شرعی آداب کا خیال رکھنا احترام کہلاتا ہے۔

2۔ صرف اور صرف یا اللہ مدد:

معلّم کا یہ فریضہ ہے کہ اپنے طلباء کو صرف اور صرف اللہ سے مدد طلب کرنے کی تعلیم دے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سنائے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَ إِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ))

''یعنی جب بھی تو مانگے تو اللہ سے مانگ اور جب بھی تو مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد طلب کر''۔ (اسے ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے)

3۔ شرک سے نفرت:

استاد کو چاہئے کہ اپنے طلباء کو شرک سے ڈراتا رہے۔ اور شرک یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی جائے۔ مثلاً انبیاء و صالحین وغیرہ کو مشکلات کے لیے پکارنا۔ جس طرح لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو توحید کی وصیت کی اور شرک سے بچنے کی تلقین کی۔ جیسے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳]

''(لقمان نے کہا) اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک سب سے بڑا ظلم اور ناانصافی ہے''۔

4۔ نماز کی تربیت:

اساتذہ کو چاہیے کہ سکول اور مدرسے میں طلباء کو نماز کی تعلیم دیں اور جب نماز کا وقت ہو تو خود ان کو لے کر مسجد جائیں تاکہ سب جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ خود اُن کی نگرانی نہ چھوڑیں تاکہ وہ آداب مسجد کو کہیں پامال نہ کریں۔ اُن کو مسجد کے آداب بھی سکھلائیں۔ بچوں کو منظم طریقے سے اور پرسکون حالت میں مسجد میں داخل کریں' اُن کو وضو اور نماز کی تعلیم ساتویں سال ہی سے شروع کر دیں' خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی سب کو سات سال کی عمر میں نماز کی طرف مائل کرنا شروع کریں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمُ الصَّلَاةَ إِذَا بَلَغُوا سَبْعًا ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا إِذَا بَلَغُوا عَشْرًا وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ))

''اپنے بچوں کو نماز سکھاؤ جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو پھر اُن کو نماز (میں سستی کرنے) پر مارنا پڑے تو مارو اور اُن کے بستر جدا جدا کر دو''۔

(اسے بزار نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے صحیح الجامع)

والدین بھی اپنے بچوں کو مسجد میں لے جا کر نماز کی عادت ڈالیں' ان کو ایسے چھوٹے چھوٹے رسالے پڑھائیں جن میں نماز کی کیفیت کا بیان ہو اور اساتذہ اپنی کتابوں میں ایسے مضامین شامل کریں جو نماز سے متعلق ہوں۔ یہ سب کچھ والدین اور اساتذہ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

5۔ اللہ پر توکل:

تربیت کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں کو اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنا سکھلائے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا إِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ٨٤]

''اگرتم مسلمان ہوتو اُسی اللہ پر توکل و بھروسہ رکھو''۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَ تَعُوْدُ بِطَانًا))

''اگرتم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو گے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جیسے کہ پرندوں کو رزق ملتا ہے' وہ صبح خالی پیٹ جاتے ہیں اور بھرے ہوئے پیٹ لے کر واپس آتے ہیں''۔ (یہ حدیث صحیح ہے۔مسند احمد)

توکل تو اللہ پر کیا جاتا ہے لیکن اپنی استطاعت کے مطابق اسباب اختیار کرنا بھی واجب ہے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹی کے مالک سے فرمایا:

((إِعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ))

''گھٹنا باندھ اور توکل کر''۔ (یہ حدیث حسن ہے۔ترمذی)

6۔ دوست' دشمن کی شناخت:

استاد کو چاہیے کہ طالب علموں کے ذہنوں میں دشمنانِ اسلام' یہود و نصاریٰ اور تمام ملحدین کے خلاف قربانی پیش کرنے اور راہِ الٰہی میں جہاد کرنے کا جذبہ پیدا کرے۔ طالب علموں کے ذہنوں کا سلف صالحین سے رابطہ اور تعلق پیدا کرے' محمد رسول اللہ ﷺ کے غزوات سے اُن کو روشناس کرائے اور ایمان و اخلاق کے سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی واقتداء کے لیے اُن کے حوصلے اور ہمتیں بڑھائے۔

7۔ کتاب وسنت کی اہمیت:

طالب علموں کو اس بات کا قائل کرے کہ عرب وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت دے کر عزت عطا فرمائی لیکن انہوں نے جیسے جیسے غیر اللہ سے اور کسی دوسری جگہ سے عزت حاصل کرنی چاہی' اللہ نے اُسی قدر اُن کو ذلت و رسوائی

میں مبتلا کر دیا۔ جیسے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

لہٰذا کافروں پر فتح ونصرت حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم اپنی زندگی میں اور اپنے تمام معاملات میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو حاکم سمجھیں' انہی دونوں چیزوں سے ہر فیصلہ کرائیں' اس کے ساتھ ساتھ جدید اسلحہ کی قوت بھی حاصل کریں' تربیت یافتہ مسلم نوجوان کی شکل اختیار کریں' جس کی نشوونما بہادری' مردانگی پر ہوئی ہے' جو ایمان سے اپنا سینہ بھر لیتا ہے اور صحیح منہج اور درست عقیدے کا التزام کرتا ہے۔

اسی کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ معلّم اپنی استطاعت کے مطابق جب اپنے عمل میں مخلص ہو اور تعلیم وتربیت دینے میں منہجِ اسلامی کی پابندی کرنے والا ہو تو وہ ایک مضبوط اور پختہ کار نسل کی بنیاد رکھتا ہے جو ہر حد سے تجاوز کرنے والے کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے اور وہ توحید کا جھنڈا بلند کر دیتا ہے' تا کہ کفر وشرک کے قلعوں کی بیخ کنی کرے۔ وہ مربی دنیا کے قید خانے میں حیران وپریشان رہنے والی انسانیت کو آزادی سے مالا مال کرتا ہے' اُن کو اُن کے رب کی طرف رہنمائی کرتا ہے' ان کے خالق کی معرفت کراتا ہے' اُس ظلم سے خلاصی اور چھٹکارا دلاتا ہے جس میں وہ زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اوّل درجے کے معلّم اور سب سے عظیم مربی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴾ [ابراهيم : ١]

''یہ ایک پرنور کتاب ہے۔ اسے ہم نے تم پر اسی لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ یعنی اُن کو اُن کے پروردگار کے حکم سے غالب وقابل تعریف ہستی (خدا) کی طرف لے جاؤ''۔

رسول اکرم ﷺ کا اپنے متعلق ارشاد ہے:

((إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ))

''میں تو ایک رحمت ہوں جس سے رہنمائی لی جاتی ہے''۔

(حدیث صحیح ہے۔صحیح الجامع: ح ۲۳۴۵)

لہٰذا ہر مربی و معلم پر ضروری ہے کہ اپنا آئیڈیل اور اپنے شاگردوں کا آئیڈیل اور اسوہ حسنہ رسول مقدس ﷺ کی ہستی کو منتخب کرے جو کہ رب العالمین کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر آئے۔ کیونکہ اللہ نے قرآنِ مجید میں فرمایا:

﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانبیاء: ۱۰۷]

''اور اے محمد (ﷺ)! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

8۔ غیر اسلامی عقائد سے حفاظت:

معلّم کو چاہئے کہ طلباء کو ان بنیادی چیزوں سے ڈراتا رہے جو دین کی عمارت تہس نہس کر دیتی ہیں۔ مثلاً ملحد کمیونزم، یہودیت، سوشلزم، علمانی (سیکولر) عقیدہ جو دین سے خالی ہے، نظریۂ قومیت، جس کے حامل غیر مسلم عربی (کافر عربی) کو مسلمان عجمی پر فوقیت وفضیلت دیتے ہیں۔ یہ تمام کافر فرقے ہیں۔ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾

[آل عمران: ۸۵]

''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا''۔

اسی طرح طالب علم کو مغربی جمہوریت سے، ڈکٹیٹر اور عوامی ڈیموکریٹ (جمہوری) نظاموں سے ڈراتا رہے کیونکہ یہ سب شریعت الٰہی سے ہٹ کر فیصلے کرتے ہیں۔

9۔ اطاعت والدین:

بچوں کو والدین کی نافرمانی سے ڈرانا معلم کی ذمہ داری ہے' وہ بتائے کہ جب تک والدین اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی کا حکم نہ دیں اُن کی اطاعت تم پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾ [الإسراء: ٢٣، ٢٤]

''اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو' اگر اُن میں سے کوئی ایک یا وہ دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ اُن کو جھڑکنا' اُن سے ادب کے ساتھ بات کرنا اور عجز ونیاز سے اُن کے آگے جھکے رہو اور اُن کے حق میں دُعا کرو کہ اے پروردگار! جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت سے پالا ہے تو بھی اسی طرح اُن پر رحمت فرما''۔

10۔ کلمہ طیبہ:

جو بچے بالکل چھوٹے ہوں اُن کو کلمہ طیبہ یاد کرانا چاہیے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدٌ عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

اور جب وہ بڑا ہوتا جائے اور عقل وشعور کی دہلیز پر قدم رکھتا جائے تو اُسے کلمہ طیبہ کا اس کی سمجھ کے مطابق معنی بھی سمجھانا چاہیے کہ اس سے مراد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

11۔ محبت الٰہی کا بیج:

بچوں کے دل میں محبت الٰہی اور اللہ پر ایمان کا بیج بچپن ہی میں بو دینا

چاہئے اور اُسے بتانا چاہئے کہ اللہ ہی ہمارا خالق و مالک اور رازق ہے' وہی ہماری مدد کرتا ہے' وہ یکتا ہے' اس کے کاموں میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

12۔ محرمات سے ڈرانا:

طلباء اور اولاد کو حرام چیزوں سے ڈرانا والدین اور اساتذہ کی انتہائی ذمہ داری ہے۔

(ا) کفر' گالی گلوچ' لعن طعن اور بیہودہ کلام سے اُن کو ڈرایا جائے اور اُن کو بڑے پیار اور شفقت سے سمجھایا جائے کہ اللہ کا انکار کرنا اور اُسے نہ ماننا اور کسی لحاظ سے بھی اس کے ساتھ کفر کرنا گھاٹے اور آگ میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ اور ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے بچوں اور شاگردوں کے سامنے اپنی زبان کو احتیاط سے استعمال کریں تا کہ اُن کو ہمارے اندر ایک اچھا نمونہ نظر آئے۔

(ب) طالب علم اور اولاد کو یہ باور کرانا چاہئے کہ ہر قسم کا نفع ونقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے' اس لیے اُسی کے سامنے دست بدعا ہونا چاہئے۔ اللہ کے سوا کسی کو اپنی حاجات ومشکلات کے لیے نہیں پکارنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذاً مِّنَ الظَّالِمِيْنَ ﴾ [یونس : ۱۰٦]

''اور اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہیں کچھ فائدہ دے سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے' اگر ایسا کرو گے تو ظالموں (یعنی مشرکوں) میں سے ہو جاؤ گے''۔

(ج) اولاد کو جوئے کی تمام اقسام کا شکار ہونے سے محفوظ رکھنا چاہئے مثلاً لڈو' بارہ ٹہنی وغیرہ خواہ تسلی اور وقت گزارنے کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ چیزیں آدمی میں لگن پیدا کر کے اُسے حقیقی جوئے باز بنا دیں گی' جس کی بنا پر باہم دشمنی پیدا ہوگی۔ اور یہ کام اُن کے لیے' ان کے مال کے لیے' ان کے وقت کے لیے اور خصوصی طور پر نماز کے وقت کے لیے نہایت خسارے اور ضائع ہونے کا

باعث ہیں۔

(د) بچوں کو ایسے رسالے اور ناول پڑھنے سے روکنا چاہئے جو نیم عریاں تصویروں والے یا بیہودہ کہانیوں والے، جنس پرستی کے قصوں والے ہوں۔ نیز سینماؤں میں اور ٹیلی ویژن، وی سی آر پر ایسے ڈرامے اور فلمیں دیکھنے سے بھی روکنا چاہئے کیونکہ اُن سے بچے کا مستقبل اور اخلاق تباہ ہو جاتا ہے۔

(ہ) بچے کو تمباکو نوشی سے دور رکھنا چاہئے اور اُسے بتانا چاہئے کہ تمام ڈاکٹروں اور حکیموں کا اس پر اتفاق ہے کہ تمباکو نوشی صحت کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے، کینسر جیسے موذی مرض کا بھی باعث ہے، اس سے دانت خراب ہو جاتے ہیں، ان پر داغ پڑ جاتے ہیں، ان میں گندی بو ہے جس سے انسان اور فرشتے نفرت کھاتے ہیں، سینے اور پھیپھڑوں کے لیے بھی نقصان دِہ ہے۔ بہر حال اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ لہٰذا اس کا استعمال اور خرید و فروخت حرام ہے۔

بچوں کو اس کے عوض پھل کھانے اور بچوں کی من پسند نمکین اشیاء کھانے کی نصیحت کرنی چاہئے۔

(و) بچوں کو جھوٹ سے روک کر سچ کا عادی بنانا چاہئے اور اُن کو نصیحت کرنی چاہئے کہ وہ نہ اساتذہ سے جھوٹ بولیں اور نہ والدین سے اور نہ آپس میں اور اس کی عادت تبھی پڑے گی جب ہم اُن بچوں کے سامنے جھوٹ نہ بولیں، حتیٰ کہ مذاق کے طور پر بھی ایسا نہ کریں اور جب بھی ہم اُن سے کوئی وعدہ کریں تو اُسے ضرور پورا کریں۔ اور یہ حدیث اُن کو بھی سنائیں اور خود بھی اس پر عمل کریں کہ:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَ إِذَا أُتُمِنَ خَانَ))

''منافق کی نشانیاں تین ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اُسے امانت سونپی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

(ز) اپنی اولاد کو حرام مال نہیں کھلانا چاہیے مثلاً رشوت' سود' چوری کا مال اور ملاوٹ و دھوکے بازی سے کمایا ہوا مال وغیرہ۔ کیونکہ حرام مال اولاد کی بدبختی' سرکشی اور نافرمانی کا سبب بنتا ہے۔

(ح) اپنی اولاد کے لیے ہلاکت اور غضب الٰہی کی بددعا نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ ہر طرح کی مانگی ہوئی دُعا خواہ خیر کی ہو یا شر کی قبول ہو جاتی ہے اور بسا اوقات شر اور غضب الٰہی وغیرہ کی مانگی ہوئی دُعا سے اولاد مزید گمراہی و تباہی کے گڑھے میں گر سکتی ہے۔ اس لیے افضل یہی ہے کہ ہم اولاد کو اُن کی نافرمانی کے موقع پر بھی یہ دُعا دیں:

''اللہ تیری اصلاح کرے۔ اللہ تجھے ہدایت عطا فرمائے''۔

13۔ احکام نماز:

(ا) اپنی اولاد کو قرآنِ کریم کی تعلیم دینی چاہیے۔ سب سے پہلے سورۂ فاتحہ اور چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کرائی جائیں تاکہ بچہ اُن کو نماز میں پڑھ سکے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو بچپن ہی سے پوری نماز باترجمہ یاد کروانے کا اہتمام ہونا چاہیے۔

(ب) بچوں کو اپنے ساتھ نمازِ جمعہ اور دیگر نمازوں کے لیے مسجد میں لے کر جانا چاہیے اور ان کو نماز پڑھنے کی تلقین کرنی چاہیے۔ اگر وہ غلطی کریں تو نرمی اور پیار کے ساتھ اُن کی اصلاح کرنی چاہیے' ان کو زیادہ تنگ کرنا' چیخ چلا کر ڈانٹنا نہیں چاہیے تاکہ کہیں وہ بالکل ہی نماز نہ چھوڑ بیٹھیں۔

(ج) بچوں کو نماز کے احکام، شروط، آداب، سنن، واجبات، ارکان، اذکار کی تعلیم دینی چاہیے اور نماز کو باطل کرنے والی چیزوں سے اُن کو آگاہ کرنا چاہیے اور جماعت کے دوران اگلی صفیں مردوں کی اور پچھلی صفیں بچوں کی ہونی چاہیے۔

(د) بچوں کو سات سال کی عمر ہی سے نماز کا عادی ہونا چاہیے تاکہ وہ بالغ ہونے تک نماز کے عادی بن چکے ہوں۔

14۔ پردہ وحجاب:

(ا) بچیوں کو بچپن ہی سے پردہ کرنے کی ترغیب دینی چاہیے تاکہ وہ بڑی ہونے تک پردے کی پابند ہو چکی ہوں۔ اُن کو چھوٹے' تنگ اور بہت باریک کپڑے نہ پہنائے جائیں جو فحاشی کا ذریعہ ہیں۔ ہر حال میں مردوں اور کافروں کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔ اس سے نوجوان لڑکوں کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں اور جنس پرستی کی دعوت ملتی ہے۔

ساتویں سال ہی سے اُسے سر ڈھانپنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ بلکہ عملی تربیت کرنی چاہیے اور جب بالغ ہو جائے تو چہرہ ڈھانپنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ لمبا' گہرے رنگ والا' پورے جسم کو ڈھانپنے والا اور کھلا لباس پہننے کا حکم دینا چاہیے تاکہ بچی کی شرم وحیا اور زیب وزینت محفوظ رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِکَ أَدْنٰی أَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ﴾ [الأحزاب : ۵۹]

''اے پیغمبر (ﷺ)! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ باہر نکلا کریں تو اپنے چہروں پر چادر لٹکا کر پردہ کرلیا کریں' یہ کام اُن کے لیے موجبِ شناخت ہوگا تو کوئی اُن کو ایذا اور تکلیف نہ دے گا''۔

اور اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو اظہارِ زینت سے بھی منع فرماتے ہوئے حکم دیا:

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُوْلٰی ﴾ [الاحزاب : ۳۳]

''اور جس طرح پہلے جاہلیت کے دنوں میں تم خوبصورتی ظاہر کرتی تھیں اس طرح اب زینت نہ دکھاؤ''۔

(ب) اولاد میں سے ہر ایک کو اس کی جنس والا خاص لباس پہنانا چاہیے' بچوں کو مردوں والا اور بچیوں کو عورتوں والا' تاکہ دونوں کی شناخت اور امتیاز باقی رہے۔ غیر مسلموں کے لباس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور اسی طرح دوسری نقصان دہ

عادات سے بھی بچنا چاہیے۔ صحیح حدیث میں ہے:

((لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ ، وَلَعَنَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ))

''نبی اکرم ﷺ نے اُن مردوں پر لعنت کی جو عورتوں سے مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں اور تکلف سے عورتیں بننے والے مردوں پر لعنت کی اور تکلف سے مرد بننے والی عورتوں پر بھی لعنت کی''۔ (بخاری)

اور رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

((وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ))

''یعنی جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرتا ہے وہ انہی میں شمار ہوتا ہے''۔

(حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد)

15۔ اچھی عادات وآداب:

۱۔ ہمیں بچوں کو کھانے' پینے' چیز پکڑانے' چیز پکڑنے میں دایاں ہاتھ استعمال کرنے کا عادی بنانا چاہیے۔ کوئی چیز کھانے پینے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ اور بعد میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھنے کی ترغیب دینی چاہیے۔

۲۔ بچوں کو صفائی اور نظافت کا خوگر بنانا چاہیے۔ وہ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوئیں' استنجاء کرنے کا طریقہ سکھلائیں۔

۳۔ ان کو چپکے چپکے نرمی کے ساتھ نصیحت واصلاح کرتے رہیں۔ اگر وہ غلطی کر بیٹھیں تو دوسروں کے سامنے اُسے رسوا نہ کریں' بلکہ علیحدگی میں اُن کو سمجھائیں اور زیادہ ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں' اگر وہ کسی عناد ومخالفت پر اصرار کریں تو اُن سے عارضی طور پر گفتگو بند کر دیں۔

۴۔ اذان کے وقت بچوں کو خاموش رہنے کا حکم دیں اور اُن کو بتائیں کہ جو جو کلمات

مؤذن کہتا ہے وہ تم بھی کہو' پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھیں اور پھر یہ دعائے وسیلہ پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا ۨالْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۨالَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ.

''اے اللہ! اے اس کامل پکار (دعوتِ توحید) اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب! محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور اُن کو اس مقام محمود تک پہنچا جس کا تو نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا ہے''۔ (بخاری)

۵۔ ہمیں ہر بچے کے لیے علیحدہ اور مستقل بستر بنانا چاہیے۔ بشرطیکہ ممکن ہو اور استطاعت ہو' ورنہ اوپر لینے والا کمبل اور لحاف تو علیحدہ ہی ہونا چاہیے۔ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ لڑکیوں کے لیے علیحدہ کمرہ ہو اور لڑکوں کے لیے علیحدہ اور یہ بچوں کی صحت اور خصوصاً اخلاق کی بہتری کے لیے ہے۔

۶۔ بچے کو عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ گندگی' تھوک' ناک کا فضلہ وغیرہ راستے کے درمیان میں نہ پھینکے۔ بلکہ راستے میں جو تکلیف دہ چیز نظر آئے اُسے وہاں سے ہٹا دیں۔

۷۔ برے ساتھیوں کی مجلس اختیار کرنے سے بچانا چاہیے اور اُن کا خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں چوراہے اور سڑکوں کے کنارے کھڑے نہ ہوں اور اخلاقی پستی کا شکار نہ ہوں۔

۸۔ گھر میں' راستے میں اور کلاس میں بچوں کو ان لفظوں سے سلام کہا جائے:
اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ.

۹۔ بچوں کو حکم دینا چاہیے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور ان کو تنگ نہ کریں۔

۱۰۔ بچوں کو مہمان کی عزت افزائی اور احترام کا عادی بنانا چاہیے اور اس کی عملی تربیت کرنی چاہیے۔

16۔ جہاد و شجاعت:

(ا) سارے خاندان اور تمام طلباء کی ایک خصوصی مجلس قائم کرنی چاہیے جس میں گھر کا سربراہ یا معلّم سیرت الرسول ﷺ یا سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم کے موضوع والی کوئی کتاب سامعین کے سامنے پڑھے تاکہ سب کو معلوم ہو کہ رسول اللہ ﷺ ایک بہادر اور شجاع رہنما تھے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً ابوبکر و عمر‘ عثمان و علی اور معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہ نے بے شمار علاقے فتح کیے اور وہ ہماری ہدایت کا سبب بنے اور وہ اپنے ایمان‘ قتال و جہاد‘ قرآن و سنت پر عمل اور بلند اخلاق و کردار کی بدولت ہمیشہ فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئے۔

(ب) بچوں کی تربیت بہادری کے اصولوں پر کریں‘ ان کو نیکی کا حکم دیں‘ برائیوں سے روکیں‘ ان میں جذبہ پیدا کریں کہ اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہونا چاہیے‘ ان کو جھوٹ بول کر‘ من گھڑت قصے سنا کر‘ اندھیرے یا کسی وہم کو سبب بنا کر ڈرانا اور خوف دلانا جائز نہیں۔

(ج) اپنے بچوں کے ذہنوں میں یہودیوں اور ظالموں سے انتقام لینے کی آگ بھڑکائیں اور اُن کو بتائیں کہ ہمارے نوجوان ہی فلسطین اور بیت المقدس جیسے مقامات کو آزاد کرائیں گے لیکن اُس وقت جب کہ وہ اسلامی تعلیمات اور جہاد فی سبیل اللہ کی طرف رجوع کریں گے جب وہ ایسا کریں گے تو ان شاء اللہ جلد ہی بحکم الٰہی اور بتوفیق باری تعالیٰ فتح اُن کے قدم چومے گی۔

(د) ان کو ایسے قصے اور کہانیوں والے رسالے خرید کر دیں جو اسلامی تربیت کے لیے فائدہ دیں۔ مثلاً قصص القرآن الکریم‘ سیرت النبی ﷺ‘ جری صحابہ رضی اللہ عنہم اور نیک لوگوں کے متعلق لکھے جانے والے چھوٹے چھوٹے رسالے جو کئی حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں‘ اُن کو پڑھائیں۔

17۔ اولاد کو عطیہ دینے میں انصاف:

(ا) نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد محترم نے اپنے مال میں سے کچھ تحفہ اور عطیہ (غلام کی صورت میں) دیا تو میری ماں اُن سے کہنے لگی (جس کا نام عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا تھا) کہ میں اس وقت تک مکمل اطمینان حاصل نہ کروں گی جب تک کہ آپ اس عطیہ و تحفہ پر اللہ کے رسول ﷺ کو گواہ نہ بنا لیں۔ میرے والد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تا کہ آپ کو میرے تحفہ پر گواہ بنا لیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟))

''کیا تو نے اپنے تمام بچوں کو اسی طرح کا تحفہ دیا ہے؟''

تو انہوں نے کہا کہ نہیں! ۔ آپ ﷺ فرمانے لگے:

((اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ))

''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو''۔ (بخاری ومسلم)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((فَلَا تُشْهِدْنِيْ إِذَنْ فَإِنِّيْ لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ))

''تو پھر مجھے گواہ نہ بنا کیونکہ میں ظلم اور بے انصافی پر گواہ نہیں بنتا''۔ (مسلم، نسائی)

(ب) اے میرے مسلمان بھائی! وصیت کرتے وقت اور تحفہ و عطیہ دیتے وقت عدل و انصاف پر قائم رہا کرو اور کسی وارث کو اس کے حصہ وحق سے محروم نہ کرو۔ بلکہ تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وراثت کی تقسیم کر کے وارثوں کے حصے مقرر کر دیے ہیں اُس پر رضا مندی کا اظہار کرو۔ خواہشات نفسانی اور کسی ایک وارث کے ساتھ قلبی میلان اور دلی جھکاؤ سے متاثر نہ ہو جاؤ ورنہ تم اپنے آپ کو آگ میں داخل ہونے کے لیے پیش کرو گے۔ کتنے ہی ایسے خطا کار انسان دیکھنے میں آتے ہیں جو اپنے مال کو کسی ایک وارث کے نام لکھ جاتے ہیں اور دوسرے وارثوں کو بالکل محروم کر دیتے ہیں یا اُن کے حق میں کمی کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا

ہے کہ ورثاء کے درمیان کینہ وبغض اور حسد وعداوت پیدا ہو کر لڑائی جھگڑے تک نوبت آتی ہے پھر دونوں فریق کچہری اور عدالت کے چکر لگاتے ہیں اور اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے خوب مال ضائع کرتے ہیں۔

18۔ جوانی کی مشکلات کا حل:

شادی:

جب بچے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ لیں تو ان کی اخلاقی تربیت میں بہت محتاط ہو جایئے' اُن کے چال چلن کی حفاظت میں مستعد ہو جایئے اور اگر استطاعت ہو' حالات اجازت دیں اور اسباب ووسائل مہیا ہوں تو جلد از جلد ان کی شادی کر دیں۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان بھی یہی ہے:

((یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ))

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شادی (کے اخراجات) کی طاقت رکھے وہ شادی کر لے۔ کیونکہ یہ آنکھ کو نیچا رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا باعث ہے اور جو استطاعت نہ رکھے وہ روزے کو لازم پکڑے کیونکہ یہ اس کی شہوت کو دبانے کا باعث ہے''۔ (بخاری ومسلم)

اگر کوئی نوجوان طالب علم مالدار خاندان کا ہو اور اس کا باپ اس کی معاشی ضروریات پوری کر سکتا ہو یا اس لڑکے کے پاس خود مال موجود ہے یا وہ کمائی کرتا ہے تو اُس کی تعلیم شادی سے مانع نہیں ہونی چاہیے' مدرسے میں یا سکول میں تعلیم بھی جاری رکھے اور شادی بھی کر لے۔ اگر والد مالدار ہو تو بچے کی بعد از بلوغت شادی کرنے میں تاخیر نہ کرے' یہ بہت بہتر ہے اِس سے کہ وہ اپنے بیٹے کو کنوارا چھوڑے رکھے اور وہ فحاشی و بداخلاقی کی جگہوں میں اپنی جوانی ضائع کرتا پھرے اور پھر اپنے والد کی بھی بدنامی اور ذلت کا باعث بنے۔ اس طرح گناہ باپ پر بھی آئے گا کیونکہ یہی اس کام کا باعث بنا۔ بیٹے کو چاہیے کہ اگر اپنے والد کے پاس مکمل استطاعت دیکھتا ہے تو خود ہی

شادی کا مطالبہ کر دے اور نرم رویہ اختیار کرے۔ باپ کی رضامندی کو مقدم رکھے اور حسن سلوک سے پیش آئے اور باپ کو اپنے بیٹے کا جہاں تک ممکن ہو سکے دل کھول کر تعاون کرنا چاہیئے۔

اور ہر انسان کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کوئی چیز حرام کی ہے تو اس کے بدلے میں اس کی متبادل کوئی نہ کوئی چیز جائز بھی کی ہے مثلاً سود حرام کیا تو تجارت جائز اور حلال قرار دے دی' زنا حرام قرار دے کر شادی حلال قرار دی اور یہی شادی نوجوان نسل کی مشکلات کا واحد حل ہے۔

شادی نہ ہو سکے تو......:

اگر غربت و افلاس کی وجہ سے کوئی نوجوان شادی نہ کر سکتا ہو' حق مہر اور نان ونفقہ پر قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر جوانی کو محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ روزے رکھے۔ اس کے علاوہ بھی کئی طریقے ہیں جن کو ہم تفصیل سے ذکر کر رہے ہیں۔

ا۔ شرعی روزہ:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((وَ مَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ))

''اور اگر وہ شادی کی استطاعت نہ رکھے تو پھر روزے کو لازم پکڑے کیونکہ روزہ شہوت کو دبا دیتا ہے''۔

روزہ کی وجہ سے آدمی کی جوانی محفوظ رہتی ہے۔ اس حدیث میں روزہ سے مراد شرعی روزہ ہے کہ آدمی وقتاً فوقتاً نفلی روزے رکھتا رہے اور روزے سے صرف کھانے پینے سے رُک جانا ہی مطلوب نہیں بلکہ اپنی نظر کو حرام جگہ سے روک لینا' عورتوں میں مل جل جانے سے رک جانا' جنسی خیالات کو بھڑکانے والی فلموں سے رک جانا' جذبات کو مشتعل کرنے والے قصے' حکایات اور ناول نہ پڑھنا بھی لازمی ہے۔

ہر نوجوان کو چاہیئے کہ اپنی نظر کو عورتوں پر پڑنے سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ آدمی کی صحت کا راز پاکدامنی اور عفت میں مضمر ہے۔ اور اگر عورتوں پر نظر ڈالنے سے

پرہیز نہ کیا جائے تو آدمی اپنی شہوت وخواہش نفسانی کی رَو میں بہک کر کئی مصیبتوں اور بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عورت کی طرف اگر دیکھنا ہے تو جائز طریقے سے دیکھنا چاہیے اور وہ طریقہ ہے شادی کا اور اسی کے ساتھ ہی آدمی کی اچھی شہرت اور بہترین انجام متوقع ہے۔

۲۔ روحانی تربیت:

ماہر نفسیات علماء کا بیان ہے کہ انسان میں موجود جنسی طبیعت کو ترقی وعروج دینا ممکن ہے۔ جب شادی کے اسباب مہیا نہ ہو سکیں تو پھر آدمی اپنی جوانی کو جنسی میلان کی تنزلی اور پستی میں لے جانے کے بجائے اس جنسیت کو ترقی کی منازل طے کرائے اور فحاشی کے پاس بھی نہ پھٹکے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو روحانی مشقت وتربیت میں مصروف کر دو تو خود بخود نفسانی خواہش دب جائے گی اور روحانی تربیت کے لیے ہمیں نیک اعمال میں توجہ کرنا پڑے گی۔ مثلاً نماز‘ روزہ‘ تلاوت قرآن‘ حدیث نبوی ﷺ کا مطالعہ‘ پاکیزہ لوگوں کی سیرت کا مطالعہ غور کے ساتھ کرے یا پھر آدمی روحانی ترقی کے لیے عملی میدان کے لیے وقف ہو جائے‘ دنیا سے کٹ جائے اور دین کی تلاش میں مگن ہو جائے‘ یا پھر نقشہ نویسی اور دوسرے کاموں میں مشغول ہو جائے۔ مثلاً قدرتی مناظر‘ نہریں‘ درخت اور پہاڑ وغیرہ بنائے لیکن ان میں کسی جاندار کی شکل نہ ہو۔ گویا کہ اپنے آپ کو گناہ کے قریب جانے سے روکنے والی کسی طرح کی مشغولیت اپنا لے۔

۳۔ جسمانی مشقت:

گناہ سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو جسمانی مشقت میں الجھا لینا چاہیے۔ بدنی تربیت کی طرف لگن پیدا کر لینی چاہیے۔ مثلاً باڈی بلڈرز بننا‘ کراٹے سیکھنا‘ ایسی کلاسوں اور پروگراموں میں شامل ہونا جس میں جوان لڑکے اور لڑکیاں مخلوط نہ ہوں اور وہاں صرف جسم کو مشقت میں ڈالنے والے کام ہوں‘ ان کے ساتھ آدمی کو جنسیت میں سوچ وبچار کا موقع کم ملتا ہے اور اس طرح وہ برے کاموں سے بچا رہتا ہے کیونکہ

اگر وہ جنسی سوچ د بچار میں رہے اور برے کام کرے تو جسمانی فٹنس اور طاقت میں فرق پڑتا ہے۔ یوں یہ جسمانی تربیت آدمی کو زنا سے دور رکھتی ہے۔

جب کوئی نوجوان اپنے جنسی خیالات محسوس کرتا ہے تو اس کا واحد سبب یہ ہوتا ہے کہ اس میں کچھ زائد طاقت ہوتی ہے تو اگر وہ اس زائد طاقت کو کسی جسمانی عمل کے ساتھ صرف کردے گا تو اس کے جنسی خیالات ماند پڑ جائیں گے مثلاً لمبی مسافتوں کے لیے گھڑ سواری کرنا' بوجھ اٹھانا' کشتی کرنا' دوڑ لگانا' مقابلے میں دوڑنا' تیراندازی کرنا' تیرنا' علمی مقابلوں میں ذہن کو مصروف رکھنا وغیرہ۔ یہ سب کام شہوت میں کمی کر دیتے ہیں۔

۴۔ دینی کتب:

ان میں سے سب سے اہم یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے پھر احادیث نبویہ ﷺ کا مطالعہ کیا جائے۔ اسی طرح کتبِ تفسیر بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ نیز قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کا کچھ حصہ زبانی بھی یاد کرنا چاہیے۔ سیرت نبوی ﷺ' خلفائے راشدین کی تاریخ' عظیم مفکرین کی تاریخ پر عبور حاصل ہونا چاہیے۔ دینی وعلمی پروگرام سننا قرآنِ مجید کی تلاوت سننا یہ سب کچھ جنسی طبیعت سے آدمی کو دور کر دیتا ہے۔

خلاصہ

نوجوانوں کے لیے سب سے زیادہ مفید اور نفع بخش دوا اور حل صرف شادی ہے۔ اگر وہ نہ ہو سکے تو پھر روزہ' روحانی ترقی' جسمانی مشقت اور علم نافع بھی جوانی کی مشکل حل کر دیتے ہیں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جو سکون اور ٹھہراؤ کی ضامن ہیں۔ ان میں بہت قوت ہے اور ان میں نفع ہی نفع ہے' نقصان کا شائبہ بھی نہیں۔ پھر نگاہ کو اس جگہ سے روکے رکھنا جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے اور اللہ سے تعلق کو مضبوط کرنا بھی بہت معاون چیز ہے۔ خصوصاً رات کو اللہ کے حضور خلوص دل سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شادی آسان فرمادے۔

باب 5

تربیت کے نمونے

اسلامی طرزِ عمل اور دینی منہج پر تربیت کرنے والے ایک باپ کا ذکر سنیے جو اپنے بیٹے کی نہایت شاندار تربیت کر رہا ہے اور اسے بہت ہی پیاری پیاری وصیتیں کر رہا ہے' جو اس قدر مفید ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے مقدس کلام یعنی قرآن مجید میں ذکر کیا۔

لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو وصیتیں

اللہ تعالیٰ نے ان کی وصیتوں کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا:

﴿ وَإِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ ﴾ [لقمٰن : ۱۳]

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہہ رہے تھے''۔

1۔ ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمٰن : ۱۳]

''اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' شرک تو بہت بڑا ظلم ہے''۔

یعنی کسی لحاظ سے بھی عبادات میں کسی کو اللہ کا شریک نہ مقرر کرنا جیسے کہ حاجت اور پریشانی کے وقت مردوں کو یا غائب افراد کو پکارنا اور ان سے دعائیں کرنا۔

دعا بھی ایک عبادت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ))

''دعا تو عبادت ہی ہے''۔ (اسے ترمذی نے حسن' صحیح قرار دیا ہے)

لقمان حکیم کی وصیت میں شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ [الانعام : ۸۲]

''جو لوگ ایمان لائے اور بعد میں ظلم نہ کیا (تو یہی لوگ امن والے اور ہدایت یافتہ ہیں)''۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت مشکل گزری۔ وہ کہنے لگے کہ اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! (اللہ نے فرمایا ہے جو ظلم نہ کرے گا صرف اُسے امن حاصل ہوگا اور ظالموں کو نہیں) تو ہم میں سے کون ایسا ہے جو ظلم نہیں کرتا؟ اپنے اوپر تو ظلم ہر کوئی کرتا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ ذٰلِكَ إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ أَلَمْ تَسْمَعُوا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهِ ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس آیت میں عام ظلم مراد نہیں بلکہ اس سے شرک مراد ہے (اور اس کی دلیل کہ ظلم کا لفظ شرک پر بھی بولا جاتا ہے یہ ہے کہ) کیا تم نے لقمان کی اپنے بیٹے کو کی ہوئی یہ وصیت نہیں سنی کہ اے بیٹا! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے''۔

2۔ ﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ [لقمان : ١٤]

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں (حسن سلوک کی) تاکید کی ہے' اس کی ماں نے اُسے تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے پیٹ میں اٹھایا۔ پھر اس کو اُس نے دو سال دودھ پلا کر چھڑانا ہوتا ہے' اُسے یہ تاکید کی کہ میرا بھی شکر ادا کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی۔ تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے لقمان حکیم کی شرک سے بچنے کی نصیحت اور صرف صرف اللہ کی عبادت کرنے کی وصیت کے ساتھ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا تذکرہ کیا۔ دونوں کو اکٹھا اس لیے بیان کیا کہ جس طرح عبادت الٰہی میں توحید کی بہت اہمیت ہے

اسی طرح والدین کے حقوق بھی بہت اہم ہیں۔ اور ماں کے حقوق تو بہت ہی زیادہ ہیں، جس نے پہلے پیٹ میں تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا پھر جنم دیا پھر دودھ پلاتی رہی اور باپ اس کے نان ونفقہ کے لیے محنت مزدوری کر کے کماتا رہا۔ لہٰذا اب وہ مستحق ہیں کہ اولاد جس طرح اللہ کا شکر ادا کرتی ہے اُن کا بھی شکریہ ادا کرے۔

3۔ ﴿ وَ إِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ [لقمان : ١٥]

''اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو اُس چیز کے متعلق اُن کا کہا نہ ماننا۔ ہاں! دنیا کے کاموں میں اُن کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع کرے اُس کے رستے پر چلنا پھر تم کو میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ تو جو کام تم کرتے رہے میں تم کو سب کاموں سے آگاہ کروں گا''۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ تیرے متعلق مکمل حرص کریں کہ تو اُن کے دین پر چل پڑے تو اُن کی یہ چاہت قبول نہ کر۔ لیکن دین میں مخالفت کو بنیاد بنا کر کہیں اُن کے ساتھ دنیاوی امور میں بھی تعلقات خراب نہ کر لینا بلکہ اُن کے ساتھ ہر دنیاوی کام میں حسن سلوک سے پیش آنا اور مومنوں کے راستے کی پیروی کرنا۔

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی اس کی تائید کرتا ہے:

((لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ))

''یعنی اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں بلکہ لوگوں کی اطاعت صرف معروف کے مطابق دنیاوی کاموں میں ہے''۔ (بخاری ومسلم)

4۔ ﴿ يٰبُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴾ [لقمان : ١٦]

''(لقمان نے یہ بھی کہا کہ) بیٹا! اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی چھوٹا ہو اور وہ بھی کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمان میں مخفی ہو یا زمین میں پوشیدہ ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی قیامت کے دن لا موجود کرے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین اور خبردار ہے''۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی ظلم یا گناہ رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن حاضر کر دے گا' جب انصاف کی ترازو قائم ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان اعمال کے مطابق بدلہ دے گا' اگر برے عمل ہوئے تو برا بدلہ' اچھے ہوئے تو اچھا۔

5۔ ﴿ يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ ﴾ [لقمان : ۱۷]

''اے میرے بیٹے! نماز قائم کر''۔

یعنی اُسے ارکان وآداب اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کر۔

6۔ ﴿ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [لقمان : ۱۷]

''اور لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دے اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا''۔

اور یہ کام پیار اور نرمی سے کرنا' سختی اور ترش مزاجی مناسب نہیں۔

7۔ ﴿ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ ﴾ [لقمان : ۱۷]

''اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اُس پر صبر کرتے رہنا''۔

یہ حکم اس لیے دیا کہ جو شخص نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے' اُسے تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے اُسے صبر کا پہاڑ ہونا چاہیے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ أَفْضَلُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ))

''وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرتا ہے' وہ اس مومن سے بہتر ہے جو لوگوں سے مل جل کر

نہیں رہتا اور اُن کی طرف سے آنے والی مصیبتوں پر اُسے صبر کرنے کا موقع نہیں ملتا''۔ (حدیث صحیح ہے۔مسند احمد)

بلا شبہ یہ مذکورہ کام خصوصاً صبر بڑی ہمت کے کام ہیں۔

8۔ ﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ﴾ [لقمان : ۱۸]

''اور (از راہ تکبر) لوگوں سے اپنا گال نہ پھلانا''۔

یعنی جب تو لوگوں سے ہم کلام ہو یا وہ تجھ سے بات چیت کریں تو ان کو حقیر سمجھتے ہوئے اُن سے منہ نہ پھیرنا بلکہ اُن کے لیے نرم رویہ اختیار کرو اور کشادہ چہرے سے ان کو ملو۔ کیونکہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

((تَبَسُّمُكَ فِيُ وَجُهِ أَخِيُكَ لَكَ صَدَقَةٌ))

''یعنی تیرا اپنے بھائی کو مسکرا کر ملنا تیری طرف سے صدقہ شمار ہوگا''۔

(حدیث صحیح ہے۔ترمذی)

9۔ ﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾

[لقمان : ۱۸]

''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو دوست نہیں رکھتا''۔

مُخْتَال کا مطلب ہے کہ اپنے آپ میں اترانا جسے خود پسند کہتے ہیں۔اور فَخُوْر کہتے ہیں دوسرے پر فخر کرنے والے کو۔

10۔ ﴿ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ ﴾ [لقمان : ۱۹]

''اور اپنی چال میں میانہ روی اور اعتدال قائم رکھنا''۔

یعنی اکڑ اکڑ کر فخر سے نہ چلنا' نہ بہت سست اور نہ بہت تیز' بلکہ دونوں کے درمیان درمیان پرسکون طریقے سے چلنا۔

11۔ ﴿ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴾

[لقمان : ۱۹]

''اور بولتے وقت آواز نیچی رکھنا (کیونکہ اونچی آواز گدھوں کی سی ہوتی ہے اور) کچھ شک نہیں کہ سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے''۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ گدھے کی آواز سب سے زیادہ قبیح ہے کیونکہ جو شخص آواز بہت بلند کرتا ہے وہ آواز کی بلندی میں گدھے کے مشابہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کے ہاں بہت قابل نفرت اور مبغوض آدمی ہے۔

گدھے کے ساتھ تشبیہ دینا اس کے حرام ہونے کا مقتضی ہے اور یہ اس کی انتہا درجے کی مذمت ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ، الْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ))

''ہمارے لیے بری مثال لائق نہیں۔ تحفہ دے کر اسے واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اُس کو دوبارہ چاٹنے لگتا ہے''۔ (بخاری)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيْكَةِ، فَسَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَ إِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا))

''جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے فضل کا سوال کرو کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہوتا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ حاصل کرو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہوتا ہے''۔

(تفسیر ابن کثیر: ج ۳، ص ۴۴۶)

فوائدِ آیات

1۔ والد کے لیے مشروع ہے کہ اپنی اولاد کو ایسی وصیت کرے جو اُن کے لیے دنیا و آخرت میں نفع کا باعث ہو۔

2۔ سب سے پہلے توحید کا حکم دے اور شرک سے براءت کی نصیحت کرے کیونکہ یہ

شرک ایک ایسا ظلم ہے جو تمام اعمال ضائع کر دینے والا ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کا شکریہ بھی ادا کرنا' ان کے ساتھ نیک سلوک اور صلہ رحمی کرنا واجب ہے۔

4۔ والدین کی اطاعت واجب تو ہے لیکن اگر وہ معصیت الٰہی کا حکم دیں تو پھر نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِيْ الْمَعْرُوْفِ))

''اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں' اطاعت تو صرف دنیا کے معروف کاموں میں ہے''۔ (بخاری ومسلم)

5۔ توحید پرست مومنوں کے طریقے کی پیروی واجب ہے اور بدعتیوں کی پیروی کرنا حرام ہے۔

6۔ ہر ظاہر اور پوشیدہ جگہ میں اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا تصور قائم کیے رکھنا اور کسی نیکی یا برائی کو خواہ وہ قلیل اور چھوٹی سی ہو' ہلکا اور حقیر نہ سمجھنا۔

7۔ نماز کو اس کے ارکان و واجبات کے ساتھ ادا کرنا اور اس میں ہر حالت اور رُکن میں اطمینان وسکون اختیار کرنا۔

8۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا واجب ہے' یہ کام علم کی روشنی میں اور نرمی کے ساتھ کرنا' اپنی استطاعت کے مطابق اسی میں کوشش کرنا۔ نیز حکمت عملی اور بہترین نصیحت کے ساتھ اسے بروئے کار لانا۔ جیسے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَأٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَ ذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ))

''تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے اُسے چاہئے کہ اُسے اپنے ہاتھ سے روکے اور تبدیل کرے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اُسے روکے' اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اُسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا

کمزور ترین درجہ ہے''۔ (مسلم)

9۔ نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے کو جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑے اُن پر صبر کرنا چاہئے کیونکہ یہ بہت ہمت وعزم والا کام ہے۔

10۔ تکبر اور اکڑ کر چلنا حرام ہے۔

11۔ میانہ روی کے ساتھ اعتدال سے چلنا چاہئے نہ بہت سست اور نہ بہت تیز۔

12۔ آواز کو بلند کرنا' ضرورت سے زیادہ اونچا کرنا گدھے کی عادات میں سے ہے' لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔

13۔ ہر معاملہ میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ کی بچوں کو وصیتیں

تربیت کرنے والا خواہ کوئی مدرّس' معلم یا باپ ہو یا مدرّسہ' معلّمہ یا ماں ہو۔ ان سب پر ضروری ہے کہ بچوں کو وہ وصیتیں ضرور سکھلائیں جو نہایت مفید ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی ہیں۔ اُن کو کسی تختی پر کندہ کروا کر کلاس روم یا گھر کے کمرے کی دیوار پر آویزاں کریں۔ بچوں کی کاپیوں میں لکھوائیں تاکہ وہ انہیں زبانی یاد کریں' پھر اُن کے سامنے ان کی فہم اور سمجھ کے مطابق کچھ تشریح کی جائے۔ یہ وصیتیں رسول اکرم ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمائی تھیں جو بالکل چھوٹی عمر کے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا کہ آپ ﷺ مجھے فرمانے لگے:

((يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ بِكَلِمَاتٍ))

''اے لڑکے! میں تجھے کچھ باتیں سکھلاتا ہوں:''

1 ((اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ))

''اللہ کی حفاظت کر وہ تیری حفاظت فرمائے گا''۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات بجا لا' اس کے ہر حکم کی تعمیل کر' اس کی ممنوعات سے اجتناب کر' تو اللہ بھی دنیا و آخرت میں تجھے کامیاب اور کامران بنا دے گا۔

❷ ((اِحۡفَظِ اللّٰهَ تَجِدۡهُ تُجَاهَكَ))

''اللہ کی حفاظت کر تو اُسے اپنے سامنے پائے گا''۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود کے دائرے میں بند رہنا اور اس کے حقوق کو ادا کرتے رہنا۔ جب تو ایسا کرے گا تو خود بخود یہ محسوس کرے گا کہ اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے رہا ہے اور تیری مدد کر رہا ہے۔

❸ ((وَ إِذَا سَأَلۡتَ فَاسۡأَلِ اللّٰهَ وَ إِذَا اسۡتَعَنۡتَ فَاسۡتَعِنۡ بِاللّٰهِ))

''جب بھی تو کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرنا چاہے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر''۔

یعنی جب تو دنیا و آخرت کے کسی معاملے میں کسی قسم کا تعاون چاہتا ہو تو اللہ کے سامنے دست سوال دراز کر۔ خصوصاً اُن کاموں میں جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے علاوہ کوئی سرانجام نہیں دے سکتا۔ مثلاً مریض کو شفا دینا' رزق عطا کرنا وغیرہ۔ یہ چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی ذات کے ساتھ خاص کر رکھا ہے۔ (یہ تشریح نووی اور ہیتمی نے ذکر کی ہے)

❹ ((وَاعۡلَمۡ أَنَّ الۡأُمَّةَ لَوِ اجۡتَمَعَتۡ عَلٰى أَنۡ يَّنۡفَعُوۡكَ بِشَيۡءٍ لَمۡ يَنۡفَعُوۡكَ إِلَّا بِشَيۡءٍ قَدۡ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيۡكَ وَ إِنِ اجۡتَمَعُوۡا عَلٰى أَنۡ يَّضُرُّوۡكَ بِشَيۡءٍ لَمۡ يَضُرُّوۡكَ إِلَّا بِشَيۡءٍ قَدۡ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيۡكَ))

''اور جان رکھ کہ اگر تمام انسانیت تجھے کسی چیز کا نفع دینے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ تجھے اُس نفع کے علاوہ کچھ نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔ اور اگر وہ تیرا کچھ نقصان کرنے کے لیے اکٹھے ہوں تو تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے سوائے اُس کے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ چھوڑا ہے''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ مومن تقدیر پر ایمان لائے اور اس کی خیر اور شر پر بھی

ایمان رکھے۔

5 ((رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَ جَفَّتِ الصُّحُفُ))

''قلمیں اٹھالی گئی ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں''۔

اس حدیث کوامام ترمذی نے روایت کیا ہے اوراسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اوراس حدیث میں اللہ تعالیٰ ہی پر توکل' اعتماد اور بھروسہ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ظاہری اسباب اختیار کرنا بھی لازم ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی کے مالک کوحکم دیا تھا کہ

((اِعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ))

''پہلے اس کا گھٹنا باندھ پھر توکل کر''۔ (حدیث حسن ہے۔ترمذی)

6 (ترمذی کی روایت کے علاوہ دوسرے ائمہ نے یہ مندرجہ ذیل الفاظ مبارکہ بھی بیان کیے ہیں اس کی اسناد کو سامنے رکھتے ہوئے جامع الاصول کے محقق نے ان کو بھی حسن قرار دیا ہے)

((تَعَرَّفْ إِلَى اللهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِيُ الشِّدَّةِ))

''تو آسانی کے وقت اللہ کی پہچان رکھ وہ تیری سختی کے وقت تیری پہچان رکھے گا''۔

یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کوسہولت و آسانی کے وقت نہ بھول اوراُن کو ادا کرتا رہ' تو جب کبھی تو پریشانی اور تنگی و سختی میں مبتلا ہوگا' تو اللہ تعالیٰ تجھے اس سے نجات عطا فرمادے گا۔

7 ((وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ))

''اور جان رکھ کہ جو چیز تجھ سے چوک جائے اور گزر جائے وہ تجھے پہنچ ہی نہیں سکتی اور جو چیز تجھے پہنچ جائے وہ تجھ سے خطا نہیں ہوسکتی''۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ تجھ سے کوئی چیز روک لے تو وہ تجھے کبھی مل نہیں سکتی اور جو

تجھے عطا کر دے اُسے روکنے والا کوئی پیدا نہیں ہوا۔

8 ((وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ))

''اور جان رکھ کہ مدد الٰہی صبر کے ساتھ ہے''۔

یعنی اپنے دشمن اور نفس پر مدد کا حصول صبر پر موقوف ہے۔ صبر کرو گے تو مدد حاصل ہوگی۔

9 ((وَ أَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ))

''اور وسعت و کشادگی تنگی و رنج کے ساتھ ہے''۔

یعنی مومن پر جو بھی مشقت اور مصیبت نازل ہوتی ہے اُس کے ساتھ ہی کشادگی بھی آ کر رہتی ہے۔

10 ((وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا))

''اور یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی بھی ہے''۔

یعنی مسلمان اگر کسی تنگی میں مبتلا ہو جائے تو اُسے یقین رکھنا چاہئے کہ اس کے بعد آسانی بھی مل کر رہے گی۔

فوائدِ حدیث

اس حدیث سے کئی ایک مسائل مستنبط ہو رہے ہیں۔

1. رسول اکرم ﷺ بچوں سے محبت کرتے تھے' آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما (جو کہ بچے تھے) کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور اُسے ''اے لڑکے!'' کہہ کر پکارا تا کہ وہ متوجہ ہو جائے پھر آپ ﷺ نے چند کلمات میں بہت سارے معانی کو یوں بند کر کے رکھ دیا جیسے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہو۔
2. بچوں کو اطاعتِ الٰہی اور گناہوں سے دوری کا حکم دینا چاہئے تا کہ اُن کو بھی دنیا و آخرت کی سعادت و خوش بختی میں سے پورا پورا حصہ نصیب ہو۔
3. اللہ تعالیٰ مومن کو سختیوں اور مشقتوں سے نجات عطا فرماتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے

آسانی والے دنوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھے' اپنی صحت اور مالداری کی حالت میں کوئی حق بھلا نہ دے۔

4. بچے کے ذہن میں عقیدۂ توحید کا بیج بو دینا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کا سوالی بنا کرے اور اُس کے ذہن میں صرف اللہ سے مدد طلب کرنے کا نظریہ کوٹ کوٹ کر بھر دینا چاہئے۔ اور یہ تمام باتیں والدین اور تربیت کرنے والوں کی ذمہ داری ہے۔

5. بچوں کو تقدیر اور اس کی خیر وشر پر ایمان رکھنے کا احساس بچپن ہی میں دلا دینا چاہئے کیونکہ یہ چیز ایمان کے ارکان میں سے ایک ہے۔

6. بچے کی تربیت اچھی اور نیک فال کے طور پر کرنی چاہئے کہ جب یہ بچپن ہی میں کچھ سیکھ لے گا تو اپنے مستقبل میں جری' بہادر اور صالح انسان بنے گا اور اپنی امت کے لیے ایک انمول ہیرا ثابت ہوگا۔

7. آپ ﷺ نے اپنی امت کو ہر کام میں صبر کرنے کی تعلیم دی اور بتلایا کہ یہ نصرت الٰہی کے حصول کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

8. آپ ﷺ نے یہ بھی رہنمائی فرمائی کہ جب بھی کوئی غم' رنج اور مصیبت آتی ہے تو اس کے بعد کشادگی لازماً آتی ہے خصوصاً جب کہ مصیبت کے وقت میں دُعا بھی کی جاتی رہی ہو۔

9. صادق ومصدوق ہستی یعنی رسول مقدس ﷺ خبر دے رہے ہیں کہ ہر تنگی کے بعد جلد ہی آسانی بھی آتی ہے۔

باب 6

اسلام، ایمان اور متفرق آداب

اب ہم آپ کے سامنے بچے کی اسلامی تربیت کے لیے کچھ ایسی چیزیں ذکر کر رہے ہیں جو اگر بچے کو سکھلا دی جائیں تو وہ مستقبل میں ایک عظیم ہستی کی صورت میں معاشرے کے سامنے آتا ہے۔

ارکانِ اسلام

اسلام کے پانچ رُکن ہیں جو بچوں کو اچھی طرح ازبر کرانے چاہئیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ))

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے''۔

❶ ((شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ))

''یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں''۔

یعنی معبود تو بہت بنائے گئے ہیں لیکن معبود برحق صرف اللہ ہے اور دین الٰہی میں محمد ﷺ کی پیروی کرنا واجب ہے۔

❷ ((وَ إِقَامِ الصَّلَاةِ))

دوسرا یہ کہ ''نماز کو قائم کرنا''۔

یعنی نماز کو اس کے ارکان و واجبات کا لحاظ رکھتے ہوئے ادا کرنا اور اس میں خشوع و خضوع اختیار کرنا۔

❸ ((وَ إِيْتَاءِ الزَّكَاةِ))

تیسرا رکن ہے ''زکوٰۃ ادا کرنا''۔

جب مسلمان ساڑھے سات تولے سونے کا یا اس سے زیادہ کا مالک ہو یا ساڑھے باون تولے چاندی کا یا اس سے زیادہ کا مالک ہو یا چاندی کی مالیت کے برابر کوئی دوسری نقدی اس کے پاس ہو تو اُس میں سے چالیسواں حصہ ادا کرنا یا جانوروں وغیرہ کے متعین نصاب کا مالک ہو تو اس میں سے معین حصہ نکالنا۔ لیکن یہ سب اس وقت ہے جب کہ مال کی موجودگی پر سال گزر جائے۔

❹ ((وَ حَجِّ الْبَيْتِ))

چوتھا رکن ہے "بیت اللہ کا حج کرنا"۔

جس شخص کے پاس مال ہو اور وہ تندرست ہو تو حالت امن میں اُس پر عمر بھر میں ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے۔

❺ ((وَصَوْمِ رَمَضَانَ))

پانچواں رکن ہے "رمضان کے روزے رکھنا"۔

یعنی طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت کے ساتھ کھانے' پینے' جماع اور تمام روزہ توڑنے والی چیزوں سے رک جانا۔

(یہ روایت بخاری ومسلم کی ہے)

فوائدِ حدیث

(ا) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دینے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہ کریں' اس کے سوا کسی کو آڑے وقت میں نہ پکاریں' اُس کی عبادت صرف اُس طریقہ سے کریں جو مشروع ہے اور کتاب وسنت سے ماخوذ شریعت الٰہی کے ساتھ ہی فیصلے کریں۔

(ب) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دینے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اُن کے احکام کو بجا لائیں' اُن کی خبروں کی تصدیق کریں' آپ کے منع کردہ کاموں سے اجتناب کریں کیونکہ آپ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔

ارکانِ ایمان

ایمان کے چھ ارکان ہیں:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْاِیْمَانُ)) یعنی ایمان کی تعریف یہ ہے:

❶ ((أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ))

''تو اللہ کے ساتھ ایمان لائے''۔

یعنی وہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات' اسماء و صفات اور ربوبیت میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔

❷ ((وَ مَلَائِكَتِهٖ))

''اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے''۔

یعنی اُن کے وجود کو تسلیم کرے اور یقین رکھے کہ وہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور وہ احکاماتِ الٰہیہ نافذ کرتے ہیں۔

❸ ((وَ كُتُبِهٖ))

''اور اس کی کتابوں پر ایمان لائے''۔

یعنی اُس کی نازل کردہ کتابیں مثلاً تورات' انجیل' زبور کو تسلیم کرے اور قرآن کو اُن سے افضل اور اُن کو منسوخ کرنے والا مان لے۔

❹ ((وَ رُسُلِهٖ))

''اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے''۔

جن میں سے سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری اور افضل محمد ﷺ ہیں۔

❺ ((وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ))

''اور آخرت کے دن پر ایمان لائے''۔

یعنی یہ تسلیم کرے کہ ایک حساب و کتاب کا دن قائم ہو گا جس میں لوگوں کے اعمال کا محاسبہ ہو گا۔

❻ ((وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَ شَرِّهِ))

''اور تقدیر کی اچھائی اور برائی کے ساتھ ایمان لائے''۔

یعنی اپنے ظاہری اسباب کو استعمال کرو لیکن کام جیسا بھی ہو' اچھا ہو یا برا اُس کو تقدیر سمجھ کر تقدیر کے لحاظ سے اچھا ہونے یا اپنے حق میں ناپسندیدہ ہونے پر راضی رہ کہ اللہ نے یوں ہی لکھا تھا۔ (اس حدیث کو مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے)

فوائدِ حدیث

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

❶ اللہ کے ساتھ ایمان رکھنا راحت و اطمینان پیدا کرتا ہے اور دخول جنت پر ابھارتا ہے۔

❷ فرشتوں پر ایمان لانے سے مقصود یہ ہے کہ عمل کیا جائے۔ کیونکہ فرشتے ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہے ہیں۔

❸ کتابوں اور رسولوں کے ساتھ ایمان لانا علم و تعلّم اور سیدھی راہ حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے۔

❹ آخرت کے دن پر ایمان لانا نیک اعمال سرانجام دینے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔

❺ تقدیر پر ایمان لانا یہ احسان پیدا کرتا ہے کہ اللہ نے جو بھی خیر یا شر مقدر کیا ہے اُس پر راضی رہا جائے۔

اللہ عرش پر ہے

قرآنِ پاک' احادیث صحیحہ' عقل سلیم اور فطرتِ سلیمہ سب اس پر دلالت

کرتے ہیں کہ اللہ عرش کے اوپر ہے۔ آیئے دلائل پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

❶ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ [طٰهٰ : ۵]

''رحمان عرش پر مستوی ہوا (یعنی بلند ہوا)''۔

ہم نے مستوی ہونے کا مطلب بلند ہونا اس لیے کیا ہے کہ صحیح بخاری میں تابعین رحمہم اللہ سے بھی یہ ہی تفسیر منقول ہے کہ وہ استواء سے بلندی ہی مراد لیتے تھے۔

❷ رسول اکرم ﷺ نے عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا:

((أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ))

''کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟''

سب نے جواب دیا کہ جی ہاں!۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف بلند کی اور اسے لوگوں کی طرف بھی جھکایا اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ))

''اے اللہ! گواہ ہو جا''۔ (مسلم)

❸ نمازی اپنے سجدہ میں تسبیح پڑھتا ہے:

((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى))

''میرا رب پاک ہے جو سب سے بلند ہے''۔

اور وہ دُعا کرتے وقت آسمان کی جانب ہاتھ بلند کرتا ہے۔

❹ جب آپ بچوں سے سوال کریں کہ اللہ کہاں ہے؟ تو وہ اپنی فطرتِ سلیمہ کی وجہ سے یہی جواب دیتے ہیں کہ وہ آسمانوں میں ہے۔ یعنی اوپر والی جہت میں ہے۔

❺ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ ﴾ [الأنعام : ۳]

''اور وہی اللہ آسمانوں میں (معبود) ہے''۔
ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ ہم ایک گمراہ فرقہ جہمیہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ اُن کا یہ قول اللہ کی گستاخی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے بہت بلند ذات ہے۔ تو فِي السَّمَاءِ بمعنی عَلَى السَّمَاءِ ہے۔ یعنی آسمان میں ہونے سے مراد آسمانوں پر ہونا ہے۔ کیونکہ اللہ کی ذات آسمان میں تو نہیں سما سکتی۔

تو مفہوم یہ نکلا کہ ذات کے لحاظ سے وہ آسمانوں بلکہ عرش سے بھی اوپر ہے البتہ اپنے علم کے لحاظ سے وہ ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارا کلام سنتا ہے' ہم سب کو دیکھتا ہے۔

6 ایک دلچسپ اور مفید قصہ:

تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ اپنی اولاد کے سامنے مفید قصے بیان کیا کریں' جو عقیدے کی اصلاح میں نفع بخش ہوں۔ کیونکہ قصے اور واقعات جاذبِ نظر ہوتے ہیں اور دیر تک یاد رہتے ہیں۔ ہم بھی ایک واقعہ ذکر کر رہے ہیں۔

معاویہ بن حکم سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی جو اُحد پہاڑ اور جوانیہ جگہ کے آس پاس بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں بھی اِدھر آ نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بھیڑیا آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری اُٹھا کر لے گیا۔ میں بھی بنی آدم میں سے ایک شخص تھا' لوگوں کی طرح میرے اندر بھی غصہ موجود تھا۔ میں اُسے دبا نہ سکا اور اُسے ایک تھپڑ مار دیا۔ پھر مجھے افسوس لاحق ہوا تو میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہ قصہ سنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہت عظیم خیال کیا کہ تو نے اُس بے چاری پر ظلم کیا ہے۔ میں نے پوچھا: ''اے اللہ کے پیغمبر! کیا میں اُسے آزاد کر دوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اُسے میرے پاس لے کر آ''۔ جب وہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟'' اُس نے کہا: ''آسمان میں''۔ آپ نے

دوسرا سوال کیا: ''میں کون ہوں؟'' تو وہ کہنے لگی: ''آپ اللہ کے رسول ہیں''۔ تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے آزاد کردوں۔ یہ مومن عورت ہے۔ (مسلم۔ابوداؤد)

فوائدِ قصہ

1۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی بھی مشکل اور مسئلہ درپیش ہوتا' خواہ چھوٹا سا ہی ہوتا' وہ فوراً رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تاکہ اس مسئلہ کے متعلق حکم الٰہی سے واقف ہوسکیں۔

2۔ کوئی بھی فیصلہ ہو اُسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس لانا چاہئے۔ اب چونکہ آپ ﷺ ہمارے پاس نہیں اس لیے آپ کی لائی ہوئی کتاب اور سنت کی طرف فیصلہ لے جانا چاہئے۔ تاکہ اس آیت مبارکہ پر عمل ہو:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [النساء: ٦٥]

''تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں اور تنازعات میں آپ کو منصف اور فیصل نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ فرمادیں اُس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اُسے خوشی خوشی تسلیم نہ کرلیں''۔

3۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک صحابی کا اپنی لونڈی کو مارنا اچھا نہ سمجھا' اس کا انکار کیا اور عظیم جرم خیال کیا۔

4۔ کافر غلام کی بجائے مومن غلام کو آزاد کرنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس لونڈی کا امتحان لیا اور جب اس کا مومن ہونا واضح ہوا تو آپ ﷺ نے اُس کے آزاد کرنے کا حکم فرمادیا۔

5۔ توحید کے متعلق سوال کرنا واجب ہے اور توحید میں سے ایک یہ چیز بھی ہے کہ اللہ کو عرش کے اوپر سمجھا جائے اور اس کی معرفت رکھنا واجب ہے۔

6۔ یہ سوال کرنا مشروع ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ اور یہ سنت ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بھی لونڈی سے یہی سوال کیا۔

7۔ یہ جواب دینا مشروع ہے کہ اللہ آسمان میں (یعنی آسمان کے اوپر) ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے اِس جواب کو تسلیم کیا اور قرآنِ مجید میں بھی اس جواب کی موافقت موجود ہے:

﴿ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَاءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ ﴾ [الملك : ١٦]

''کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس ذات سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

(تفسیر ابن جوزی)

اور آسمان میں ہونے سے مراد آسمان کے اوپر ہونا ہے۔

8۔ اللہ کے آسمان میں ہونے کا اعتقاد رکھنا ایمان کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور یہ ہر مومن کی ذمہ داری ہے۔

9۔ ایمان کے صحیح ہونے کے لیے لازمی ہے کہ محمد ﷺ کے لیے رسالت کا اقرار کیا جائے۔

10۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان کرے کہ اس کی ذات ہر جگہ موجود ہے، وہ غلطی پر ہے اور اس کا قول مردود ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ اس کی ذات تو عرش پر ہے لیکن وہ اپنے علم کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔

11۔ رسول اللہ ﷺ کا اس لونڈی کو پوچھ گچھ کے لیے بلانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو لونڈی کا ایمان معلوم نہ تھا۔ اور یہ اُن جہلاء پر ردّ ہے جو آپ ﷺ کے عالم الغیب کے قائل ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ لوگوں سے کہیں:

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ إِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

[الاعراف : ۱۸۸]

''کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو مومنوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں''۔

آدابِ اسلام

اے میرے مسلمان بھائی! اللہ مجھ کو اور آپ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ یاد رکھیے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے کئی ایک ایسے آداب اور اخلاقی پہلو پیش کیے ہیں جو ہر مسلمان کو انفرادی طور پر اور معاشرے کو اجتماعی طور پر دنیوی و اُخروی سعادت کی ضمانت دیتے ہیں۔اُن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

1۔ نظافت:

اپنے بچوں کو اور اپنے آپ کو عادت ڈالیے کہ اپنے گھر' اپنے کام' اپنے جسم کو ہمیشہ صاف رکھیں خصوصاً نمازوں کی ادائیگی کے لیے مسجد میں جاتے وقت اور بالخصوص نماز جمعہ کے لیے مسجد کی طرف جاتے ہوئے صفائی ستھرائی اور نظافت و طہارت کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔ غسل کرو' خوشبو لگاؤ اور پھر سب سے خوبصورت لباس کا انتخاب کرو۔ میلے کچیلے یا گندے' بدبو دار کپڑے پہن کر نہ جاؤ' مسجد کے قالین کو تکلیف دہ بدبو سے بھری ہوئی جرابوں سے نہ روندو۔ اس کے ساتھ دوسرے نمازیوں کو تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ کیونکہ جہاں قالین میں اس کی گندی بدبودار جرابوں کی بو جذب ہو چکی ہو' جب وہاں کوئی نمازی سجدہ کرتے ہوئے اپنا ناک اور پیشانی رکھے گا تو بہت اذیت محسوس کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ متنفر ہو کر کہیں نماز ہی نہ چھوڑ دے۔

اسی طرح مسواک کو کثرت سے استعمال کرنا چاہئے۔ خصوصاً نماز اور وضو کے موقع پر اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ رسول اکرم ﷺ نے بہت ساری احادیث میں اپنی امت کو مسواک کی ترغیب دی ہے۔ آپ ﷺ کا ایک فرمان یہ ہے:

((اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ))

''مسواک منہ کی صفائی اور رب کی رضامندی کا ذریعہ ہے''۔

(حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد)

مسجد میں جانے سے پہلے اور کام کے لیے روانہ ہونے سے پہلے پیاز اور لہسن نہ کھائیے تاکہ نمازی حضرات اور آپ کے پاس بیٹھنے والے ساتھی اس کی بو سے کراہت محسوس نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَكَلَ ثُوْمًا أَوْ بَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنَا وَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ))

''جس نے لہسن یا پیاز کھایا تو وہ ہم سے دور رہے اور ہماری مسجد سے بھی دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے''۔ (بخاری و مسلم)

میرے خیال کے مطابق تمباکو کے دھویں کی بو جو بعض نمازیوں کے منہ سے محسوس ہوتی ہے وہ یقیناً لہسن اور پیاز کی بو سے زیادہ کراہت والی ہے اور تمباکو نوشی کے متعلق تو کئی ایک علماء کا فتویٰ ہے کہ یہ حرام ہے۔ کیونکہ یہ جسم' مال اور پاس بیٹھنے والوں کے لیے ضرر و تکلیف کا باعث ہے اور یہ اُن خبیث چیزوں میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے یوں ڈرایا ہے:

﴿ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ﴾ [الأعراف : ١٥٧]

''اور وہ (پیغمبر ﷺ) اُن کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور خبیث چیزیں حرام قرار دیتا ہے''۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ))

''کسی کو نہ تکلیف پہنچاؤ اور نہ تکلیف میں پڑو''۔ (حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد)

اب اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے تمباکونوشی کو دیکھئے کہ وہ جسم کو بھی نقصان دیتی ہے' پاس بیٹھنے والے کی تکلیف کا باعث بنتی ہے اور مال کو بھی تباہ کرتی ہے۔ لہٰذا اس کبیرہ گناہ سے پرہیز کیجئے۔

2۔ لوگوں کے ساتھ معاملات:

لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہئے' حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ مثلاً

(ا) جس بھلائی کو تو اپنے حق میں اچھا سمجھتا ہے اور پسند کرتا ہے' دوسروں کے لیے بھی اُسی کو اچھا خیال کیا کر۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔ (بخاری ومسلم)

(ب) خرید وفروخت کرتے وقت نرم مزاجی اور اچھے گفتار وکردار سے پیش آؤ۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ ، سَمْحًا اِذَا اشْتَرٰی، سَمْحًا اِذَا قَضٰی ، سَمْحًا اِذَا قْتَضٰی))

''اللہ اس بندے پر رحم کرے جو بیچتے وقت بھی نرم ہو' خریدتے وقت بھی نرم ہو' (قرض یا رقم کی) ادائیگی کے وقت بھی نرم ہو اور (قرض وغیرہ کا) مطالبہ کرتے وقت بھی نرم ہو''۔ (بخاری)

(ج) لوگوں میں مل جل کر رہنا چاہئے۔ اُن کے ساتھ تعلقات بحال رکھنے چاہئیں' ان کی خیر خواہی اور اصلاح میں مشغول رہنا چاہئے اور ان کی تکلیفوں کو صبر سے سہنا چاہئے تاکہ اس حدیث کے مطابق عمل ہوسکے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ الَّذِیْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَ يَصْبِرُ عَلٰی أَذَاهُمْ أَفْضَلُ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِیْ لَا يُخَالِطُهُمْ وَ لَا يَصْبِرُ عَلٰی أَذَاهُمْ))

''وہ مسلمان جو لوگوں میں خلط ملط ہو کر یعنی مل جل کر رہتا ہے اور لوگوں کی تکالیف پر صبر کرتا ہے' وہ اس مسلمان سے افضل و اعلیٰ ہے جو نہ اُن کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور نہ ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے''۔

3۔ انصاف اور قبولِ حق:

جو شخص آپ کے سامنے سچی اور حق بات کہہ رہا ہو تو انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ آپ اُسے قبول کریں۔ خواہ وہ سچ کسی بچے کی زبان سے نکلے یا آپ کا دشمن اور مدمقابل اُسے بیان کر رہا ہو۔ لوگوں کو حقیر سمجھتے ہوئے اُن کی زبان سے نکلا ہوا حق اور سچ کبھی نہ ٹھکراؤ۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس کام سے ڈرایا اور فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ))

''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی تکبر ہوا''۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اور لباس خوبصورت ہو اور اس کا جوتا بھی خوبصورت ہو' تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ))

''بلاشبہ اللہ بھی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر یہ ہے کہ حق کو ردّ کیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے''۔ (مسلم)

4۔ اعترافِ خطا:

جب آپ سے کوئی خطا ہو جائے تو اپنی غلطی کا اعتراف کیجئے اور اس سے معذرت بھی کیجئے۔ کیونکہ غلطی کا اعتراف بہتر ہے اس سے کہ باطل پر اڑا جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَّ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ))

''آدم کا ہر بیٹا غلطی کا پتلا ہے اور سب سے بہتر خطا کار وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں''۔ (حدیث حسن ہے۔ ترمذی)

توبہ کرنے والوں سے وہی لوگ مراد ہیں جو اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے اُن سے رجوع کر لیتے ہیں اور اللہ کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔

5۔ عدل اور قول حق:

(ا) عدل و انصاف کا دامن کسی جگہ نہ چھوڑیے حتیٰ کہ اپنے دشمنوں میں بھی انصاف کیجئے۔ کسی قوم کے ساتھ دشمنی آپ کو اس کام پر آمادہ نہ کرے کہ تم فیصلے میں اُن پر ظلم کرنے لگو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدہ : ۸]

''اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ بیٹھو' انصاف کیا کرو۔ کیونکہ یہ پرہیز گاری کے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو' یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے''۔

(ب) ہمیشہ حق بات کہو خواہ وہ تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو یا قریبی رشتہ داروں یا دوستوں کے مخالف ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا حکم فرمایا ہے:

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾

[النساء : ۱۳۵]

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لیے سچی گواہی دو خواہ اس میں تمہارے یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو خدا اُن سب کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل و انصاف کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم پیچ دار (جھوٹی) گواہی دو گے یا گواہی سے بچنا چاہو گے تو جان رکھو کہ اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے''۔

6۔ احکام دین کے سامنے سر تسلیم خم کرنا:

دین کا جو بھی حکم ہو اُس کے سامنے گردن جھکا دو۔ یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ اس نے جو اِسلام قبول کیا ہے اس کا معنیٰ یہی ہے۔ اِسلام اِستِسلَام سے ماخوذ اور مشتق ہے اور اِستِسلَام کا مطلب ہی یہ ہے کہ مطیع ہو جاؤ، گردن جھکا دو، احکاماتِ دین کو اپنی رائے اور عقل سے پرکھنے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ عقل ایک محدود چیز ہے۔ ایک حد پر پہنچ کر اس کی رسائی ختم ہو جاتی ہے اور یہ انسانی عقل ایک ناقص چیز ہے۔ اسی لیے اکثر غلطی کا شکار رہتی ہے اور دین کے تمام امور و احکام کی تفسیر اور تہ تک پہنچنے سے عاجز اور قاصر ہے۔ اسی لیے تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: اگر دین (ہماری ناقص) رائے اور عقل کے ساتھ ہوتا تو موزے کے اوپر والے حصے کی نسبت اس کا نچلا حصہ زیادہ لائق تھا کہ اس پر مسح کیا جائے۔ (ابوداود۔ جامع الاصول کے محقق نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

حقیقی مسلمان وہ ہے جو شریعت کے احکامات کو اس کے مخفی سبب کی معرفت حاصل کیے بغیر نافذ کرتا ہے۔ جس طرح کہ سپاہی اور فوجی اپنے کمانڈر اور سالار کی ہر بات اور حکم کو بغیر کسی بحث کے قبول کر لیتا ہے۔ کیونکہ اُسے علم ہوتا ہے کہ میرا کمانڈر اور سالار مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ جب اسلام نے خنزیر کا گوشت حرام قرار دیا تو مسلمانوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور اس کا سبب دریافت نہ کیا اور آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد جدید طب اور ڈاکٹروں نے اس پر تحقیق کر کے اس کے نقصانات سے آگاہ کیا۔ اس لیے ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو بھی حرام قرار دیا ہے، وہ واقعی نقصان دہ ہے۔

7۔ ہمسائے کے حقوق:

اپنے قول و فعل کے ساتھ کسی پڑوسی کو کسی قسم کی اذیت و تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کام کی برائی یوں بیان کی:

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، اَلَّذِيْ لَا يَأْمَنُ

جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ))

''اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، جس کا پڑوسی اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہیں''۔ (بخاری)

اور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ))

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے''۔

راستے میں گندگی اور کوڑا کرکٹ نہ پھینکو خصوصاً اپنے پڑوسیوں کے سامنے ایسے نہ کرو۔ مثلاً کیلے کے چھلکے، تربوز کے چھلکے اور دوسری چیزوں کے چھلکے اور بیج وغیرہ گزرنے والوں کے راستے میں پھینکنے سے جس قدر ہو سکے پرہیز کرو۔

مجھے یاد ہے کہ ایک آدمی نے کیلے کے ایک چھلکے کے ذریعے سے دوسرے آدمی کی ٹانگ توڑ دی اور وہ چھ ماہ تک بستر پر پڑا رہا۔

آپ کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ راستے سے ہر تکلیف دہ چیز کو ہٹاتے جاؤ۔ خصوصاً اپنے پڑوسی کے گھر کے سامنے سے۔ یہ بہت عمدہ خصلت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَتُمِيطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ))

''اور تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا صدقہ ہے''۔ (بخاری ومسلم)

جب تیرے ہمسائے کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کا خیال رکھ، اس کی مصیبت میں غم خواری کر، اس کا تعاون کر اور غم میں شریک ہو تاکہ اس کا غم ہلکا ہو، اپنے ریڈیو کی آواز زیادہ بلند نہ کر کہ ہمسائے تنگ ہوں۔ اور اپنے گھر والوں اور مہمانوں سے اس قدر کھل کر بلند آواز سے باتیں نہ کرو کہ پڑوسی کے آرام میں خلل آئے۔ خصوصاً جب کہ وہ بیمار ہو یا تھکا ماندہ ہو کیونکہ ان دونوں حالتوں میں آدمی نیند اور راحت کا بہت محتاج ہوتا ہے۔

8۔ وعدہ وفا کرنا:

جب آپ کسی شخص سے' خواہ کوئی بچہ ہی ہو' کوئی وعدہ کریں تو مقررہ وقت پر اُس وعدے کو پورا کیجئے۔ خرید و فروخت محض فریقین کے متفق ہو جانے اور وعدہ کر لینے سے پوری ہو جاتی ہے۔ بیعانہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مومن جب بولتا ہے تو سچ ہی کہتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے اور جو شخص وعدہ خلافی کرتا ہے' وہ منافقین کے ایک وصف کے ساتھ متصف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))

''منافق کی تین نشانیاں ہیں' جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اُسے امانت سونپی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

9۔ بیمار پرسی کے آداب:

اسلام نے مریض کی تیمار داری کے متعلق بہت ترغیب دی ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ بیمار آپ کا رشتہ دار یا پڑوسی ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: يَا ابْنَ اٰدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ، قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ أَعُوْدُكَ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهُ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهٗ))

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک آدمی سے کہے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار تھا تو نے میری تیمار داری کیوں نہ کی۔ بندہ کہے گا: اے پروردگار! میں تیری کیسے تیمار داری کرتا (تو کیسے بیمار ہوا) تو تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے؟ اللہ فرمائے گا: کیا تجھے علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اُس کی بیمار پرسی نہ کی' کیا تجھے علم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تو مجھے اس کے

پاس پاتا''۔ (مسلم)

عیادت اور بیمار پرسی کے کئی ایک آداب ہیں:

(ا) عیادت کے لیے ملاقات مختصر ہونی چاہیے تاکہ مریض پریشان نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات وہ راحت، نیند یا قضائے حاجت کی سخت ضرورت محسوس کر رہا ہوتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ آپ کے وہاں زیادہ دیر ٹھہرنے سے وہ پریشان ہو۔ ہاں! ایک صورت ہے کہ وہ آپ سے بہت زیادہ مانوس ہو اور اس سے گہرے تعلقات ہوں تو ملاقات لمبی ہوسکتی ہے۔

(ب) اس کے پاس زیادہ گفتگو کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور اس کی بیماری کی تفصیل پوچھ کر اُسے مزید بے آرام نہیں کرنا چاہیے۔

(ج) مریض کے دل کو سکون اور فرحت پہنچانے کی کوشش کیجیے اور اُس کی شفا اور صحت کی امید میں اضافہ کریں اور اسے کہیے کہ آپ شفا کی منزلیں طے کرتے جا رہے ہیں۔

(د) مریض کے پاس پہنچ کر یہ الفاظ کہیے:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰه.

''کوئی حرج نہیں، یہ بیماری آپ کے گناہوں کو دھو ڈالے گی۔ ان شاء اللہ''۔

یا اسی مفہوم کے امید اور سکون والے الفاظ ادا کیجیے۔ اور اس کی شفا کے لیے ضرور دعا کیجیے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهُ، فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، أَنْ يَّشْفِيَكَ ، إِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ))

''جو شخص کسی بیماری کی تیمارداری کرے، جس کی موت کا وقت نہ آیا ہو اور وہ وہاں سات دفعہ یہ دعا مانگے، تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور صحت عطا فرمائے گا۔

دعا یہ ہے: أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، أَنْ يَّشْفِيَكَ. میں اللہ عظمت والے سے، جو عرشِ عظیم کا رب ہے، یہ سوال کرتا ہوں کہ تجھے شفا

عطا فرمائے‘‘۔ (اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے اس کی موافقت کی ہے)

10۔ آدابِ نظر:

جب آپ کی نظر کسی ایسی عورت پر پڑے جس نے چہرہ نہ ڈھانپا ہو تو اپنی نگاہ کو اس سے جھکا لیجئے۔ کیونکہ نظر بھی زنا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

’’آنکھوں کا زنا دیکھنے کی صورت میں ہوتا ہے۔‘‘

اس لیے جن چیزوں کو دیکھنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اُن کو دیکھ کر زانیوں کی صف میں داخل نہ ہوئیے۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ فَإِنَّ الْأُوْلٰى لَكَ وَ لَيْسَتْ لَكَ الثَّانِيَةُ))

’’اے علی! ایک دفعہ نظر پڑنے کے بعد دوبارہ نظر نہ ڈال‘ کیونکہ پہلی نظر تو تیرے لیے معاف ہے اور دوسری نظر نہیں‘‘۔

(اسے احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے اسے صحیح الجامع میں حسن قرار دیا ہے)

اچانک کسی پر نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے۔ لیکن اگر دوبارہ آدمی دیکھے گا تو ظاہر ہے کہ یہ شہوت کی نظر ہے اور اسی سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ پہلی نظر ہی کو لمبا کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ بھی گناہ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نگاہ نیچی کر لیا کرو۔

یاد رکھیے کہ یہ غیر محرم کی طرف اٹھی ہوئی نظر آپ کے لیے حسرت وندامت کا باعث ہی بنے گی‘ اگر آپ کی شادی ہو چکی ہے تو جب آپ اپنی عورت سے زیادہ خوبصورت کو دیکھیں گے تو آپ کا دل اپنی بیوی کے متعلق خراب ہو جائے گا۔ اور پھر بیوی کے متعلق ذہن صاف نہ رہنے کی وجہ سے پریشانی اور میاں بیوی کے جھگڑے شروع ہو جائیں گے۔ یہ غیر محرم کی طرف دیکھنے کا نقصان ہے۔ اس سے قبل آپ کا دل مطمئن اور مسرور تھا اور آپ اپنی بیوی سے راضی اور خوش تھے۔

اور اگر آپ کنوارے ہیں تو اجنبی عورت کو دیکھنے سے تمہارے اندر جنسی

شہوت بھڑک اٹھنے کا اندیشہ ہے اور اس کا نتیجہ بسا اوقات زنا کے ارتکاب کی صورت میں سامنے آتا ہے۔اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو حکم دیا:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ [النور : ٣٠]

''مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں' یہ اُن کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو یہ کام کرتے ہیں اللہ اُن سے باخبر ہے''۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ))

''میں نے اپنے بعد کوئی فتنہ ایسا نہیں چھوڑا جو عورتوں سے بڑھ کر مردوں کے حق میں نقصان دہ ہو''۔ (مسلم)

11۔ آدابِ نصیحت:

رسول اکرم ﷺ نے دوسروں کے لیے نصیحت و خیر خواہی کرنے کی تعلیم دی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ))

''دین نصیحت و خیر خواہی کرنے کا نام ہے''۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کس کی خیر خواہی کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ عَامَّتِهِمْ))

''اللہ کے لیے' اس کی کتاب کے لیے' اس کے رسول کے لیے' مسلمانوں کے ائمہ وحکمرانوں کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے''۔

نصیحت و خیر خواہی کے کچھ آداب ہیں جن کا خیال رکھنا ازحد ضروری ہے جن کو ہم نے کائنات کے سب سے عظیم مربی اور معلم سے اخذ کیا ہے' یعنی رسول

اکرم ﷺ سے:۔

(ا) انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مسجد میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے'اس دوران ایک دیہاتی' بدوی آدمی آیا اور کھڑا ہو کر مسجد (کے ایک کونے) میں پیشاب کرنے لگا۔صحابہ کرام اُسے ڈانٹتے ہوئے اٹھے تو رسول اللہ ﷺ نے فوراً فرمایا:

((لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ))

''اس کا پیشاب منقطع نہ کرو'اسے چھوڑ دو''۔

انہوں نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے اپنا پیشاب پورا کر لیا۔پھر اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا:

((إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ، إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةِ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ))

''یہ مسجدیں اس پیشاب اور گندگی کے لائق نہیں' یہ تو محض ذکر الٰہی' نماز اور قراءتِ قرآن کے لیے ہیں''۔

پھر آپ ﷺ نے لوگوں میں سے ایک آدمی کو حکم دیا تو وہ پانی کا ایک ڈول لے کر آیا جسے اس پیشاب پر بہا دیا گیا۔(مسلم)

(ب) معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اسی دوران لوگوں میں سے کسی کو چھینک آئی تو میں نے اُس سے کہا: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ''اللہ تجھ پر رحم فرمائے''۔میرے یہ الفاظ سن کر لوگ مجھے سخت نگاہوں سے گھورنے لگے۔ میں نے کہا:''میری ماں مجھے گم پائے' تمہیں کیا ہو گیا جو اس طرح مجھے دیکھ رہے ہو؟'' وہ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے۔جب میں نے اُن کو دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں (تو میں نے بہت برا ارادہ کر لیا) لیکن میں خاموش رہا۔جب رسول اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو

میرے ماں باپ آپ (ﷺ) پر قربان! میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کبھی کوئی ایسا معلم نہیں دیکھا جو آپ ﷺ سے بڑھ کر اچھی تعلیم دیتا ہو۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے نہ تو مجھے ڈانٹا' نہ مجھے مارا اور نہ مجھے گالی دی۔ آپ ﷺ نے صرف یہ فرمایا:

((إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، وَ إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ))

"بے شک اس نماز میں لوگوں سے کسی قسم کی بھی گفتگو درست نہیں' نماز تو صرف تسبیح وتکبیر اور قرآن کی قراءت کا نام ہے"۔ (مسلم)

ملاقات اور اجازت حاصل کرنے کے آداب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوا وَ تُسَلِّمُوا عَلٰى أَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَ إِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ○ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَ مَا تَكْتُمُونَ ﴾ [النور: ٢٧ـ ٢٩]

"مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے بغیر اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور ہم یہ نصیحت اس لیے کرتے ہیں کہ شاید تم یاد رکھو۔ اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے اس میں داخل نہ ہونا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت واپس لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو' یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۔ ہاں اگر تم کسی ایسے مکان میں جاؤ جس میں کوئی نہ رہتا ہو اور

اس میں تمہارا سامان رکھا ہوا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان آیات میں لفظ ''تَسْتَأْنِسُوْا'' یہ ''اِسْتِئْنَاس'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے اجازت حاصل کرنا۔

(اسے ابن کثیر نے روایت کیا ہے)

یہ شرعی آداب ہیں جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو دی ہے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہوا کریں۔ جب گھر میں داخل ہونا ہو تو پہلے اجازت حاصل کرو اور جب داخل ہو چکو تو سلام کہا کرو۔

بہتر یہ ہے کہ آدمی تین دفعہ اجازت طلب کرے' اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ اُسے واپس چلے جانا چاہئے۔ جیسے کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے تین دفعہ اجازت طلب کی۔ لیکن گھر سے جواب نہ آیا تو وہ واپس چلے گئے۔ ادھر عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ خیال آیا تو وہ کہنے لگے کہ کیا میں نے ابھی ابھی عبداللہ بن قیس (یعنی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کی آواز نہیں سنی جو داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہے تھے؟ اُسے اجازت دو۔ اُن کو جب بلانے کے لیے کوئی باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ تو واپس جا چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلا کر پوچھا کہ آپ واپس کیوں چلے گئے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نے تین دفعہ اجازت طلب کی تھی' لیکن اجازت نہیں ملی تو میں لوٹ گیا۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا:

((اِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا وَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَنْصَرِفْ))

''جب تم میں سے کوئی شخص تین دفعہ اجازت طلب کرے لیکن اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے''۔ (بخاری ومسلم)

عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''کہیں تم نے یہ حدیث خود تو نہیں گھڑی۔ جاؤ دلیل لے کر آؤ ورنہ سخت سزا دوں گا۔'' وہ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس گئے اور اُن کو عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ سنایا۔ وہ کہنے لگے: اس کام کے لیے ہم میں سے کوئی نہیں جائے گا سوائے ہم میں سے سب سے چھوٹی عمر والے کے۔ تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، جو اُن سب میں سے کم عمر تھے وہ گئے اور عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث سنا دی تو وہ بولے کہ مجھے بازاروں میں خرید و فروخت نے اس حدیث سے نا آشنا رکھا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج ۳، ص ۲۷۸)

حاصل آیات و حدیث

ان آیاتِ مبارکہ اور حدیث شریف سے بہت سارے مسائل مستنبط ہوتے ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

1۔ ملاقات کے لیے آنے والے کو چاہیے کہ گھر والوں سے اجازت لیے بغیر گھر میں قدم نہ رکھے، جب تک اسے گھر والوں کی اس کے داخل ہونے سے رضا مندی اور رغبت معلوم نہ ہو، اُسے داخل نہیں ہونا چاہیے۔

2۔ ملاقات اور زیارت کے لیے آنے والے کو سب سے پہلے اپنے میزبان اور اس کے گھر والوں کو سلام کا تحفہ پیش کرتے ہوئے یہ کہنا چاہیے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُیُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰى أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللّٰهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً﴾

[النور: ٦١]

''اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے گھر والوں کو سلام کہا کرو کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور بہت پاکیزہ تحفہ ہے''۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ.

3۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب تم مسجد نبوی ﷺ میں جاؤ تو کہو: اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ. اور جب اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو اُن کو کہو: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ. اور جب کسی ایسے گھر اور جگہ میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو وہاں یہ الفاظ کہو: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ. ''سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر''۔

قتادہ رحمہ اللہ نے اُن کے اس قول میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ ایسی خالی جگہ میں یہ الفاظ ادا کرنے سے فرشتے آدمی کو سلام کا جواب لوٹاتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ج ۳، ص ۳۰۵)

مردوں اور عورتوں سب کے لیے سلام کے الفاظ یکساں ہیں۔ مسلمان عورت دوسری مسلمان عورتوں کو سلام کہے اور وہ اُن مردوں کو بھی سلام کہے جو اس کے محرم رشتہ دار ہیں۔ مثلاً بھائی' بیٹے' ماموں' چچا وغیرہ اور آدمی محرم عورتوں کو سلام کہے۔

4۔ کسی عورت کو بھی کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے نہیں جانا چاہیے جیسا کہ بعض عورتوں کی یہ عادت ہے۔ کیونکہ بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ گھر میں صرف ایک مرد موجود ہوتا ہے تو یوں دونوں کا تنہائی میں اکٹھا ہونا حرام ہے اور بسا اوقات ہوسکتا ہے کہ وہ برہنہ ہو یا اپنی بیوی کے ساتھ لیٹا ہوا ہو۔

5۔ اپنے بیوی بچوں کو جھوٹ کا عادی نہ بنایئے جیسے بعض لوگ گھر میں موجود ہوتے ہیں اور اگر کوئی ملنے کے لیے آتا ہے تو وہ اپنے بیوی بچوں سے کہتے ہیں کہ تم کہو کہ ''وہ گھر میں نہیں ہیں''۔ ہاں بہتر یہ ہے کہ اگر آپ کسی انتہائی اہم کام میں مشغول ہوں تو معذرت کر لیجئے۔ یہ آپ کے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے۔ اور ملاقات کے لیے آنے والے کو عذر قبول کر لینا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ ﴾ [النور : ۲۷]

''اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو۔ یہ تمہارے

لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے''۔

6۔ ملاقات کے لیے آنے والے کو چاہیے کہ اجازت طلب کرتے وقت گھر میں نہ جھانکے۔ کیونکہ نظر سے بچانے ہی کے لیے تو اجازت کا حصول لازم قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ اَنْ يَّفْقَئُوْا عَيْنَهُ))

''جس شخص نے کسی کے گھر میں اُن کی اجازت کے بغیر جھانکا تو اُن کے لیے جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں''۔

رسول اکرم ﷺ جب کسی کے گھر ملاقات کے لیے آتے تو آپ ﷺ دروازے کے بالکل سامنے منہ کر کے کھڑے نہیں ہوتے تھے' بلکہ دروازے سے دائیں جانب یا بائیں جانب کھڑے ہوکر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہتے۔ (حدیث صحیح ہے۔ احمد)

7۔ اس گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے جس میں گھر کا مالک نہ ہو یا اُس کا کوئی سمجھدار بیٹا نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ﴾ [النور : ۲۸]

''اگر ان گھروں میں تم کسی کو نہ پاؤ تو تم اُن میں داخل نہ ہوا کرو' حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے''۔

کسی اجنبی عورت کا مہمان کو اجازت دینا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ مثلاً بیوی کی بہن' چچا کی بیٹی' ماموں کی بیٹی' خالہ کی بیٹی' بھائی کی بیوی' ان کی اجازت ناقابل اعتبار ہے۔

8۔ رشتہ داروں کے پاس ملاقات کے لیے جاتے وقت بھی داخل ہونے سے پہلے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔ مثلاً چچا یا بھائی یا ماموں کا گھر حتیٰ کہ یہ بھی سنت ہے کہ آپ اپنی بہنوں کے پاس پہنچ کر بھی اجازت حاصل کریں۔

ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے سنا جو

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول سنا رہے تھے کہ لوگوں نے تین آیات کا انکار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ [الحجرات : ١٣]

''تم میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ صاحبِ عزت وہ ہے جو سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہے''۔

لیکن لوگ کہتے کہ نہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والا وہ ہے جس کا گھر سب سے بڑا ہو۔

ادب سارے کا سارا لوگوں نے چھوڑ دیا۔ عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: کیا میں اپنی اُن یتیم بہنوں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت مانگوں جو میرے ساتھ میرے گھر میں پرورش پا رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے بار بار اپنے سوال کو دہرایا لیکن وہ انکار کرتے رہے آخر کہنے لگے: کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ اُن کو برہنہ حالت میں دیکھے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ تو وہ فرمانے لگے کہ پھر تو اجازت لے کر اپنے گھر میں داخل ہو۔

اور ماموں، چچا، خالہ اور پھوپھی کی بیٹی، اسی طرح بیوی کی بہن، بھابھی، ان کے ساتھ تو ایک گھر میں تنہائی اور خلوت اختیار کرنا ویسے ہی ناجائز ہے۔ بلکہ ان کو ننگے چہرے میں یا زیب وزینت کی حالت میں دیکھنا ہی ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: الْحَمْوُ الْمَوْتُ))

''عورتوں پر داخل ہونے سے بچو۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! ہمیں دیور، جیٹھ کے متعلق بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تو موت ہے''۔ (بخاری)

۵۔ جب اپنے گھر میں جاؤں تو گھر والوں کو سلام کہو اور داخل ہونے سے پہلے اُن کو

اپنی آمد کی اطلاع دو۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب تم اپنی بیوی کے پاس داخل ہونا چاہو تو اسے سلام کہو۔ کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔ (ابن کثیر)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب کسی حاجت اور کام پر جانے کے بعد واپس آتے تو دروازے کے پاس پہنچ کر کھنکارتے۔ اس ڈر سے کہ کہیں ہم پر اچانک ایسی حالت میں نہ آ جائیں جسے وہ ناپسند کرتے ہوں۔

(اس قول کو ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے' اس کی سند صحیح ہے)

10۔ اپنے بچوں کو بچپن ہی سے عادی بنائیے کہ جب وہ دوسروں کے گھروں میں داخل ہونا چاہیں تو اجازت حاصل کرلیں۔ خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔

11۔ بہتر یہ ہے کہ آپ کی ملاقات مختصر ہو۔ کیونکہ گھر والے کو بسا اوقات کسی وعدے پر پہنچنا ہوتا ہے یا وہ بہت مشغول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی مومنوں کو مخاطب کر کے حکم دیا:

﴿ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ، إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ، وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ﴾ [الأحزاب : ٥٣]

''پھر جب تم کھانا کھا چکو تو واپس چلے آؤ اور باتوں میں دل لگا کر نہ بیٹھے رہو' یہ بات پیغمبر کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہوئے کہتے نہیں' لیکن اللہ سچی بات کہنے میں شرم نہیں کرتا''۔

12۔ نابینا شخص کے ساتھ بھی نامحرم عورت کا خلوت اختیار کرنا حرام ہے۔

13۔ تیرے لیے اپنے بھائی کی ڈائری اور کاپی یا خط میں بغیر اُس کی اجازت کے دیکھنا جائز نہیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ اس میں کوئی راز والی بات لکھی ہوئی ہو۔

بغیر اجازت کے داخل ہونا کب جائز ہے؟

❶ جب کوئی ایسا اچانک معاملہ پیش آ جائے کہ گھر میں فوراً داخل ہوئے بغیر کوئی

چارۂ کار نہ ہو۔ مثلاً گھر میں آگ لگی ہوئی ہو تو بچوں کو' مال کو اس کی زد سے بچانے کے لیے آپ اس گھر میں بلا اجازت داخل ہو سکتے ہیں۔

❷ مندرجہ ذیل جگہوں میں آدمی بغیر اجازت کے داخل ہو سکتا ہے:

ہوٹل' مسافر خانے' مہمان خانے' سرکاری عمارتیں' دکانیں' مساجد اور اسی طرح کی دوسری جگہیں جن کو عمومی حیثیت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَكُمْ ﴾

[النور : ۲۹]

''اگر تم کسی ایسے مکان میں جاؤ جس میں کوئی نہ رہتا ہو اور اس میں تمہارا فائدہ یا سامان ہو' تو وہاں داخل ہونے میں تم پر کچھ گناہ نہیں''۔

حصولِ اجازت کا صحیح طریقہ:

❶ جب تم کسی کی زیارت کے لیے جاؤ تو نرمی سے دروازہ کھٹکھٹاؤ اور دروازے کے دائیں جانب ہو کر صبر سے کھڑے رہو تا کہ تمہاری نظر دروازہ کھلتے وقت گھر میں نہ پڑے۔ کیونکہ بعض اوقات وہ عورت دروازے پر آتی ہے جس کی طرف دیکھنا حرام ہوتا ہے۔

اگر تمہاری دستک کا گھر سے کوئی جواب نہ آئے تو دوسری دفعہ پھر دستک دو اور کچھ دیر انتظار کرو۔ پھر تیسری دفعہ بھی دستک دو۔ اگر اب بھی جواب نہیں آیا تو واپس لوٹ جاؤ۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، فَلْيَرْجِعْ))

''جب تم میں سے کوئی شخص تین دفعہ اجازت طلب کرے اور اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ آؤ''۔ (بخاری ومسلم)

❷ پہلی دفعہ اور دوسری دفعہ دستک دینے کے درمیان میں اتنا وقفہ کرنا چاہیے کہ اگر گھر والا نماز میں مشغول ہو تو نماز سے فارغ ہو سکے۔ اور دروازہ اتنی قوت اور زور سے نہیں کھٹکھٹانا چاہیے کہ گھر والوں کے لیے باعث خوف

اور پریشانی بن جائے۔

3 جب گھر کے اندر سے پوچھا جائے کہ تم کون ہو؟ تو اپنا نام بتایا کرو، وضاحت سے نام بتاؤ اور کنیت بھی بتا دو تا کہ وہ تمہیں پہچان سکیں اور جواب میں یہ نہ کہا کرو: ''میں ہوں''۔ کیونکہ اس کے ساتھ تو پہچان حاصل نہیں ہوگی۔

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ایک دفعہ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کون؟'' تو میں نے جواب دیا: ''میں ہوں''۔ آپ ﷺ (غصے سے) فرمانے لگے: ''میں' میں''۔ یعنی آپ ﷺ نے اس لفظ کو ناپسند کیا۔

(بخاری ومسلم)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس لفظ کو اس لیے مکروہ اور ناپسند سمجھا گیا ہے کہ اس کے ساتھ ملاقات پر آنے والے کی پہچان نہیں ہوتی۔ معرفت تبھی ہوگی جب کہ واضح طور پر نام یا کنیت ذکر کی جائے جو مشہور ہو۔ ورنہ تو ہر رشتہ دار اور اجنبی بھی ''میں' میں'' کہہ سکتا ہے۔ تو اس کے ساتھ اجازت کا مقصد حاصل نہ ہوگا اور آیت میں حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا سے یہی مراد ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ج ۳، ص ۲۷۹)

4 اپنی بیوی اور بیٹی کو دروازہ کھولنے کے لیے نہ بھیجا کرو یا ٹیلی فون اٹھانے کی اجازت نہ دیا کرو، جبکہ تم یا تمہارا کوئی بیٹا گھر میں موجود ہو۔ اگر کوئی مرد نہ ہو تو پھر عورتیں دروازے کے پیچھے سے دستک کا جواب دے سکتی ہیں تا کہ اُن کو کوئی اجنبی دیکھ نہ پائے۔ اور وہ صرف یہ پوچھیں: ''کون؟'' اور کچھ نہ کہیں اور آواز میں کھردراپن اور ترش مزاجی ہو، نرمی نہ ہو تا کہ سننے والے کے جنسی جذبات نہ بھڑک اٹھیں اور وہ کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ ﴾ [الأحزاب: ۳۲]

''کسی اجنبی شخص سے نرم نرم لہجے میں باتیں نہ کیا کرو تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے وہ کوئی غلط امید نہ پیدا کر لے''۔

کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ دروازہ کھول کر دستک دینے والے کو دیکھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ﴾ [الأحزاب : ٥٣]

''اور اے مردو! جب تم ان (نبی ﷺ کی بیویوں) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے دلوں کے لیے بھی اور اُن کے دلوں کے لیے بھی بہت پاکیزگی کی بات ہے''۔

اولاد، خادموں اور رشتہ داروں کا اجازت مانگنا:

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [النور : ٥٨]

''مومنو! تمہارے غلام لونڈیاں اور تم میں سے جو بچے بالغ نہیں ہوئے وہ تین اوقات میں تم سے اجازت لیا کریں۔ ایک نمازِ صبح سے پہلے اور دوسرے گرمی کی دوپہر کو جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور تیسرے نمازِ عشاء کے بعد۔ یہ تینوں اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے وقتوں میں نہ تم پر کچھ گناہ ہے اور نہ اُن پر کہ کام کاج کے لیے ایک دوسرے کے پاس آتے رہتے ہو۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا علم والا اور بڑا حکمت والا ہے''۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان آیات میں رشتہ داروں کے ایک دوسرے کے

پاس آ کر اجازت لینے کا بیان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ اُن کے خادم، غلام، لونڈیاں اور ان کے نابالغ بچے تین حالتوں اور اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس داخل ہوں۔

1. نمازِ فجر سے پہلے۔ کیونکہ اُس وقت لوگ اپنے بستروں پر نیند میں مشغول ہوتے ہیں۔
2. قیلولہ کے وقت۔ کیونکہ اس وقت بعض اوقات آدمی اپنی بیوی کے ہمراہ کپڑے اتارے ہوئے ہوتا ہے۔
3. نمازِ عشاء کے بعد۔ کیونکہ وہ وقت نیند کا ہوتا ہے۔ تو خادموں اور بچوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان وقتوں میں گھر والوں کے پاس اچانک نہ آئیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ ایسی حالت میں ہو جسے دیکھا جانا اچھا نہ ہو۔

ان اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں اگر تم ان کو آنے کی عام اجازت دے رکھو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور اگر وہ کچھ دیکھ لیں تو اُن پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

4. جب بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو اُن پر واجب ہے کہ ہر حال میں اجازت لے کر داخل ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر: ج ۳، ص ۳۰۲)

میں کہتا ہوں کہ ہر تربیت کرنے والے مرد و عورت کو چاہیے کہ تمام بچوں، خادموں اور بالغ شاگردوں کو بھی یہ اسلام کے لائے ہوئے تمام اجتماعی آداب سکھلائیں۔ جب وہ اپنے والدین کے گھروں میں جائیں یا دوسروں کے پاس تو اُن کا خیال رکھیں۔ تاکہ ان کے اخلاق اعلیٰ سطح پر ترقی پائیں۔ اور وہ گھروں میں وہ حالت نہ دیکھنے پائیں جس کو دیکھنا ناجائز ہے۔ کس قدر اچھا اقدام ہو اگر اسلامی ممالک میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات اور اخبارات میں ذمہ دار حضرات ان آداب کی نشر و اشاعت کریں۔ تاکہ بچوں کے اخلاق محفوظ ہوں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھے ہوئے کردار کشی والی چیزیں، مرد و

عورت کا اختلاط، رقص وسرود، گانا بجانا اور بداخلاقی والی چیزیں دیکھتے ہیں۔ اسی طرح جنسی جذبات والی چیزیں دیکھتے ہیں جنہوں نے اخلاق کو کچل کر رکھ دیا ہے اور بچے دین سے منحرف ہوتے چلے جارہے ہیں۔

والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بالغ بیٹوں اور بیٹیوں کو شادی پر آمادہ کریں، حق مہر میں زیادتی، شادی کے تکلفات، محفلیں اور دوسرے ایسے کام جو نوجوانوں کے کندھوں پر بوجھ ہیں، ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جن کی وجہ سے شرعی شادی سے بے رغبتی ہوتی ہے اور لڑکے شادی نہیں کرتے بلکہ بسا اوقات خفیہ طور پر زنا کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو بھی چاہیے کہ اپنے والدین سے شادی کا مطالبہ کریں اور حق مہر تھوڑا رکھیں تاکہ شادی مشکل محسوس نہ ہو۔ اور اخلاق کی خرابیوں سے حفاظت ہو اور اس نئی نسل کی صحت، دین اور عزت و شرف مضبوطی سے قائم رہے۔

معلّم اور معلّمہ کے آداب

استاد اور استانی کو دورانِ تدریس مندرجہ ذیل چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے، جن میں سے چند ایک باتیں پیچھے بھی بیان ہو چکی ہیں۔

1. طالب علموں کے پاس آ کر اُن کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ کہے۔ اس کے علاوہ دوسرے کلمات اور الفاظ درست نہیں کیونکہ وہ شریعت میں وارد نہیں ہوئے۔ مثلاً صَبَاحُ الْخَيْر. صبح بخیر، گڈ مارننگ وغیرہ۔ البتہ شرعی سلام کا تحفہ پیش کر کے یہ الفاظ بطورِ دُعا کہے جا سکتے ہیں۔ اور استاد کو یہ بھی چاہیے کہ طالب علموں کو سلام کا یہ جواب سکھلائے: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ.

معلّم اور معلّمہ کو چاہیے کہ کلاس میں اپنی آمد کے وقت طالب علموں کو اپنے استقبال کے لیے کھڑا نہ کریں۔

2 معلّم اور معلّمہ کو چاہئے کہ طلباء و طالبات کے سامنے مسکراتے ہوئے چہرے سے آیا کریں۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((تَبَسُّمُكَ فِيُ وَجُهِ أَخِيُكَ صَدَقَةٌ))

''تیرا اپنے بھائی کو کھلے اور مسکراتے ہوئے چہرے سے ملنا بھی ایک صدقہ ہے''۔ (حدیث صحیح ہے۔ترمذی)

3 اپنا درس شروع کرتے وقت شرعی خطبہ' جسے ''خطبة الحاجة'' کہتے ہیں' پڑھے۔ جس کے ساتھ رسول اکرم ﷺ اپنا کلام شروع کرتے تھے اور وہ یہ ہے:

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَمَّا بَعْدُ .... الخ.

''یقیناً ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے' ہم اُسی کی حمد بیان کرتے ہیں' اُسی سے مدد طلب کرتے ہیں' اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں اور اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے عملوں کی برائیوں سے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے' اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کردے اُسے راہ دکھلانے والا کوئی نہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ اَمَّا بَعْدُ .... الخ''۔

4 طلباء کے ساتھ نہایت عمدہ اور اعلیٰ قسم کی گفتگو کرے۔ اگر کوئی طالب علم اچھا کام کررہا ہو تو اُس سے استاد یوں مخاطب ہو:

أَحْسَنْتَ، بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ.

''تم نے اچھا کام کیا' اللہ تجھے مزید برکت عطا فرمائے''۔

اور استاد کسی طالب علم کو غلطی کرتا ہوا دیکھے تو اُسے کہے:

اَصْلَحَكَ اللّٰهُ وَهَدَاكَ.

''اللہ تعالیٰ تیری اصلاح فرمائے اور تجھے سیدھا راستہ دکھائے''۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ))

''عمدہ بات کہنا بھی صدقہ ہے''۔ (بخاری ومسلم)

5 ایسی بات استاد کے شایانِ شان نہیں جس کے ساتھ طالب علموں کی دل آزاری' حوصلہ شکنی ہو اور اُن کی عزت نفس مجروح ہو۔ اسی طرح طلباء کا مذاق بھی نہیں اڑانا چاہئے۔ کیونکہ ایسی بری چیزیں بھی طلباء اپنے اساتذہ سے اخذ کرتے ہیں۔ انہوں نے استاد کی ہر اچھی اور بری عادت اپنانی ہوتی ہے۔

6 استاد کو ایسے طالب علموں کو تنبیہ کرنی چاہئے جو سبق پڑھتے پڑھتے سو جائیں یا کسی اور کام میں مشغول ہوں یا آپس میں باتیں کر رہے ہوں' وغیرہ۔

7 دورانِ درس طلباء کو منظم طریقے سے سوال کرنے کا طریقہ سکھایا جائے' کوئی طالب علم بغیر اجازت حاصل کیے سوال نہ کرے' اگر ایسا کرے تو استاد اُسے جواب نہ دے۔

8 معلّموں اور معلمات کو آداب اسلامی کا التزام کرنا چاہئے' اسلام پر کاربند رہیں۔ کیونکہ طلباء اور طالبات پر زیادہ اثر اساتذہ کے کردار اور سیرت کا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ایک استاد کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے اور اس کے ساتھ بیٹھنے والا استاد اسے کہے يَرْحَمُكَ اللّٰهُ. تو پھر وہ چھینکنے والا کہے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَ يُصْلِحُ بَالَكُمْ. طلباء کو بھی یہی طریقہ سکھانا چاہئے۔

جب استاد کو جمائی آئے تو وہ اپنے منہ پر بایاں ہاتھ رکھے اور ''ہاء ہاء'' کی آواز نہ نکالے۔ کیونکہ اس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ مَعَ التَّثَاؤُبِ))

''جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھے۔ کیونکہ شیطان جمائی کے ساتھ منہ میں داخل ہو جاتا ہے''۔ (بخاری ومسلم)

9. معلّموں اور معلّمات کو چاہئے کہ اپنا لباس صاف ستھرا رکھیں' طلباء کے سامنے خوبصورت حالت میں آئیں۔ لیکن اس حالت اور خوبصورتی میں تکبر شامل نہ ہو۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ))

''وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے ذل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا''۔

کسی نے پوچھا کہ اے اللہ کے پیغمبر! آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس خوبصورت ہو اور اس کا جوتا بھی خوبصورت ہو۔ تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ))

''اللہ خود بھی حسین وجمیل اور خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند بھی فرماتا ہے۔ تکبر یہ (نہیں کہ آدمی خوبصورتی حاصل کرے بلکہ تکبر یہ) ہے کہ حق کو ردّ کیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے''۔ (مسلم)

10. وہ اساتذہ جو مخلوط تعلیم والے سکولوں' کالجوں میں ہوں اُن میں اساتذہ اور طلباء کے ساتھ معلّمات اور طالبات بھی ہوں۔ اور یہ کام اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ بہر حال ایسے اساتذہ کو چاہئے کہ طلباء کو اپنے سامنے بٹھائیں اور طالبات کو پیچھے بٹھائیں۔ تاکہ پیدا ہونے والی مشکلات سے جتنا ہو سکے بچا جا سکے۔

اساتذہ کو چاہئے کہ لڑکوں کو متنبہ کریں اور خطرات سے آگاہ کر کے اُن کو لڑکیوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے روکیں۔

کسی استاد اور لڑکے کے لیے جائز نہیں کہ لڑکیوں کے ساتھ بات چیت

کرے۔ اِلّا یہ کہ کوئی نصیحت کرنی ہو اور پھر خلوت وتنہائی بھی نہ ہو اور پردے کے پیچھے سے ہو۔

معلّمات کو چاہیے کہ معلّموں کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں' اُن کے بیٹھنے کی جگہ اور سٹاف روم مردوں سے علیحدہ ہونا چاہیے۔ تاکہ اِن کی عفت و پاکدامنی اور شرف و احترام محفوظ رہے اور وہ ہمیشہ پردے میں رہیں۔

وزارتِ تعلیم وتربیت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے لڑکوں اور لڑکیوں کے ادارے' سکول اور کالج الگ الگ بنائیں۔

سعودی حکومت نے اس کام پر توجہ دی ہے اور الحمد للہ وہ اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ اور لڑکیوں کے تمام تعلیمی ادارے علیحدہ کر دیے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے تمام تعلیمی مراحل میں اختلاط سے بچ سکیں۔ اور اس طرح لڑکیاں لڑکوں کی طرف سے پیش آمدہ مسائل سے محفوظ ہو چکی ہیں۔

مخلوط تعلیم والے اداروں کی مثال یوں ہے جیسے کسی نے کہا:

أَلْقَاهُ فِي الْيَمِّ مَكْتُوفًا ثُمَّ قَالَ لَهُ إِيَّاكَ إِيَّاكَ أَنْ تَبْتَلَّ بِالْمَاءِ

''اس نے اُسے باندھ کر دریا میں پھینک دیا پھر اسے کہا کہ پانی کے ساتھ تر ہونے سے بچ جا''۔

طلباء وطالباتؓ کے آدابؒ

تعلیم حاصل کرتے وقت علم طلب کرنے والوں کو مندرجہ ذیل آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں تاکہ وہ اپنے تعلیمی مقاصد میں ترقی کی منازل طے کر سکیں۔

1۔ اپنے معلّم اور معلّمہ کا احترام کریں۔ کیونکہ یہ دونوں ہستیاں یعنی استاد اور استانی طالب علموں کو وہ کچھ سکھلاتے ہیں جو دین اور دنیا دونوں کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔ اور پھر دوسری بات یہ کہ استاد اور استانی دونوں ہی طلباء و طالبات سے عمر میں بڑے ہوتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اپنے سے

بڑی عمر والے کا احترام وتوقیر ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے۔فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا وَ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ يَعْرِفْ لِعَالِمِنَا حَقَّهٗ))

''وہ شخص ہم میں سے ہی نہیں جو بڑے کا احترام نہ کرے' چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کے حق کو نہ پہچانے''۔(حدیث حسن ہے۔مسند احمد)

2۔ استاد اور استانی جو کچھ پڑھا رہے ہوں اُس کی طرف کان لگا کر خاموشی سے سنیں تاکہ سبق سے پورا پورا فائدہ حاصل ہو۔

3۔ دورانِ سبق بغیر اجازت کے نہ بولیں تاکہ سبق سکون سے جاری رہے اور اس میں کسی قسم کا انتشار واقع نہ ہو۔

4۔ سوال کرنے کی اجازت لیں اور زیادہ سوال نہ کریں۔تاکہ سبق کا وقت محفوظ رہے اور ضائع نہ ہو۔

5۔ اپنے معلّم اور معلّمہ کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ وہ جس چیز کی طرف توجہ دلائیں اور نصیحت کریں طلباء اُسے قبول کریں۔ جب تک کہ وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیں۔

6۔ سبق کے علاوہ کسی اور کام میں توجہ نہیں کرنی چاہیے تاکہ پورا پورا استفادہ ہو سکے۔

7۔ استاد کے درس کی طرف مکمل توجہ ہو اور دورانِ سبق سونا نہیں چاہیے۔

8۔ درس اور سبق میں استاد کے بتائے ہوئے اہم اور قیمتی نکات اپنی خاص کاپی یا ڈائری میں نوٹ کر لینے چاہئیں تاکہ بعد میں اُن کو دہرا کر یاد کیا جا سکے۔

9۔ جب کوئی طالب علم کسی بنا پر تاخیر سے پہنچے تو اُسے کلاس میں داخل ہونے سے پہلے اجازت حاصل کرنی چاہیے اور پھر تمام ساتھیوں کو سلام کہنا چاہیے۔

10۔ جب کسی کالج اور سکول میں مخلوط تعلیم ہو جہاں طلباء و طالبات اور معلّم و معلّمات سب موجود ہوں۔ حالانکہ یہ کام فطرتِ سلیمہ اور ایسی اسلامی

تعلیمات کے مخالف ہے جن کے ذریعے لڑکی کو لڑکوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اور افسوسناک امر یہ ہے کہ اکثر اسلامی ممالک میں ایسا ہو رہا ہے۔ یہاں لڑکی کو لڑکوں کے ساتھ ملا کر عصمتِ مسلمہ کو تار تار کیا جا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسی تعلیم گاہوں میں طالب علم لڑکوں کو چاہیے کہ طالبات کے ساتھ مل کر نہ بیٹھیں' نہ اُن کے ساتھ باہر نکلیں' نہ اُن کو بیہودہ گفتگو سنائیں اور اُن سے دور رہیں۔

اگر ہم کسی طالب علم لڑکے سے دریافت کریں کہ کیا تو یہ پسند کرے گا کہ طلباء تیری بہن کو دیکھا کریں' اس سے مذاق کیا کریں' یا اُس کے ساتھ غلط گفتگو کریں تو وہ فوراً انکار کرے گا اور کہے گا کہ کوئی ایسا کر کے تو دکھائے میں اسے یوں کر دوں گا۔ میں بھلا اس کام پر کیسے راضی ہو سکتا ہوں۔ اسی طرح تمام طالب علم لڑکے نہیں چاہیں گے کہ اُن کی بہنوں کے ساتھ یہ سلوک ہو۔ تو پھر خود کیوں کسی کی بہن بیٹی کو تنگ کرتے ہیں۔

طالبات پر لازم ہے کہ وہ شرعی پردہ اور وقار و سنجیدگی اختیار کریں۔ طلباء سے دور رہیں۔ تاکہ اُن سے کوئی ایسی بات نہ سنیں جو اُن کے شرف و وقار اور شہرت کے لیے نقصان دہ ہو۔ اور ایسی خرابیوں کا نتیجہ لڑکی کے لیے اس وقت سامنے آتا ہے جب اُسے شادی کے لیے پیغام دیا جاتا ہے' تو بسا اوقات لڑکی کے ماضی کو دیکھ کر شادی میں رکاوٹ پڑتی ہے۔

11۔ طالبات کو طلباء سے ہر وقت پردے میں رہنا چاہیے۔ اُن کے سامنے اپنا سر' سینہ یا چہرہ ظاہر نہ کریں۔ خصوصاً مڈل' میٹرک' سیکنڈری اور یونیورسٹی کے درجے کی تعلیم گاہوں میں اس پر توجہ دینی چاہیے۔ اس کے لیے جائز نہیں کہ رنگ برنگے کپڑوں' زیب و زیبائش اور سرمہ و خوشبو کے ساتھ لڑکوں کے جذبات بھڑکائے۔ بلکہ یہ کام تو خاوند کے لیے گھر میں ہونے چاہئیں۔ اور خوشبو کا استعمال گھر سے نکلتے وقت ہر عورت کے لیے حرام ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ

کا فرمان ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوا رِيحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ وَ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ))

''جو عورت عطر استعمال کر کے باہر نکلے پھر کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تا کہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ زانیہ ہے اور ہر آنکھ زنا کا شکار ہو جاتی ہے''۔ (حدیث حسن ہے۔ مسند احمد)

اسی طرح طالبات کے لیے جائز نہیں کہ طلباء سے اور اجنبی مردوں سے ہاتھ ملا کر مصافحہ کریں۔ کیونکہ پردہ اور شرم وحیا ہی ان کی اچھی شہرت اور شرف واحترام کی علامت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَأَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ))

''تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی ماردی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ آدمی ایسی عورت کو ہاتھ لگائے جو اس کے لیے جائز نہ ہو''۔

(حدیث صحیح ہے۔ طبرانی وغیرہ)

مسلمان معلّم' مجسمۂ دعوت

ایک مسلمان معلّم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے معلّم بھائیوں کو دعوت وتبلیغ کرتا رہے' اُن کو نصیحت کرتا رہے' اُن کو بھلائی' اسلام کو مضبوطی سے تھام لینے' عمل' عمدہ خلاق' قابل تعریف اوصاف اور بہترین نمونہ بننے کی دعوت دے۔ اور یہ کام بڑے پیارے انداز سے' پرحکمت اسلوب سے کرتا رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴾ [آل عمران: ١٥٩]

''اے محمد (ﷺ)! آپ اللہ کی مہربانی و رحمت سے اُن کے لیے نرم واقع ہوئے۔ اگر تم تندخو اور سخت دِل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے تو اُن کو اب معاف کر دو اور اُن کے ۔لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو اور جب تم کسی کام کا عزم مصمم کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بھروسہ رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

اور فرمایا:

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ أَحْسَنُ ﴾ [النحل : ١٢٥]

''اے پیغمبر (ﷺ)! لوگوں کو حکمت عملی اور دانشمندی سے. اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے اور احسن طریقے سے اُن سے مناظرہ کرو''۔

اس آیت میں جو جدال اور مناظرے کا ذکر ہے اس سے عام مراد ہے خواہ مسلمان کے ساتھ اس کی نوبت آئے یا غیر مسلموں سے۔

جب کسی تعلیم گاہ میں مسلمان طلباء و معلمین کے ساتھ ساتھ بعض غیر مسلم اساتذہ و طالب علم بھی ہوں تو اُن کے ساتھ حسن سلوک سے رہنا چاہئے اور ان کو حکمت عملی اور نیک نصیحت کے ساتھ اور اچھے مناظرے کے ساتھ اسلام کی طرف دعوت دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تُجَادِلُوْا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ وَ قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَ اِلٰـھُنَا وَ اِلٰـھُکُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٤٦]

''اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے جو نہایت اچھا ہو۔ ہاں جو اُن میں سے بے انصافی کریں اُن کے ساتھ اس طرح مجادلہ کرو اور کہہ دو کہ جو کتاب ہم پر اتری اور جو کتابیں تم پر اتریں ہم سب پر ایمان رکھتے

ہیں۔ اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں''۔

ان قرآنی قوانین کی عملی صورت دیکھنے کے لیے اور ان کی اہمیت و تاثیر دیکھنے کے لیے مندرجہ ذیل واقعات پر ضرور نظر ڈالیے:

1. میں نے شام میں کافی عرصہ پہلے پڑھاتا تھا۔ ہمارے مدرسے میں ایک عیسائی معلم بھی تھا جس کا نام ''جودت'' تھا۔ میں نے اس کے ساتھ نرمی اور پیار سے بحث شروع کر دی۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا آپ کا میرے ساتھ اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام انبیاء آپس میں بھائی بھائی تھے؟ اس نے کہا: ''جی ہاں!'' میں نے کہا کہ ہم میں سے ہر مسلمان عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہے کہ اُن کی ماں کا نام مریم علیہا السلام تھا اور ہماری کتاب قرآنِ کریم میں اُن کے نام پر ایک مکمل سورت بھی موجود ہے۔ لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے رسول ہیں۔

میرے اس پہلے سوال اور بعد میں اس انداز کو دیکھ کر وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے کہا: اب آپ ہمارے اسلامی بھائی ہیں اور آپ کا عیسیٰ علیہ السلام پر جو ایمان تھا اس کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ پر ایمان لا کر آپ کے ایمان میں اضافہ ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول کرے۔

2. میں ایک مدرسے میں پڑھایا کرتا تھا۔ وہاں ایک عیسائی طالب علم بھی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ میں اس کے سامنے قرآنِ کریم کے وہ قصے بیان کرتا رہتا تھا جو عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ مریم علیہا السلام کے متعلق تھے۔ وہ مجھ سے محبت کرنے لگا اور میرے دینی دروس میں مسلسل شامل ہونے لگا۔ اگرچہ اُسے یہ حق حاصل تھا کہ اس سبق میں شامل نہ ہو۔ کیونکہ وہ غیر مسلم تھا اور یہ سبق اسلامی تعلیمات کا حصہ تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مسلمان طلباء سے پہلے ہی قرآن کریم کا سبق یاد کر لیتا' میں اس کی خوب حوصلہ افزائی کرتا تھا' جب اُس کے باپ کو اس کا پتہ چلا تو اُس

نے مذہبی تعصب اور اسلامی نفرت میں آ کر زبردستی اُسے اس سبق میں شامل ہونے سے روک دیا۔

❸ ایک عیسائی طالب علم مسلمان طلباء کے ساتھ مل کر تعلیم حاصل کیا کرتا تھا۔ میں اُن کو تربیت اسلامی کا درس دیا کرتا تھا۔ وہ اس سبق میں لازماً شامل ہوتا اور وہ اس سے دلی محبت کرنے لگا۔ کیونکہ وہ اس میں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام کے قصے سنتا اور دیکھتا کہ مسلمانوں کے ہاں عیسیٰ علیہ السلام کا کس قدر احترام ہے اور مجھ سے متعدد سوال کرتا رہتا۔

❹ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ جب وہ اپنے ساتھ کسی غیر مسلم کو دیکھے تو اس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آئے تاکہ اُسے اسلام کی خوبیوں سے روشناس کرا سکے پھر آہستہ آہستہ اُسے اسلام کی بھی دعوت دیتا رہے۔

ایک فرقہ جس کا نام ''الدروز'' ہے وہ ابو محمد عبداللہ درزی کی طرف منسوب ہیں اور یہ لوگ لبنان اور حوران کے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک آدمی مجھے ہوٹل میں ملا۔ میں نے اُسے نماز کے لیے بلایا تو اُس نے معذرت کی اور کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ میں نے اُسے نماز اور وضو کا طریقہ سکھلایا تو وہ مسجد میں نماز پڑھنے پر ہمیشگی کرنے لگا اور مسجد میں ہونے والے دروس میں شامل رہتا۔ اور جب جماعت کا وقت قریب آتا تو وہ مجھے بلانے کے لیے میرے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتا تھا۔

بہرحال ہر تربیت کرنے والے کو چاہئے کہ رسول اکرم ﷺ کی سیرت و کردار سے واقف ہو تاکہ اپنے طلباء کو اس سے روشناس کرا سکے۔ کیونکہ اس کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔

باب 7

عہد نبوی ﷺ میں اسلامی ریاستؐ

اور

دعوتِؒ سلفیہ

والدین کے لئے نبویؐ پند ونصائح

ابتدائے دعوت:

رسول اکرم ﷺ نے اپنی دعوت کی ابتداء مکہ میں کی۔ جہاں آپؐ کے ساتھ تھوڑی سی تعداد ایمان لائی پھر اُن کی تعداد آہستہ آہستہ بڑھتی ہی رہی۔

جماعت کی تشکیل:

رسول اکرم ﷺ نے مکہ ہی میں اسلام قبول کرنے والوں کو ایک جماعت کی شکل بنا دیا اور پھر آپ اس جماعت کو توحید کی بنیادوں پر پروان چڑھانے لگے جو کہ کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی عملی تصویر تھی اور اس کلمے کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔ اگرچہ لوگوں نے کچھ اور بھی معبود بنا رکھے ہیں لیکن اُن میں سے سچا معبود کوئی بھی نہیں ہے۔ سب باطل ہیں اور اُن کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ بہر حال برحق معبود صرف ایک اللہ کی ہستی ہے اور باقی تمام معبود باطل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہ ہی بیان فرمایا:

﴿ ذٰلِکَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ أَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ ﴾

[الحج : ٦٢]

’’یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے اور جس کو یہ کافر اُس کے سوا

پکارتے ہیں وہ سب باطل ہے''۔

اور رسول اکرم ﷺ نے اقسام عبادت میں سے ایک اہم نوع کی خبر دی ہے کہ

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ))

''دعا ہی عبادت ہے''۔ (اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن صحیح کہا ہے)

آپ ﷺ نے اپنی جماعت کے ساتھ مکہ میں مشرکوں کی جانب سے بے شمار آزمائشیں اور تکلیفیں برداشت کیں اور آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو مدد الٰہی کی آمد تک صبر کی توفیق دی۔

جماعت کی توسیع:

آپ ﷺ نے مکہ میں مسلمان جماعت تشکیل دینے کے بعد مدینہ منورہ کے لوگوں کو اس جماعت میں شامل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ آپ ﷺ ایام حج میں اُن کے ساتھ ملاقاتیں کرتے رہے اور ان کو دعوت اسلام دیتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانی میں آپ ﷺ کے ساتھ تاریخی بیعت کر لی۔

توحید کا اہتمام:

آپ ﷺ نے توحید کا بہت اہتمام کیا' جب آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف گورنر کی حیثیت سے روانہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ۔ وَ فِيْ رِوَايَةٍ ۔ إِلٰى أَنْ يُوَحِّدُوا اللّٰهَ))

''تیری اُن کو سب سے پہلی دعوت یہ ہونی چاہئے کہ وہ اللہ کے سوا کسی کے معبود برحق نہ ہونے کی گواہی دیں۔ ایک روایت میں ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کو ایک جان لیں''۔ (بخاری و مسلم)

اور ہر وہ شخص جو اسلامی ریاست قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے لازمی ہے کہ قائد اوّل رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق عقیدۂ توحید سے ابتداء کرے۔ اور جو شخص اس طریقے کی مخالفت کرتا ہے تو اس کا انجام بزدلی اور

ناکامی کی صورت میں ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس طریقہ نبوی ﷺ کی مخالفت کر رہا ہے جس کے مطابق آپ ﷺ نے اسلامی ریاست قائم کی تھی۔ اور دلوں میں اسلامی حکومت قائم کرنا بہت ضروری ہے جس کی بنیاد ہی عقیدہ ہے۔ پھر دلوں سے یہ توحید زمین پر بھی قائم ہو جائے گی۔

دورِ حاضر کے ایک داعی اور مبلغ کا قول ہے:

''تم دلوں میں اسلامی حکومت قائم کرو' وہ خود بخود تمہارے لیے تمہاری زمین پر قائم ہو جائے گی۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کو اپنے اوپر' اپنے اہل و عیال اور جماعت اسلامی پر لاگو کریں اور ان سب میں سے اہم توحید ہے''۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام' حاکمیت کی جانب سے اپنی پہلی حالت پر آئے گا اور بعض کہتے ہیں کہ اسلام' عقیدے کی درستی اور اجتماعی تربیت کے ساتھ واپس لوٹے گا۔ ان دونوں میں سے کون سا قول صحیح ہے؟

جواب: ایک بہت بڑے' دین کے داعی' جناب محمد قطب نے اس کا جواب مکہ مکرمہ میں دارالحدیث کی ایک مجلس میں یوں بیان کیا:

اگر دین کی دعوت دینے والے عقیدے کی تصحیح نہ کریں' صحیح ایمان پیش نہ کریں تو زمین میں دین کیسے حاکم بن سکتا ہے۔ اس کی حکومت تبھی قائم ہوگی جب کہ اس کے لیے راستہ ہموار ہو اور اس کے لیے لازمی ہے کہ عقیدہ درست ہو' ایمان صحیح ہو' دین کی وجہ سے لوگوں کی طرف سے مصائب آئیں اور یہ دعوتِ دین کا کام کرنے والے صبر کا مظاہرہ کریں' راہِ الٰہی میں جہاد کریں تو زمین میں دین الٰہی کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ یہ مسئلہ بالکل واضح ہے۔ حکومت کرنے والا آسمان سے نہیں آئے گا اور نہ وہ آسمان سے نازل ہی ہوتا ہے۔ ہاں! ہر چیز کا فیصلہ آسمانوں سے ہی اترتا ہے۔ لیکن اس میں انسانوں کو وہ مشقت اور محنت دکھانا پڑتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُن

پر فرض کی ہوتی ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَ لَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ﴾ [محمد : ٤]

''اور اگر اللہ چاہتا تو اُن سے انتقام لے لیتا۔ لیکن وہ تو تمہاری ایک دوسرے سے (لڑا کر) آزمائش کرتا ہے''۔

نیک معاشرہ:

رسول اکرم ﷺ نے ہجرت سے قبل مدینہ میں نیک معاشرہ کی بنیاد رکھ دی تھی۔ اور جب آپ ﷺ ہجرت کے بعد وہاں جلوہ افروز ہوئے تو آپ ﷺ نے جاتے ہی مہاجرین وانصار کا توحید اور محبت کی بنیادوں پر اسلامی معاشرہ از سر نو تشکیل دیا۔ اور ایک ایسی اسلامی سلطنت وجود میں آ گئی جس پر رسول اکرم ﷺ بنفس نفیس قرآن وسنت کے ساتھ حکومت کیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے آپ کے منہج پر چلتے ہوئے اس طریقے کو جاری رکھا اور ملکوں پر ملک فتح کرتے چلے گئے' ہم تک کامل دین پہنچایا اور تائید الٰہی ہمیشہ اُن کا ساتھ دیتی رہی۔

سلفی دعوت کا منہج

❶ بہت سی دینی جماعتیں لوگوں کو دعوت دیتی رہتی ہیں کہ اسلام کی طرف آئیں' شریعتِ الٰہی کو حاکم بنائیں' اسلامی نظام قائم کریں اور وہ اسلامی حکومت اس طرح قائم کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرتی رہتی ہیں جس طرح خلفائے راشدین اور ان کے بعد والے ادوار میں تھی۔ تاکہ مسلمانوں کو ان کی عزت' بزرگی' قوت اور رفعت تک دوبارہ پہنچا سکیں۔

رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو یہ دعوت بھی دی اور حکم بھی دیا کہ اپنے پروردگار کی کتاب کو اور اپنے پیغمبر ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھام لیں۔ آپ کی یہ دعوت سن کر اس امت کے سلف صالحین جن کو ہم عام طور پر صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ کھڑے ہوئے' انہوں نے اپنے قائد اور رہنما کا کلام نافذ کرنا شروع کیا' اور وہ زمین پر فتح کرتے کرتے دور نکلتے گئے۔ حتیٰ کہ ہم تک بھی انہوں نے دین کو جوں کا توں پہنچا دیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی بہت زیادہ مدد کی۔

❷ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے نیک اسلاف کے نقش قدم پر چلیں اور اُن کے لیے نمونہ بننے والی ہستیاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ اِن مسلمانوں کو بھی اپنی خصوصی مدد سے نوازے گا۔ ہر وہ جماعت جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے تھام لینے کی طرف قول و فعل سے دعوت دے گی وہی طائفہ منصورہ ہے۔ یعنی جن کی اللہ تعالیٰ ہر حالت میں مدد فرماتا ہے اور یہی جماعت سلفیہ ہے جو اسلاف کے نقش قدم پر چلتی ہے اور یہی لوگ درحقیقت اهل السنة والجماعة ہیں اور یہی لوگ فرقہ ناجیہ یعنی نجات پانے والا گروہ ہے۔

❸ جماعتِ سلفیہ تمام دینی جماعتوں سے بڑھ کر قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتی ہے اور یہی لوگ اس عقیدۂ توحید کا خوب اہتمام کرتے ہیں جس کا اللہ نے بھی اہتمام کیا ہے۔ اور قرآن میں بے شمار دفعہ اس کا ذکر کیا ہے اسی پر دین کی بنیاد قائم کی ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ اپنی نمازوں کی تمام رکعات میں اس کو بار بار دہراتے ہوئے اقرار کریں:

﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ [الفاتحه : ٤]

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں''۔

❹ سلفی (اہل حدیث) حضرات سنت کو مضبوطی سے تھامتے ہیں۔ صحیح احادیث اور ضعیف وموضوع روایات میں امتیاز کرتے ہیں۔ صحیح احادیث کو لے لینے کا حکم دیتے ہیں اور ضعیف وموضوع روایات کو ترک کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ کیونکہ

رسولِ اکرم ﷺ نے بھی فرمایا تھا:

((مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

''جس شخص نے مجھ پر ایسی بات کہی (یعنی میری طرف منسوب کی) جو میں نے نہیں کہی تو وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لے''۔ (حدیث حسن ہے۔ مسند احمد)

سلفی حضرات سلف صالحین کی طرف منسوب ہیں اور یہ سلف صالحین کون تھے؟ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہستیاں یہ سب ہی تو ہمارے نیک اسلاف ہیں۔ یہ لوگ کسی اور کی طرف منسوب نہیں ہوتے۔ اور ان کی دعوت کے اصول یہ ہیں۔

(ا) سلف صالحین یعنی صحابہؓ و تابعینؒ کی سمجھ کے مطابق کتاب و سنت کو سمجھنا۔

(ب) جب نقل حدیث صحیح ثابت ہو تو عقل (فقہ) اس کی گواہی دیتی ہے۔

(ج) سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا ''یعنی سن کر اطاعت کرنا''۔ قلبی طور پر نبی علیہ السلام سے محبت کرنا اور عملی طور پر آپ ﷺ کی پیروی کرنا۔

(د) ہمارا دین، دین اتباع ہے (کہ پیروی کی جائے) نہ کہ دین ابتداع (کہ اپنی طرف سے دین کی باتیں گھڑتے رہیں)۔

(ہ) عقیدے اور عبادت میں اصل یہ ہے کہ توقف اختیار کیا جائے۔ حتیٰ کہ اس کے جواز اور ثبوت کی دلیل مل جائے۔ اور اس کے برعکس معاملات اور کھانے پینے کی چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ سب جائز اور مباح ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی حرمت کی دلیل ملے تو اُن سے توقف کریں اور خود کو روک لیں۔

5 ہر وہ شخص جو کتاب و سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج پر چلے گا، وہ سلفی ہے۔ یعنی اس کی نسبت سلف صالحین کی طرف ہوگی، جن سے مراد صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ ہیں۔ اللہ سب پر راضی ہو۔ اور یہی لوگ درحقیقت اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔

ایک دفعہ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز سے پوچھا گیا کہ فرقہ ناجیہ (وہ گروہ

جونجات پانے والا ہے) کون سا گروہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ اس سے مراد ''سلفیون'' یعنی سلفی گروہ ہے اور ہر وہ شخص جو سلف صالحین کے منہج پر چلے گا وہ فرقہ ناجیہ کا فرد ہوگا خواہ اس کا کسی بھی تنظیم سے تعلق ہو۔ (میں نے یہ سوال و جواب حرمِ مکہ میں سنا تھا)۔

عمومی نصیحت

1. تمام مسلمانوں کو' تربیت کرنے والوں کو' دعوت دینے والوں کو اور تمام دینی جماعتوں کو چاہیے کہ رسول اکرم ﷺ کی ہر معاملہ میں اقتدا کریں۔ سب سے پہلے دینی جماعت کی نفری بڑھانے کے لیے توحید کی دعوت دیں۔ پھر وہ ایک نیک ماحول پالیں گے۔ حتیٰ کہ نیک اسلامی معاشرہ مضبوط ہو جائے گا۔ جب یہ تمام شرطیں پوری ہو جائیں گی تو پھر ایک عادل مسلمان حاکم نکل کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں حکم چلائے اور یوں وہ مسلمانوں کے لیے ان کے غلبے اور فتح کو ثابت کر دکھائے۔

2. تمام مسلمانوں پر عموماً اور دعوت دینے والوں پر خصوصاً یہ لازمی ہے کہ وہ اسلام کا حکم اپنی ذات پر اور اپنے گھرانے پر نافذ کریں۔ بعد ازاں وہ حکام بالا سے اسلامی نفاذ کا مطالبہ کریں۔ اسی طریقے سے وہ اپنے نفاذِ اسلام والے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں' ورنہ نہیں۔

ہم نے بہت ساری دینی جماعتوں کو دیکھا کہ وہ لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات اور معاملات میں اسلامی تعلیمات چھوڑ دیتے ہیں بلکہ بعض افراد دیکھنے میں آئے ہیں کہ جب اُن پر اسلام کا حکم عائد ہوتا ہے تو اُسے قبول نہیں کرتے۔

3. اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم چلانا اور اس کے لیے محنت اور جدوجہد کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے لیکن یہ کام اور فریضہ نہایت حکمت عملی اور نیک نصیحت ہی سے انجام پا سکتا ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ [النحل : ١٢٥]

''اے پیغمبر (ﷺ)! لوگوں کو حکمت و دانش اور نیک نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ اور اُن کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے مناظرہ کرو''۔

4. شریعت اسلامی کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہوئے سختی' دہشت گردی اور مظاہرے کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ کام غیر اسلامی ہیں اور ان کے ساتھ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ان کی بدولت بسا اوقات افراد کو اور معاشرے کو جسمانی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور دینی جماعتوں پر پابندیاں لگتی ہیں۔ اور بعض عربی واسلامی ممالک میں یہ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

اور بہت انوکھی اور عجیب بات بلکہ افسوس ناک بات ہے کہ ایک عربی اسلامی ملک میں عورتوں نے جلوس نکالا اور مظاہرہ کیا۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ قرآن نافذ کیا جائے اور شرعی پردہ وحجاب جاری کیا جائے۔ اندازہ کیجئے کہ مطالبہ کیا کر رہی ہیں کہ قرآن نافذ ہو لیکن خود قرآن کی مخالفت کر رہی ہیں جو اُن کو گھروں سے باہر نکلنے سے روکتا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ﴾ [الأحزاب : ٣٣]

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ یعنی بغیر کسی حاجت کے باہر نہ نکلو''۔

5. بعض لوگوں نے مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے لیے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المائدہ : ٤٤]

''اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ احکام کے ساتھ فیصلہ وحکومت نہ کرے ایسے لوگ ہی کافر ہیں''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جو شخص اس بات کا اقرار بھی کرتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ شریعت الٰہی کے مطابق حکم نہیں چلاتا تو وہ ظالم اور فاسق ہے۔ (یعنی

اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا) یہی موقف ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔

عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کفر کے کئی درجے ہیں۔ کوئی بڑا' کوئی چھوٹا (اور یہاں چھوٹا کفر مراد ہے جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا)۔

(ا) حاکم جب اللہ کے نازل کردہ احکام کے بغیر حکم چلائے اور اس کا اعتراف بھی کرے تو وہ ظالم اور فاسق ہے۔ اُسے نرمی سے نصیحت کرنی چاہیے اور اس کی اصلاح کی دعا کرنی چاہیے۔

(ب) اور وہ حاکم جو حکم الٰہی کا انکار کرے یا اس کے مقابلے میں کوئی اور قانون پسند کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ وہ دوسرا قانون زیادہ درست ہے۔ تو ایسا حاکم کافر ہے اور اگر مسلمان تھا تو وہ مرتد ہو چکا ہے۔ ایسے شخص کو بھی نرم انداز میں نصیحت کرتے رہنا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں کو حکم دیا تھا کہ فرعون کو نصیحت کریں اور نرمی سے سمجھائیں۔ حالانکہ وہ کافر تھا اور اپنے رب ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اللہ نے فرمایا:

﴿ اِذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۝ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴾

[طٰهٰ: ٤٣، ٤٤]

''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ' وہ سرکش ہو چکا ہے اور اسے نرم بات کہو شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے''۔

6 اسلام کی دعوت دینے والوں کو خود بھی چاہیے کہ اسلامی حکومت کے قیام کے پیچھے لگے رہیں۔ اور اس کوشش میں اُن کو جس قدر بھی مصائب برداشت کرنا پڑیں' اُن کو صبر سے رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق برداشت کریں۔ اور عبادت وُعا اور حکم میں اللہ کی وحدانیت کے اقرار' جہاد فی سبیل اللہ اور تربیت اسلامیہ کی طرف مسلسل دعوت دیتے رہیں۔ تاکہ نیک معاشرہ جنم لے جو زندگی کے ہر شعبہ میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلے کرے۔

باب 8

نصابی و درسی سرگرمیاں

نصابی سرگرمیوں کے طلباء پر بہت فوائد مرتب ہوتے ہیں اور حقیقتاً اس کے بہت سارے فوائد ہیں:۔

1۔ پاکیزہ گفتگو:

کلاسوں میں جانے سے پہلے طالب علموں کو اسمبلی کے لیے جمع کرنا ایک بہت عمدہ قدم ہے۔ وہاں کوئی استاد یا طلباء میں سے کوئی سب کے سامنے قرآن مجید کی کچھ آیات یا کوئی حدیث نبوی ﷺ پڑھ کر سنائے اور آیات کی مختصر تفسیر کرے اور حدیث کی مختصر تشریح کرے۔

2۔ قصے اور حکایتیں:

طلباء کی فطرت ہے کہ وہ حکایات اور قصوں کو پسند کرتے ہیں اور بڑے ذوق وشوق سے اُن کو سنتے ہیں۔ لہٰذا معلّم اور معلّمہ کو چاہئے کہ صبح اسمبلی میں، دورانِ سبق، پکنک کے لیے جاتے ہوئے دوران سفر اور سیر وتفریح کے دوران اُن کو کثرت سے قصے کہانیاں سنائیں اور کوشش کرنی چاہئے کہ قصے سچے ہوں خصوصاً وہ قصے جو صحیح عقیدے کا پرچار کرتے ہوں اور طالب علموں کے دلوں میں بہت اثر انداز ہوتے ہوں۔ اب ہم آپ کے سامنے سنتِ مطہرہ میں وارد ہونے والا ایک قصہ ذکر کرتے ہیں۔

ایک لونڈی اور بکری

معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک لونڈی تھی جو اُحد پہاڑ اور جوانیہ جگہ پر میری بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں اچانک ادھر آ

نکلا یہ اتفاق ہی تھا کہ اُدھر ایک بھیڑیا آیا اور بکریوں میں سے ایک کو اٹھا کر لے گیا۔ میں بھی بنی آدم میں سے ایک شخص تھا مجھے بھی افسوس اور غم لاحق ہوتا ہے۔ مجھے غصہ آیا اور میں نے اُسے ایک تھپٹر مار دیا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ معاملہ سنایا۔ تو آپ ﷺ نے اُسے بڑا عظیم گناہ سمجھا۔ میں نے کہا: ''اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! کیا میں اس جرم کے بدلے میں اُسے آزاد نہ کردوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُسے میرے پاس لے کر آ''۔ جب میں اُسے لایا تو آپ ﷺ نے اُس سے پوچھا کہ ''بتاؤ اللہ کہاں ہے؟'' وہ کہنے لگی کہ آسمان میں ہے۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا کہ ''میں کون ہوں؟'' تو اُس نے کہا کہ ''آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاویہ! اسے آزاد کردے کیونکہ یہ مومنہ ہے''۔ (مسلم)

فوائدِ قصّہ

1۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر مشکل کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے اور آپ کی طرف ہی رجوع کرتے تھے تاکہ اس مشکل مسئلہ میں اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کا حکم معلوم کرسکیں۔

2۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے راضی رہنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ، ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾ [النساء : ٦٥]

''تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اُس سے اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کریں اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے''۔

3۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے جلیل القدر صحابی معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ کا اپنی لونڈی کو مارنا اچھا نہ سمجھا' اس کا انکار کیا اور اس کام کو بہت عظیم تصور کیا۔ لہٰذا تربیت کرنے والوں کو متنبہ ہوجانا چاہیے)۔

4۔ توحید کے متعلق سوال کرنا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات سے بلند سمجھنا توحید کا حصہ ہے اور واجب ہے۔

5۔ یہ سوال کرنا مشروع ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سوال کیا تھا۔

6۔ یہ جواب دینا کہ اللہ آسمان میں یعنی آسمانوں کے اوپر ہے۔ یہ بھی مشروع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس لونڈی کے جواب کا انکار نہیں کیا۔

7۔ اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ہونے کا اعتقاد رکھنا ایمان کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور یہ اعتقاد رکھنا ہر مسلمان کے لیے واجب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا ہے:

﴿ ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ ﴾ [الملك : ١٦]

''کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس ذات سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

8۔ ایمان تبھی درست ہو سکتا ہے جب محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دی جائے گی۔

9۔ یہ کہنا غلط ہے کہ اللہ اپنی ذات کے لحاظ سے ہر جگہ میں ہے اور درست یہ ہے کہ اللہ تو آسمانوں پر ہے۔ لیکن اپنے علم و قدرت اور سمع و بصر کے لحاظ سے ہمارے ساتھ ہے۔

10۔ رسول اللہ ﷺ کا اس سے سوال کر کے عقیدہ معلوم کرنا آپ ﷺ کے عالم الغیب نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ صوفیوں کا عقیدہ ہے۔

11۔ آزادی اس غلام کو دی جائے گی جو مومن ہو نہ کہ کافر کو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے سوالات کیے اور جب پتہ چلا کہ وہ مومنہ ہے تو پھر آپ نے اس کی آزادی کا حکم دیا۔

3۔ چارٹ نویسی اور نوٹس بورڈ:

درسی سرگرمیوں میں سے ایک بہت اہم چیز جو پورے سکول اور درسگاہ کے

ماحول پر اثر انداز ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ درسگاہ میں ایک نوٹس بورڈ مناسب جگہ پر آویزاں ہو جہاں ہر ایک کی آمد و رفت ہو۔ وہاں اقوالِ زریں، ضرب الامثال، اخبار، مقابلے کے اشتہار اور ڈیٹ شیٹ وغیرہ چسپاں کی جائے۔

اور اس مہم میں طلباء شرکت کریں، ایک استاد کی نگرانی ہو، وہ لڑکے منتخب کیے جائیں جو خوش نویس ہوں، اُن کا خط خوبصورت ہو، ہر دن کے لیے الگ الگ یا ہر ہفتے کے لیے الگ الگ اقوال زریں وہ لکھ کر وہاں چسپاں کریں، قرآن مجید کی کوئی آیت مبارکہ، کوئی حدیث نبوی ﷺ یا بہت فائدہ مند شعر یا تربیتی مفید بات لکھ کر وہاں لگا دے۔ جیسے کہ شاعر کا قول ہے۔

اَللّٰهَ اَسْئَالُ اَنْ یُّفَرِّجَ کَرْبَنَا فَالْکَرْبُ لَا یَمْحُوْهُ اِلَّا اللّٰهُ

''میں اللہ ہی سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارے دکھ کو دور فرمائے کیونکہ اُسے اللہ کے سوا کوئی نہیں مٹا سکتا''۔

4۔ دینی اور انعامی مقابلے:

طلباء کے ذہنوں کو تازگی بخشنے کے لیے اور اُن کا تعلیم کے ساتھ ربط گہرا کرنے کے لیے مقابلے بہت اہمیت رکھتے ہیں اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ استاد مختلف موضوعات پر طلباء سے سوالات کرتا ہے اور ہر طالب علم کی کوشش ہوتی ہے کہ میں اس کا جواب دوں۔

استاد کے لیے بہت اچھی بات ہے کہ وہ جیتنے والے طلباء کی حوصلہ افزائی کے لیے انعامات کا انتظام کرے۔

5۔ تفریح وزیارت کے لیے سفر:

سکولوں اور درسگاہوں کی انتظامیہ کو یہ بندوبست کرنا چاہیئے کہ سال میں ایک دو دفعہ طلباء کو کسی مشہور جگہ کی سیر و تفریح کرانے کا انتظام کریں۔ مثلاً مساجد، زرعی فارم، قبرستان، فیکٹری، قریبی مدارس وغیرہ۔ تاکہ اُن مدارس کے اساتذہ و طلباء کے ساتھ روابط اور تعلقات گہرے ہو جائیں۔ کبھی کبھار قریبی بستیوں کی سیر کے لیے بھی

لے جائیں یا ایسی جگہ جہاں کوئی مشہور نہر یا دریا ہو تا کہ طلباء کو تیرنے کا طریقہ سکھلایا جا سکے۔ یہ بہت اہم کام ہے جس پر خصوصی توجہ ہونی چاہیے۔

6۔ والدین کو تعلیم گاہ آنے کی دعوت:

مدرسہ کے اساتذہ کو وقتاً فوقتاً بچوں کے باپوں کی طرف یہ پیغام بھیجنا چاہیے کہ وہ مدرسے' سکول میں تشریف لائیں۔ تاکہ تربیت اولاد کے لیے کچھ تعاون حاصل ہو۔ اسی طرح لڑکیوں کے سکول والوں کو بچیوں کی ماؤں کی طرف سکول آنے کا پیغام بھیجنا چاہیے۔ تاکہ وہ نئی پیدا شدہ مشکلات سے واقف ہو سکیں۔

یہ سب اس لیے ضروری ہے کہ طلباء اور طالبات کی تربیت کے لیے ہر بچے کے والد' والدہ' معلّم اور معلّمات کا موقف' نظریہ اور سوچ متحد ہونی چاہیے۔ گھر اور سکول کی سوچ میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ بچوں کی زندگی میں اور ان کے سیرت وکردار میں بہت غلط اور منفی اثر پڑے گا۔

والدین کو چاہیے کہ جب اساتذہ کی طرف سے کوئی تبدیلی اور تصرف کا مشاہدہ کریں جو اُن کو ناپسند ہو تو اپنے بچوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کریں۔ بلکہ مدرسے میں آ کر اساتذہ سے براہِ راست ملاقات کریں اور گفت وشنید کریں' جہاں بچے موجود نہ ہوں۔ تاکہ بچوں کی نگاہوں میں معلّموں اور معلّمات کا احترام و وقار باقی رہے۔ اور ہر ایک کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم سب آدم کی اولاد سے ہیں اور ہر آدم کا بیٹا خطا کار ہے اور بہتر خطا کار وہ شخص ہے جو توبہ کر لے۔

مدرسے میں مقابلے

معلّمین اور معلّمات کے لیے یہ بہت اچھا اقدام ہے کہ وہ مدرسے کی چار دیواری میں طلباء وطالبات کے علمی مقابلے منعقد کرتے رہیں۔ ان کے ذریعے طالب علم کی ذہنی ترقی میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ اُن کے غور وفکر اور حفظ کی صلاحیت بڑھتی ہے۔ ان کے ذہن میں معلومات کا کافی ذخیرہ ہوتا ہے اور وہ مسرت وخوشی محسوس

کرتے ہیں۔

یہ مقابلے کئی اقسام کے ہو سکتے ہیں' معلّم کو چاہیے کہ جس کی اہمیت زیادہ ہو اُسے مقدم کرے۔ اُن میں سے چند اہم اقسام درج ذیل ہیں:

(ا) حفظ القرآن:

ایک معلّم اور معلّمہ کو چاہیے کہ طلباء و طالبات کو قرآن مجید کی کوئی سورت یا کوئی پارہ حفظ کرنے کی تلقین کریں۔ پھر ہر دو دو طلباء یا زیادہ کے درمیان مقابلہ کرایا جائے اور جیتنے والے طالب علم کو کوئی انعام دیا جائے اور اس مقابلے کو وسعت بھی دی جا سکتی ہے اور دو کلاسوں کے درمیان یا دو مدرسوں کے درمیان یا مختلف علاقوں میں یہ انعامی مقابلے ہو سکتے ہیں جس طرح سعودی عرب مواصلاتی ذرائع سے خبر کو شائع کر دیتا ہے۔

❶ بسا اوقات وہ ایک نشریاتی پروگرام پیش کرتے ہیں جس کا عنوان یہ ہوتا ہے:

نَاشِیءٌ فِیْ رِحَابِ الْقُرْآن. ''قرآن کے میدان میں نشوونما پانے والا''۔

اسے ٹیلی ویژن پر پیش کیا جاتا ہے۔ وہاں ایک چھوٹا سا بچہ دکھایا جاتا ہے جس نے قرآن مجید کا ایک حصہ یاد کر رکھا ہوتا ہے۔ اُسے دیکھ کر چھوٹے چھوٹے بچوں میں حفظ قرآن کا شوق بڑھتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ انعامات بھی رکھے جاتے ہیں جو بچوں میں بہت رغبت پیدا کرتے ہیں۔

❷ وزارت حج اور محکمہ اوقاف سالانہ عالمی مقابلے پیش کرتے ہیں جس میں حفظ قرآن' تفسیر قرآن اور تجوید القرآن کے مقابلے رکھے جاتے ہیں اور طرح طرح کے انعامات کے ذریعے سے شوق دلایا جاتا ہے اور وہ اجر عظیم بھی بتلایا جاتا ہے جو قرآن حفظ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

❸ اَبْنَاءُ الْاِسْلَام کے نام سے ایک پروگرام مرتب کرتے ہیں یہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے بہت کامیاب پروگرام ہے جس کے ساتھ عالم اسلام کا آپس میں رابطہ قائم رہتا ہے۔

(ب) حفظ حدیث:

معلّم اور معلّمہ کو چاہیے کہ طلباء و طالبات کو رسول پاک ﷺ کی احادیث مبارکہ یاد کرنے اور حفظ کرنے کی بھی ترغیب دیں اور انعامی مقابلے رکھیں۔ اس کی دورِ حاضر میں سخت ضرورت ہے' یہ قرآنِ کریم کے بعد شریعت کے حصول کا دوسرا منبع ہے جس سے طلباء وطالبات کو دین اور دنیا دونوں میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(ج) لغت عربیہ:

تربیت کرنے والے حضرات کو چاہیے کہ اپنے طلباء کے ساتھ عربی زبان میں بھی گفتگو کیا کریں' اس کام کے لیے اُن کی حوصلہ افزائی کریں۔ عربی بول چال کے سلسلے میں اُن کے مابین انعامی مقابلے مقرر کریں کہ جو طالب علم اپنے ساتھیوں اور اساتذہ سے زیادہ تر عربی بولے گا اُس کو فلاں انعام دیا جائے گا۔ اور عربی لغت سے مراد وہ نہیں جو آج کل عوام میں بہت سی خرابیوں اور بے شمار غلطیوں کے ساتھ رائج ہے بلکہ اعلیٰ قسم کی قواعد وضوابط والی عربی کے لحاظ سے کامیاب ہونے والے کو انعام ضرور دیں۔ البتہ ہر طالب علم کوشش کرے خواہ عوام کی زبان میں ہی۔

(د) شعروشاعری:

ہمیں چاہیے کہ اپنے طلباء وطالبات کو ایسے اشعار زبانی یاد کرنے کی ترغیب دیں جن کا مفہوم بہت عمدہ ہو اور وہ توحید اور جہاد وغیرہ کی طرف شوق دلاتے ہوں۔ رسول اکرم ﷺ بھی غزوۂ احزاب یعنی غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کھودنے کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھتے جارہے تھے:

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا   وَلَا صُمْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

''اللہ کی قسم! اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم راہ نہ پا سکتے اور نہ روزے رکھ سکتے اور نہ نماز ادا کر سکتے''۔

فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا   وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

''لہذا اے اللہ! تو ہم پر سکینت نازل فرما اور ہمیں ثابت قدم

رکھ اگر ہمارا اُن سے ٹکراؤ ہو جائے''۔

وَالْمُشْرِكُونَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

''اور مشرکوں نے ہم پر بغاوت و زیادتی کی ہے' جب وہ فتنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کر دیتے ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

نوٹ : لفظ '' أَبَيْنَا '' پر اپنی آواز کو بلند کرتے اور اس کو دہراتے۔

قرآن کریم پڑھانے کا طریقہ

❶ مدرس اور معلّم کوئی سورت یا چند آیات' جن کو حفظ کرانے کا ارادہ ہے' اُن کو وائٹ بورڈ پر یا کاغذ پر خوشخط لکھے۔ اُن پر اعراب لگائے اور دیوار پر لٹکا دے یا مصحف قرآن میں سے ہی بچوں کو دکھاوے۔

❷ پھر استاد اس آیت مبارکہ کو یا سورت کو بلند آواز سے ٹھہر ٹھہر کر اور خوبصورت آواز سے پڑھے' آیات پر وقف کرے جیسے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ جب اُن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ ہر آیت پر وقف کر کے آہستہ آہستہ پڑھتے تھے۔ مثلاً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھہر جاتے تھے۔ پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھتے تھے اور ٹھہر جاتے۔ پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر وقف کرتے۔ پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھ کر وقف کرتے۔ اس طرح آخر تک تلاوت فرماتے۔

(حدیث صحیح ہے۔ ترمذی)

❸ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ جب بچے چھوٹے ہوں تو وہ استاد کے ساتھ مل کر آیت مبارکہ کو بار بار پڑھیں۔ تاکہ اُن کو صحیح طریقے سے الفاظ کی ادائیگی میں مہارت ہو۔ اگر وہ عمر میں بڑے ہیں تو پھر اس کی ضرورت شاید ہی پڑے۔

❹ پھر طلباء کو تھوڑا سا وقفہ اور وقت دینا چاہیے تاکہ وہ اس آیت کریمہ یا سورت کو حفظ کر سکیں اور اس وقفے میں اُن کو خاموشی سے پڑھنا چاہیے۔ تاکہ بلند آواز

کی وجہ سے کہیں وہ پریشان نہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کام سے منع فرمایا اور کہا:

((لَا يَجْهَرْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِيْ الْقُرْآنِ))

''تم میں سے بعض لوگ کسی دوسرے کے پاس بلند آواز سے قرآن کی تلاوت نہ کریں (تاکہ اس کی عبادت وتلاوت میں خلل نہ آئے)''۔

(حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد)

5 قرآن مجید کو بہت تیزی کے ساتھ نہیں پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ تم اسے ریت کی طرح نہ بکھیرو' شعروں کی طرح تیزی سے نہ پڑھو' اس کے عجائب (عجیب واقعات وانعامات' عذاب وغیرہ) کے پاس ٹھہر جاؤ' اس کے ساتھ دلوں کو حرکت دیا کرو اور تم سورت کے آخر تک پہنچنے کی فکر ہی میں نہ رہا کرو'۔ (بغوی)

6 استاد طالب علموں کو صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ کہنے کی اجازت نہ دے۔ کیونکہ تلاوت کے آخر میں یہ الفاظ کہنے کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ اور پھر یہ تلاوتِ قرآن ایک عبادت ہے تو اس میں کسی دوسری چیز کو داخل کرنا ناجائز ہے۔ اور اگر اسے پڑھیں گے تو بچے یا جہلاء اس کلمے کو قرآن کا حصہ سمجھ لیں گے۔

جسمانی تربیت

مدرس کو بچوں کی جسمانی تربیت اور بدنی ٹریننگ کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے اور اس کام کے لیے ایک خاص استاد کی خدمات حاصل کرنے کو بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے۔ اور اس جسمانی فٹنس کو درست رکھنے کے لیے جس معلّم اور معلّمہ کو مختص کیا جائے وہ اُن لڑکوں اور لڑکیوں کو اس کام کے لیے تیار کرے اور اُن میں جذبہ ولگن پیدا کرنے کے لیے اُن کو بتائے کہ اسلام نے جس طرح دینی تربیت کا اہتمام کیا ہے اسی طرح بدنی اور جسمانی تربیت کو بھی اہمیت سے بیان کیا ہے۔ تاکہ مسلمان اپنے

عقیدے' دین اور بدن میں ہر لحاظ سے قوی ہو جائے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّ أَحَبُّ إِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ، وَ فِیْ كُلٍّ خَیْرٌ، اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ، فَإِنْ أَصَابَكَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّیْ فَعَلْتُ كَذَا كَانَ كَذَا وَ كَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَ مَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطٰنِ))

''طاقتور مومن' کمزور مومن کی نسبت زیادہ بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ پیارا اور پسند ہے' دونوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے' اس چیز پر حرص کر جو تجھے نفع دے اور اللہ سے مدد مانگ' عاجز بن کر نہ بیٹھ۔ اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یہ نہ کہہ کہ اگر میں یوں کر لیتا تو یوں یوں ہو جاتا۔ بلکہ یہ کہہ کہ اللہ نے مقدر کیا تھا اور اس نے جو چاہا کر دکھایا۔ بے شک یہ ''اگر'' کا لفظ شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے''۔ (بخاری ومسلم)

طاقتور مومن' عبادت کی ادائیگی کے لیے تازہ دم رہتا ہے' جلدی تھکتا نہیں۔ بدنی عبادتوں کے لیے مستعد اور چوکس رہتا ہے۔ مثلاً نماز' روزہ' حج' جہاد وغیرہ۔ اس لیے ٹریننگ دینے والے کو چاہیے کہ طلباء کو عباداتِ بدنیہ کے فوائد سے روشناس کرائے اور ان عبادات کا جسمانی طاقت سے تعلق اور ربط بھی بیان کرے۔ مثلاً

۱۔نماز: یہ ایک عبادت ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے بہت سارے بدنی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۲۔روزہ: یہ ایسی عبادت ہے جس کے فوائد اور نتائج کو اطباء اور ڈاکٹر حضرات نے ثابت کر دکھایا ہے' اس سے معدہ قوی ہوتا ہے' قوت ہاضمہ بہتر ہوتی ہے' جگر تازہ دم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے بدنی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۳۔حج: یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں مختلف قسم کی جسمانی ورزشیں اور مشقتیں ہیں:

(ا) حج کا احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا پڑتا ہے' جس سے خون کی نقل وحرکت اور انسانی رگوں میں آمد ورفت بحال اور بہترین ہو جاتی ہے' جسم کا چمڑا اور بال

صاف اور ہلکے ہو جاتے ہیں' میل کچیل اُتر کر طبیعت پرسکون اور مسرور ہو جاتی ہے اور پھر اس حالت احرام میں جنابت لاحق ہو تو بھی غسل کرنا ہوتا ہے' جمعے کا دن ہو تو بھی غسل مستحب ہے اور پھر اسی نظافت و طہارت کی ایک کڑی یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے باوضو ہونا لازم ہے اور یہ تمام اعمال جسمانی تربیت پر مشتمل ہیں۔

(ب) حج کی ایک اہم عبادت طواف ہے' جس میں پیدل بھی چلنا ہوتا ہے' ہلکا ہلکا دوڑنا بھی ہوتا ہے اور اس کا جسمانی ورزش ہونا تو بالکل واضح ہے۔ کہاں آرام سے بیٹھے رہنا اور کہاں چلنا اور دوڑنا۔ اور اندازہ کیجئے کہ رسول اکرم ﷺ نے جو اس کا حکم دیا تھا اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ مشرکوں کو پتہ چل جائے اور وہ دیکھ لیں کہ مسلمانوں کے جسم کتنے قوی اور مضبوط ہیں

(ج) صفا اور پہاڑیوں کے درمیان ہموار سطح پر ہلکا ہلکا دوڑنا جسے ''سعی بین الصفا والمروہ.. '' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اب دیکھئے کہ حج کی اس عبادت میں آدمی کو ایک لمبی مسافت دوڑنا پڑتا ہے اور یہ جسمانی ورزش نہیں تو اور کیا ہے۔ اور پھر دونوں پہاڑیوں پر چڑھنا ہوتا ہے اور یہ بھی ایک ورزش والا کام ہے۔

(د) دورانِ حج کتنی جگھوں پر آنا جانا اور آمد و رفت میں مصروف رہنا پڑتا ہے۔ اور یہ سفر بذات خود جسمانی مشقت پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثلاً مکہ سے منیٰ' منیٰ سے عرفات' عرفات سے مزدلفہ واپس آنا' پھر مزدلفہ سے واپس منیٰ آ کر وہاں رات گزارنا اور جمروں کو یعنی ستونوں کو کنکریاں مارنے کے لیے کئی دن وہاں چٹیل میدان میں گزارنا۔ یہ سب جسمانی ورزشیں ہیں۔

(ہ) جمروں یعنی ستونوں کو کنکریاں مارنا عبادت ہے اور اس میں جسم کو مشقت اس لحاظ سے ہے کہ نشانے پر کنکریاں پھینکنے میں بازوؤں کی قوت کی تربیت ہے اور پھر نشانہ بازی ایک اہم کام ہے۔ اور اس کی وجہ سے جہادی اور عسکری جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے جس میں تیر اندازی' نشانہ پر تیر لگانا اور دور حاضر کے مطابق اسلحہ چلانے کی طرف رجحان قائم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنوں کو

اس جہادی تیاری کا یوں حکم فرمایا:

﴿ وَ أَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾ [الأنفال : ٦٠]

''اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور اور قوت سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے اُن کافروں کے مقابلے کے لیے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے اور تمہارے دشمنوں پر تمہاری ہیبت بیٹھی رہے گی''۔

اس آیت کریمہ میں ''اَلْقُوَّةُ'' کا لفظ آیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی:

((أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ))

''سن رکھو کہ قوت سے مراد تیر اندازی ہے' یاد رکھو کہ قوت سے مراد تیراندازی ہے''۔ (مسلم)

رسول اکرم ﷺ نے تیراندازی کی تعلیم حاصل کرنے پر یوں ترغیب دلائی:

((مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ نَسِيَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا أَوْ قَدْ عَصٰى))

''جو شخص تیر اندازی سیکھ کر پھر اُسے بھلا دے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یا (آپؐ نے فرمایا کہ) وہ معصیت و نافرمانی کا مرتکب ہو جاتا ہے''۔ (مسلم)

اس نشانہ بازی کی آج کے دور تک اہمیت اور جنگی مقام و مرتبہ مشہور و معروف ہے' جنگی جہاز' ٹینک' توپ سے گولہ باری وغیرہ سب اسی نشانہ بازی کے محتاج ہیں۔

۴۔ گھڑ دوڑ: اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر عرصہ دراز تک بلکہ دورِ حاضر میں بھی گھڑ سواری جہاد کے لوازمات میں سے ہے۔ اب تک کئی ایک اسلامی حکومتوں میں گھڑ دوڑ کے باقاعدہ مقابلے ہوتے ہیں۔ جن سے آدمی شہسوار بنتے ہیں۔ ویسے بھی عام آدمی گھوڑے پر سواری نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے لیے کچھ جسمانی طاقت اور تربیت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اب تو بعض غیر مسلم ممالک میں بھی اس کو اہمیت

دی جاتی ہے۔

۵۔ دوڑ لگانا: جسمانی ورزشوں میں سے ایک دلچسپ اور خوبصورت ورزش یہ ہے کہ کچھ ساتھی مل کر دوڑ لگائیں۔ رسول اکرم ﷺ بھی اپنی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگایا کرتے تھے۔ کبھی آپ سبقت لے جاتے اور کبھی وہ۔

خلاصۂ کلام

کامیاب معلّم کے لیے اور خصوصاً ورزش کرانے والے استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلباء کو اُن ورزشوں سے آشنا کرائے جو اسلام نے پیش کی ہیں۔ اور اُن کو اس پر آمادہ کرے کہ گیند اور فٹ بال وغیرہ کے ساتھ کھیل کود میں اپنا اکثر وقت ضائع نہ کریں۔ خصوصاً جب کہ یہ کرکٹ اور فٹ بال نماز کو ضائع کرنے کا باعث ہوں تو اس سے تنبیہ کرنا بہت ضروری ہے اور جب اس سے دشمنی اور عداوت، بغض اور کینہ جیسی بیماریاں بھی پیدا ہوں تو اس کھیل سے جس قدر ہو سکے بچنا چاہیے۔

میں نے مکہ کے ہسپتال ''النور'' میں ایک نوجوان مریض کو دیکھا جسے پنڈلی میں ایک مہلک اور عاجز کر دینے والی بیماری نے جوانی کی بہاروں سے محروم کر رکھا تھا۔ میں نے اس بیماری کا سبب دریافت کیا تو وہ رنجیدہ سا ہو کر کہنے لگا کہ میں بہت اچھا کھلاڑی تھا۔ ایک دفعہ میرے ایک ساتھی نے جب دیکھا کہ میں اس پر کھیل میں سبقت لے جا رہا ہوں تو اس نے دورانِ کھیل مجھ سے ٹکرا کر اپنے آپ کو میرے اوپر گرا دیا اور میری پنڈلی پر سارا وزن ڈال دیا۔ میری ٹانگ ٹوٹ گئی اور اب ہسپتال میں موجود ہوں اور دوبارہ بحالی صحت مشکل نظر آ رہی ہے۔

باب 9

تربیت کے کامیاب طریقے

ہر معلّم اور معلّمہ کو چاہیے کہ بچوں کی تربیت کے لیے اُن طریقوں کو زیرِ عمل لائے جو قرآنِ کریم اور سنتِ مطہرہ میں مذکور ہیں۔ مسلمان نسل کو کامیابی اور ترقی کی منزلیں طے کرانے کا ارادہ ہو تو قرآن وسنت سے رہنمائی لیجیے۔ اس سے مسلم نوجوان نسل تہذیب یافتہ' بہادر وجری ہوگی اور وہ سب مل کر اپنے دین اور امت کا دفاع کریں گے۔

1۔ خوف اور امید:

اساتذہ اور معلّمات کو چاہیے کہ طلباء وطالبات کے ذہنوں میں خوفِ الٰہی داخل کریں۔ اُن کو بتلائیں کہ جو لوگ اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کا عذاب وعقاب بہت سخت ہوگا۔ اس کے فرائض ترک کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نافرمانوں کو وعید سنائی ہے کہ وہ قیامت کے دن جلا دینے والی آگ کا شکار ہوں گے اور وہ دُنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت حرارت والی ہے۔

اس خوفِ الٰہی کے ساتھ ان کے ذہنوں میں رحمتِ الٰہی کی امید بھی داخل کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائیں' اطاعت کریں' اللہ کے حقوق ادا کریں' اُن کو اس جنت کا وعدہ دیا ہے جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے' جس میں نہریں' درخت' پھل' موٹی موٹی آنکھوں والی خوبصورت کنواری حوریں وغیرہ بے شمار نعمتیں ہیں جو ہمیشہ رہیں گی۔ خوف وامید اور ترغیب وترہیب کو یکجا کر کے بیان کرنے پر بہت سی آیات واحادیث دلیل ہیں۔

(ل) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ نَبِّیْٔ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ o وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴾

[الحجر : ٤٩ ، ٥٠]

''اے ہمارے پیغمبر ﷺ! میرے بندوں کوخبر سنا دیجئے کہ بلا شبہ میں بہت بخشنہار اور مہربان ہوں اور بے شک میرا عذاب بھی بہت دردناک ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ﴾ [الاعراف : ٥٦]

''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ اور اُسے خوف و امید کے ساتھ پکارو''۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ مجھے ہی پکارو' اور دُعا ایک عبادت ہے۔ اللہ نے حکم دیا کہ میری آگ سے ڈرتے رہو اور میری جنت میں طمع و امید کرتے رہو۔ تاکہ مسلمان خوف اور امید کے درمیان ہو جائے۔ اس طرح طالب علم کا کردار درست ہوگا اور حالت بہتر ہوگی۔

(ب) ایک حدیث میں ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ))

''اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور آگ سے تیری پناہ پکڑتا ہوں''۔ (حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد)

یہ آیات اور حدیث اُن صوفیاء کا ردّ کرتی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں' نہ اس لیے کہ جنت کا لالچ ہے اور نہ اس کی آگ کا خوف ہے۔ گویا ان صوفیوں نے قرآن و حدیث کو دیکھا بھی نہیں۔

2۔ دلچسپ واقعات:

کوئی بھی واقعہ ہو وہ دل پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے اس لیے تربیت کرنے والے افراد کو بچوں کے سامنے مفید قصے بیان کرنے چاہئیں اور یہ قصص و واقعات

قرآن کریم اور سنت مطہرہ میں کثرت سے موجود ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(ا) اصحاب کہف کا واقعہ:

یہ واقعہ نئی نسل کے ایمان کو پختہ کرنے میں بہت مدد دے سکتا ہے' اس کو سن کر توحید سے محبت اور شرک سے نفرت پیدا ہوگی۔

(ب) عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ:

یہ واقعہ سن کر آدمی کو حقیقت حال کا علم ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو خود کو اللہ کا بندہ کہا کرتے تھے اور انہوں نے کبھی بھی خود کو اللہ کا بیٹا نہیں کہا جیسا کہ عیسائیوں کا ایک عقیدہ ہے۔

(ج) قصہ یوسف علیہ السلام:

اس کا مقصد یہ ہے کہ مرد وعورت کے اختلاط سے اور مخلوط تعلیم سے پرہیز کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بہت غلط اور رسوا کن نتائج سامنے آتے ہیں۔

(د) قصہ یونس علیہ السلام :

اس سے مقصود یہ ہے کہ مدد صرف اللہ سے طلب کرنی چاہیے۔ خصوصاً جب کہ کوئی مصیبت نازل ہو چکی ہو۔

(ہ) غار والا واقعہ:

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا۔ تاکہ اُن کو یہ تعلیم دیں کہ اپنے نیک اعمال کا اللہ کے سامنے واسطہ اور وسیلہ ڈالا جائے تو وہ دعا قبول فرماتا ہے۔ اس واقعہ میں تین آدمی غار میں پھنس گئے تھے۔ تو انہوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا اور وہ اعمال یہ تھے' والدین کی خوشنودی حاصل کرنا' حق والے کو اس کا حق دینا' اللہ کے ڈر سے زنا چھوڑ دینا۔

یہ چند ایک مثالیں ہیں ورنہ تو احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نصیحت آموز واقعات بہت زیادہ ذکر کیے گئے ہیں۔

خلاصہ

جو انسان بھی کسی کی تربیت کر رہا ہو مثلاً والدین اور اساتذہ کرام تو اُن سب کو چاہیے کہ طلباء کے لیے مفید قصے اور واقعات اکٹھے کر کے اُن کو وقتاً فوقتاً سناتے رہیں۔ یہ نئی نسل کی تربیت میں ایک اہم اقدام ہے' ایسے واقعات سے پرہیز کرنا چاہیے جو برائی کی دعوت دیں اور لڑکوں' لڑکیوں میں کسی معصیت کا خیال پیدا کریں۔ مثلاً چوری' فحاشی' بدسلوکی' بداخلاقی اور کردارکشی کے واقعات۔

مسجد میں نماز باجماعت پر پابندی کرانا

مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا مردوں پر واجب ہے۔ لہٰذا معلّم اور باپ کو چاہیے کہ اپنے طلباء اور اولاد کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آمادہ کریں۔ تاکہ جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں۔ جب کہ نماز اُن پر فرض ہو' تو اُس وقت تک وہ پانچ وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے عادی ہو چکے ہوں۔ اور اُن کے لیے مسجد میں جانا گراں نہ گزرے۔ بلکہ وہ راضی خوشی مسجد میں جانے کے عادی بن چکے ہوں۔

بچوں کو نمازی بنانے کی تربیت میں ایک آزمودہ طریقہ یہ سامنے آیا ہے کہ استاد تختہ سیاہ پر ایک نقشہ بنائے جسے تمام طلباء اپنی اپنی کاپیوں پر نقل کر لیں جیسے کہ ابھی ہم پیش کریں گے۔

اس میں مختلف خانے ہوں گے پھر اس ورق یا کاپی یا ڈائری کو طالب علم مسجد میں لے جائے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لینے کے بعد وہاں کے امام یا مؤذن سے دستخط کروائے۔ پھر روزانہ کا یہ خاکہ استاد کے پاس لے کر آئے اور اس نقشے کے آخری خانے میں استاد کے دستخط کے لیے جگہ خالی چھوڑی گئی ہے تو وہاں استاد عمدہ کارکردگی کی کوئی نشانی لگائے۔ لڑکیاں گھروں میں نماز ادا کر کے سرپرست سے دستخط کروائیں اور معلّمہ کے سامنے پیش کریں۔ اور جس طالب علم کا کردار عمل

اچھا محسوس کرے اُس کی حوصلہ افزائی کرے اور اس سلسلے میں اُن کو انعامات اور تحفے بھی دیتا رہے۔

دن	فجر	ظہر	عصر	مغرب	عشاء	استاد کے دستخط
جمعہ						
ہفتہ						
اتوار						
پیر						
منگل						
بدھ						
جمعرات						

باب 10

ضرررساں اور ممنوع کام

اب ہم آپ کے سامنے کچھ ایسی عادات اور کام ذکر کریں گے جن سے یا تو طالب علم کی شخصیت شریعت کی رو سے نقصان اٹھاتی ہے یا صحت اور اخلاق کے لحاظ سے وہ کام قبیح ہوتے ہیں۔

نقصان دہ عادات:

کامیاب معلّم کو چاہیے کہ تعلیم و تربیت کے وقت طلباء کو اُن عادات سے منع کرے جوان کی شخصیت کو گھٹیا بنا دیتی ہیں۔ مثلاً بائیں ہاتھ سے لکھنا' لکھتے وقت کاپی کے اوپر جھکے رہنا' کاغذ زمین پر پھینکنا' کاپیوں سے کاغذ پھاڑنا' روشنائی کے ساتھ کاغذ بھر دینا' گندی لکھائی سے لکھنا یعنی خوشخط نہ لکھنا' بیہودہ گفتگو کرنا' گالی گلوچ اور لعن طعن کرنا وغیرہ۔

طلباء میں ایک بہت بڑی خرابی سگریٹ نوشی کی ہے جس کا ہم تفصیلی بیان چند صفحات کے بعد کریں گے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وقتاً فوقتاً طلباء کو مختلف طریقوں کے ساتھ اس سے منع کرتے رہیں۔ اور جو اساتذہ خود سگریٹ نوشی اور تمباکو نوشی کے مریض ہوں تو اُن کو چاہیے کہ طلباء کے سامنے اس سے پرہیز کریں اور لوگوں کے سامنے بھی ایسا نہ کریں۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ))

''میری ساری امت کو معافی مل جائے گی سوائے اُن بدنصیبوں کے جو علانیہ برے کام کرتے ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

بلکہ استاد کے لیے تو بہت ضروری اور واجب ہے کہ تمباکو نوشی سے بالکل ہی توبہ کر لے۔

سینما اور ٹیلی ویژن:

کفار اور غیر مسلم طاقتوں نے مسلمانوں کے گھروں میں داخل ہو کر کردار کی

تباہی اور تخریب کاری میں بہت ترقی کی ہے۔ اسلامی معاشرے کو اخلاق اور احسن کردار کی بلندیوں سے بدکرداری اور بدچلنی کی پستی میں لا پھینکا ہے۔ اور حریت و جمہوریت اور ڈیموکریسی جیسے ناموں کے ساتھ برائی کا ناسور ہر گھرانے میں پہنچا دیا ہے۔ برائی کے ایسے ایسے نام رکھے ہیں جو ظاہراً رحمت و مہربانی کا مفہوم دیتے ہیں لیکن اُن کے باطن اور پس منظر میں برائی ہی برائی ہوتی ہے۔

آج کل کافر سامراجی قوتوں نے مسلمان علاقوں میں جو جنگ جاری کر رکھی ہے یہ کیل کانٹے اور اسلحے کی نہیں بلکہ نظریاتی جنگ ہے۔ بہت سے عربی اور اسلامی ممالک اس کی لپیٹ میں ہیں اور اس سلسلے میں اُن کا سب سے بڑا ہتھیار سینما ہے جو مسلمان نوجوانوں کی کردار کشی میں مرکزی کردار پیش کر رہا ہے۔

اس کا بڑا خطرہ یہ ہے کہ ذلیل و رسوا کن حرکتیں عام ہو رہی ہیں اُن کی نشر و اشاعت خوب ہو رہی ہے اور اس کا ہدف اور مقصد یہ ہے کہ وہ نوجوانان مسلم جو ہاتھوں میں اسلحہ لے کر اور ذہنوں میں شوق شہادت لے کر کفر پر چھا گئے تھے' آج ان کا مطمع نظر اور خواہشات ایسی ہو جائیں جو ان کے لیے سراسر نقصان دہ ثابت ہوں اور کوئی فائدہ نہ دیں تاکہ وہ اپنے دین اور ملک کے لیے اپنی کوئی طاقت استعمال نہ کر سکیں۔ یہ یہودیوں کی عالمی سازش ہے۔

عجیب اور افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ذمہ دار حضرات اس طرف توجہ بھی نہیں کر رہے اور ان کے خاتمے کے لیے کوئی کوشش نہیں کر رہے۔ البتہ اگر فلموں میں علمی' اخلاقی' دینی تربیت کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایسا کہیں نظر نہیں آتا' البتہ اگر ایسا ہو جائے تو یہ بہت اچھا کام ہے۔ مثلاً طالب علموں کو وضوء اور نماز کا طریقہ سکھانا' اساتذہ کا ادب واحترام سکھانا' والدین کی اطاعت کے نمونے دکھانا' وغیرہ وغیرہ۔

کامیاب معلم کے لیے ضروری ہے کہ اپنے طلباء کو سینما' ٹیلی ویژن' ویڈیو' وی سی آر' ڈش' کیبل وغیرہ کے نقصانات سے آگاہ کرے اور ان کو ایسی فلمیں اور پروگرام دیکھنے سے منع کرے اور ان کے خطرات سے آگاہ کرے جو فحاشی و عریانی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ جن سے طلباء کے ذہنوں سے مردانگی و بہادری کے جذبات مجروح

ہوتے ہیں اور جو کہ طلباء اور نوجوانوں کو چوری اور طرح طرح کے جرائم سکھلاتی ہیں۔ کتنے ہی ایسے چور اور مجرم ہیں جنہوں نے خود اعتراف کیا کہ ہم نے چوری' ڈاکہ اور دوسرے جرائم کا طریقہ کار سینما' ویڈیو' وی سی آر وغیرہ کی فلموں سے اخذ کیا اور ان کو دیکھ دیکھ کر مہارت حاصل کی۔ اور موجودہ پیدا شدہ حالات اس کے گواہ ہیں۔

اور پھر ان اخلاقی کمزوریوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی شامل کیجئے کہ اندھیروں میں بیٹھ کر ایسی فلمیں دیکھنے والی کتنی آنکھوں کی بینائی کمزور ہوئی۔ اور ایک بند کمرے میں اتنے افراد کے جمع ہونے سے حبس پیدا ہو کر فضا خراب ہو کر کتنے لوگوں کا دم گھٹتا ہے اور وہ کھانسی اور گلے کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور مال کا خسارہ اور ضائع کرنا الگ جرم ہے۔

لہٰذا استاد کو چاہئے کہ طلباء کے سامنے یہ تمام خرابیاں واضح کرے اور اُن کو بتائے کہ جو پیسے اور رقم ان فلموں کو دیکھنے میں صرف کی جاتی ہے اگر اس کو چھوڑ کر کوئی علمی کتاب یا مفید قصے کہانیاں خرید لی جائیں تو یہ بہت زیادہ افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے سعودی عرب کو سینما اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی لعنت سے محفوظ رکھا ہے۔

جوا، تاش اور لڈو وغیرہ:

ایک کامیاب معلّم کے لیے ضروری ہے کہ طلباء پر ہر وقت نگرانی رکھے اور اس کا انتظام کرے اور اُن کو بتائے کہ شرط لگا کر یا مٹھائی وغیرہ مقرر کر کے کھیلنا اس جوئے میں سے ہے جو غضب الٰہی کا باعث ہے اور جس سے جیب خالی ہو جاتی ہے۔

استاد لڑکوں کو خبردار کرے کہ جو شخص یہ چھوٹے چھوٹے کھیل کھیلنے کا عادی ہو جاتا ہے اس پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ مال کے ساتھ کھیلتا ہے پھر اپنی عزت کے ساتھ کھیلتا ہے اور یہ صورتحال اس وقت سامنے آتی ہے جب ایک آدمی ہارتا رہتا ہے اور مال ضائع کر بیٹھتا ہے' پھر جب خالی ہاتھ آتا ہے تو اپنی عزت مثلاً اپنی بیٹی کو اس جوئے میں بیچ دیتا ہے۔ ایک دفعہ اس طرح کا واقعہ پیش آیا پہلے اُس جوئے باز نے اپنا سارا مال جوئے کی نذر کیا پھر اپنی بیٹی کو بیچ دیا۔ اپنے کام سے باز نہ آیا اور

اپنے خون کو بھی بیچ دیا۔ یعنی اپنی جان جوئے کی نذر کر دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بیروت کے ایک ہوٹل سے اس کی لاش برآمد ہوئی۔

اگر جوئے میں کوئی خیر و بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے منع نہ فرماتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴾ [المائدة : ٩٠]

"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (تیروں سے قسمت آزمائی) یہ سب ناپاک کام شیطانی اعمال میں سے ہیں۔ لہٰذا اُن سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہاری آپس میں دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تمہیں ان کاموں سے باز رہنا چاہیے"۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص نردشیر یعنی شطرنج نما کھیل کھیلتا ہے وہ گویا کہ اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں ڈبوتا ہے"۔ (مسلم)

اس سے ہم یہ مسئلہ بھی نکال سکتے ہیں کہ پرچیوں کے ساتھ اور شطرنج کے ساتھ کھیلنا جائز نہیں خواہ وقت گزارنے کے لیے ہو اور اپنے زعم کے مطابق سکون حاصل کرنے کے لیے ہو۔ کیونکہ جو شخص یہ کام کرتا رہے گا وہ آخرکار جوئے کی حد تک پہنچ جائے گا۔ اور اسی طرح کھیلنے والوں کے آپس میں جھگڑے بھی ہوں گے۔

ایک دفعہ کسی نے بتایا کہ دو شطرنج کھیلنے والے دوستوں میں کھیلتے کھیلتے تنازع اور جھگڑا واقع ہو گیا' وہ زور زور سے چیخ چیخ کر جھگڑنے لگے' دونوں نے ایک دوسرے پر یہ الزام لگایا کہ تم نے لکڑی کو یعنی شطرنج کے مہرے کو حرکت دے کر آگے

پیچھے کیا ہے اور اُن میں سے ایک نے یہ قسم کھالی کہ اگر میں نے اُسے حرکت دی ہو تو میری بیوی کو طلاق' دوسرا پھر بھی نہ مانا اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے دشمن بن گئے اور پھر کبھی آپس میں ہم کلام نہ ہوئے حالانکہ وہ دونوں پڑوسی تھے۔

گالی گلوچ اور جھگڑا:

کچھ عرصے سے طالب علموں میں ایک عجیب اخلاق سوز بیماری دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے اور وہ ہے اُن کا آپس میں جھگڑتے رہنا اور لڑتے رہنا اور اس کے ساتھ ساتھ زبان کا بے جا استعمال کر کے گالی گلوچ کرنا اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ دین کو بھی گالی دینے لگتے ہیں۔ اولیاء اور نیک لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی اولاد کا خیال کریں۔ ان کے ہاتھوں کو قابو کریں اور اس میں کبھی چشم پوشی سے کام نہ لیں۔

ہمارے اسلاف کو تو اس عادت بد کا پتہ بھی نہ تھا۔ معلّم کو بھی طالب علم کے سرپرست کا تعاون کرنا چاہیئے۔ تاکہ یہ عادت جڑ ہی سے اکھڑ جائے اور اس عادت کو ختم کرنے کے لیے بہت حکمت عملی' دانشمندی اور نیک نصیحت کی ضرورت ہے۔

واقعہ:

کافی عرصہ ہوا میں نے ایک طالب علم کو دیکھا جو اپنے ساتھی کو گالی دے رہا تھا اور وہ گالی اس کے دین سے متعلق تھی۔ میں اس کے قریب ہوا اور اُسے کہا: اے میرے بیٹے! تمہارا نام کیا ہے؟ تو کس کلاس میں پڑھتا ہے؟ اور تیرا مدرسہ کون سا ہے؟ پھر میں نے اُسے کہا کہ تجھے کس نے پیدا کیا؟ اُس نے کہا کہ اللہ نے۔ میں نے پوچھا کہ تجھے کان اور آنکھیں کس نے عطا کیں؟ تیرے کھانے کے لیے پھلوں اور سبزیوں کا انتظام کس نے کیا؟ اُس نے کہا: اللہ نے۔ میں نے کہا کہ جس ذات نے تجھے یہ نعمتیں عطا کی ہیں' اب اس کی تجھ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ اس نے کہا: یہ کہ میں اللہ کا شکر ادا کروں۔ میں نے پوچھا کہ تو ابھی تھوڑی دیر پہلے کیا لفظ بول رہا تھا؟ تو وہ شرمندہ ہوا اور کھسیانا سا ہو کر کہنے لگا کہ میرے ساتھی نے مجھ پر زیادتی کی تھی؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ زیادتی کو قبول نہیں کرتا اور اس نے اِس سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [البقرة : ١٩٠]

''اور زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

تم یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جس نے تیرے ساتھی کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اس نے تجھے مارا؟ وہ کہنے لگا: شیطان نے۔ میں نے کہا: پھر تجھے چاہئے تھا کہ اس کے شیطان کو گالی دیتا۔ وہ بچہ فوراً اپنے ساتھی کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تیرے شیطان پر اللہ کی لعنت ہو۔ میں نے کہا کہ بیٹا! اب تو اللہ کی طرف توبہ کر کے استغفار کر۔ کیونکہ تو نے دین اسلام کو گالی دے کر کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ وہ فوراً کہنے لگا: میں اللہ عظمت والے سے مغفرت مانگتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

میں نے اس بچے کی اطاعت گزاری پر اس کی حوصلہ افزائی کی اور اُسے نصیحت کی کہ آئندہ کبھی ایسا برا کام نہ کرے۔ اور جب اپنے ساتھیوں سے یہی غلطی سنے تو اُن کو فوراً یہی نصیحت کرے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمان کو غصے اور غضب کی حالت میں أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ إِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾

''اور اگر آپ کو شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ محسوس ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ یقیناً وہ سنتا جانتا ہے''۔ [حٰمٓ السجدة : ٣٦]

اور رسول اکرم ﷺ نے غصے سے بھرے ہوئے ایک آدمی کے متعلق فرمایا:

((إِنِّيْ لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ))

''مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر یہ شخص اُسے پڑھ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے اور وہ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ہے''۔

اور جو جھگڑا طالب علموں میں پیدا ہو جائے اُس کے متعلق استاد کو یہ سمجھانا چاہئے کہ وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور کسی بھائی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے

حقیقی بھائی یا دینی بھائی کو گالی دے۔ اور لڑائی کافروں کا کام ہے' ہمارے شایان شان نہیں۔ اور ہمیں سب سے بڑے مربی اور معلّم سیدنا محمد ﷺ نے اس سے یوں منع فرمایا ہے:

((سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ))

''مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے''۔ (بخاری ومسلم)

طلباء کے درمیان اخوت ومحبت اور بھائی چارے کی فضا ہر وقت قائم رہنا تعلیمی ترقی کے لیے بہت لازمی ہے۔ اور معلّم کو چاہیئے کہ اُن کی ایسی چیزوں کی طرف رہنمائی کرتا رہے جو اُن کے بھائی چارے اور محبت میں اضافہ کریں۔ جیسے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ ، أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ))

''کیا میں تمہیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں کہ جب تم اسے کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے اور وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو عام کرو''۔ (مسلم)

گانا بجانا اور موسیقی کا حکم

اساتذہ ووالدین کو چاہیئے کہ بچوں کو گانوں سے اور موسیقی سے ڈرائیں اور قرآن وحدیث کی نصوص اُن کو سنائیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

1. اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ﴾ [لقمان : ٦]

''اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو بے ہودہ باتیں خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے اللہ کے راستے سے گمراہ کردیں اور اس راستے سے استہزا کریں''۔

اکثر مفسرین کے قول کے مطابق لَهْوَ الْحَدِيْثِ یعنی بے ہودہ باتوں سے مراد گانا بجانا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے ''غناء'' یعنی گانا بجانا مراد ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ آیت گانوں اور بانسریوں یعنی آلاتِ موسیقی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

❷ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ ﴾ [الاسراء: ٦٤]

''اوران میں سے جس کو بہکا سکے' اپنی آواز سے بہکا تارہ''۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس آواز سے مراد گانا بجانا اور آلاتِ موسیقی ہیں۔ (دیکھئے تفسیر ابن الجوزی)

❸ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ))

''میری امت میں ایسے لوگ ضرور آئیں گے جو زنا' ریشم' شراب اور موسیقی کو جائز قرار دیں گے''۔ (بخاری)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے کئی ایک لوگ یہ اعتقاد رکھیں گے کہ زنا' اصلی ریشم کو پہننا (مردوں کے لیے)' شراب نوشی اور موسیقی حلال ہیں۔ حالانکہ یہ سب کام حرام ہیں۔

﴿ اَلْمَعَازِفُ ﴾ یہ لفظ ہر نغمے اور سر والی آواز پر بولا جاتا ہے۔ مثلاً بینڈ باجے' ڈھول' بانسری' ڈگڈگی اور طبلہ وغیرہ حتیٰ کہ گھنٹی بھی اسی میں شامل ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ))

''گھنٹی بھی شیطان کی بانسریوں میں سے ہے''۔ (مسلم)

آپ ﷺ کا یہ فرمان گھنٹی کی آواز کے مکروہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی لوگ اپنے جانوروں کے گلے میں گھنٹی اٹکایا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ کیونکہ اس کی شکل عیسائیوں کے ناقوس (وہ لوہے کا ٹکڑا جسے لکڑی سے بجایا جاتا ہے) کے مشابہ ہے اور گھنٹی کی آواز کے بدلے میں بلبل کی

آواز سے کفایت ہوسکتی ہے۔

4 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب القضاء میں یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ گانا بجانا ایک مکروہ مشغلہ ہے جو باطل سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو شخص کثرت سے اسے سنتا رہتا ہے وہ سَفِیہ اور بے وقوف ہے' اس کی گواہی رد کر دی جائے گی۔

عصر حاضر میں موسیقی

1 موجودہ دور میں شادی بیاہ اور دوسری کئی محفلوں میں گانا بجانا اور بینڈ باجے کا استعمال عام ہو چکا ہے۔ ریڈیو' ٹی وی وغیرہ کی نشریات میں بھی ان کا رواج ہے۔ بلکہ کئی مواقع پر شروع اور آغاز ہی ان کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر اُن میں پیار ومحبت' نفسانی خواہش' بوس وکنار' مرد وعورت کی ملاقات' رخسار وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور یہ تمام چیزیں جنسی جذبات کو بھڑکاتی ہیں۔ جوانی کی شہوت کو مشتعل کرتی ہیں اور اُن کو فحاشی وعریانی اور زنا کی دعوت دیتی ہیں اور اخلاق حسنہ کا جنازہ نکال دیتی ہیں۔

2 جب اداکار مرد وعورت کی طرف سے گانا بجانا اور موسیقی جمع ہو جائے تو قوم کا اخلاق تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ یہ اداکار اور موسیقار عوام کا مال اپنے فن اور شعبدہ بازیوں سے لوٹ لیتے ہیں اور پھر یورپ میں جا کر اپنے محل' کوٹھیاں بناتے ہیں اور گاڑیاں خریدتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے فحش گانوں' جنسی فلموں سے عوام کا کردار تباہ کر دیتے ہیں اور بے شمار نوجوان اللہ کو چھوڑ کر ان سے دلی محبت شروع کر دیتے ہیں۔

اندازہ کیجئے گمراہی کا اور دین سے دوری کا کہ جب ۱۹۶۷ء میں یہود کے ساتھ جنگ جاری تھی تو اناؤنسر (ریڈیو وغیرہ پر) یہ اعلان کر رہا تھا اور لشکروں سے کہہ رہا تھا کہ پیش قدمی کرو تمہارے ساتھ فلاں فلاں موسیقی کار (ایک مرد اور ایک عورت کا نام لیا) ہیں۔ جاؤ حتیٰ کہ یہودیوں کو شکست فاش سے دوچار کر دو۔

اندازہ کیجئے کہ جہاد کے موقع پر ایک گلوکار اور ایک گلوکارہ کا نام لے کر جذبہ جہاد پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ پناہ دے' کس قدر گمراہی ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ وہ یہ اعلان کرتا:

''آگے بڑھتے جاؤ۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے' اس کی نصرت وتائید اور مدد تمہارے شامل حال ہے''۔

اور ایک گلوکارہ نے اعلان کیا کہ وہ اپنی ماہانہ محفل جسے قاہرہ میں منعقد کیا کرتی تھی اب اُسے تل ابیب میں قائم کرے گی جب کہ ہم غالب آ جائیں گے۔ جبکہ دوسری طرف یہودی اس جنگ کے بعد قدس شہر میں دیوار گریہ پر کھڑے ہو کر اللہ کا اپنی فتح پر شکر ادا کر رہے تھے۔

3. اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ دینی نغمے بھی ان منکرات اور بری چیزوں کی ملاوٹ سے نہیں بچ سکے۔ ایک گلوکارہ یہ شعر کہہ رہی تھی:

وَ قِيلَ كُلُّ نَبِيٍّ عِنْدَ رُتْبَتِهِ وَ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا الْعَرْشُ فَاسْتَلِمْ

''اور کہا گیا کہ ہر نبی اپنے مرتبے کے پاس رہے اور اے محمد (ﷺ)! یہ عرش ہے اس کو چھو لو اور چوم لو''۔

یہ آخری لفظ اللہ اور اس کے پیغمبر پر جھوٹ باندھا گیا ہے اور حقیقت کے خلاف ہے۔

موسیقی سے بچنے کا طریقہ

1. ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ سے موسیقی سننے سے پرہیز کیا جائے اور دور رہا جائے۔ خصوصاً بے حیائی والے گانے اور موسیقی سے ملے ہوئے نغمے بالکل نہیں سننے چاہئیں۔

2. گانوں اور موسیقی کے سب سے زیادہ مخالف ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن ہے۔ خصوصاً سورۂ بقرہ کی قراءت تو ان سے نجات دے دیتی ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي يُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ)) (مسلم)

''یقیناً شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [يونس : ٥٧]

''لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے''۔

3. سیرت نبویہ ﷺ' اوصافِ محمدیہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خبریں اور کارنامے زیرِ مطالعہ رکھیے۔

مستثنیٰ نغمے

1. عید کے دن وہ نغمے جائز ہیں جن میں آلاتِ موسیقی استعمال نہ ہوں اور وہ بے حیائی پر مشتمل نہ ہوں۔ اس کے جواز کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے' وہ کہتی ہیں کہ اس کے پاس رسول اکرم ﷺ داخل ہوئے اور اس کے پاس دو بچیاں اپنی اپنی دف بجا رہی تھیں (ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس دو بچیاں (جنگی نغمے) گا رہی تھیں)۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن کو ڈانٹ دیا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((دَعْهُنَّ فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَ إِنَّ عِيْدَنَا هٰذَا الْيَوْمُ)) (بخاری)

''ان کو چھوڑ' ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور ہماری عید (اور خوشی کا) یہ دن ہے''۔

2. دف بجا کر نکاح کے وقت کوئی نغمہ گانا جائز ہے۔ تا کہ نکاح کا اعلان ہو اور لوگوں کو پتہ چلے' اور اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، ضَرْبُ الدُّفِّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ))

''حلال اور حرام (شادی) کے درمیان فرق یہ ہے کہ نکاح میں دف بجائی جائے اور آواز بلند کی جائے''۔ (یہ صرف بچیوں کے لیے اجازت ہے)

3. کام کرتے وقت ایسے اسلامی ترانے پڑھنا جو کام کرتے وقت چستی کا باعث بنیں۔ خصوصاً جب اُن ترانوں میں کوئی دعا بھی ہو۔ جیسے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اکرم ﷺ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھ رہے تھے اور ان

کے ساتھ خندق کھودنے والے مجاہدین کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ یہ پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَه　　فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَه

''اے اللہ! آخرت کی عیش اور زندگی کے علاوہ کوئی زندگی اور عیش نہیں لہٰذا انصار اور مہاجرین سب کو معاف فرما دے''۔

یہ شعر سن کر انصار اور مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم یہ شعر پڑھ کر جواب دیتے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا　　عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر، جب تک زندہ رہیں گے، جہاد کے لیے بیعت کی ہے''۔

اور آپ ﷺ مٹی کھودتے ہوئے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ شریک کار تھے اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے:

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا　　وَلَا صُمْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

''اللہ کی قسم! اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے، نہ روزہ رکھ سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے''۔

فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا　　وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

''پس ہم پر سکینت و اطمینان ضرور نازل فرما اور اگر ہماری دشمن سے ملاقات ہو تو ثابت قدم رکھ''۔

وَالْمُشْرِكُوْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا　　إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

''اور مشرکوں نے ہم پر بغاوت کی ہے، جب وہ کسی فتنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کر دیتے ہیں''۔

آپ ﷺ یہ اشعار پڑھتے ہوئے آخری لفظ أَبَيْنَا کو بلند آواز سے کہتے اور دہراتے۔

4. وہ ترانے اور نغمے جن میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا تذکرہ ہو۔ یا رسول اکرم ﷺ سے محبت کا ذکر ہو۔ یا آپ ﷺ کی صفات بیان کی گئی ہوں۔ یا جہاد کی ثابت

قدمی کی۔ یا اخلاق کے مضبوط اور پختہ کرنے پر ترغیب دی گئی ہو۔ یا مسلمانوں کے درمیان محبت اور باہمی تعاون کی دعوت ہو۔ یا اسلام کی خوبیوں اور محاسن کا اس میں بیان ہو۔ یا کوئی بھی ایسی چیز ہو جس کا معاشرے کو اس کے دین اور اخلاق کے لحاظ سے فائدہ پہنچ رہا ہو۔ تو اس طرح کے نغمے جائز اور مباح ہیں۔

5. آلاتِ موسیقی میں سے صرف دف کی اجازت ہے۔ عید' نکاح کے موقع پر عورتیں ایسا کرسکتی ہیں۔ اور ذکر الٰہی کرتے وقت دف کا استعمال کرنا یا ترانہ گانا جائز نہیں۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے بعد ایسا کام نہیں کیا۔

صوفیاء نے اسے اپنے لیے جائز قرار دیا ہے اور ذکر الٰہی میں مشغولیت کے وقت دف بجانے کو سنت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ کام بدعت ہے اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

''اپنے آپ کو نئے ایجاد کردہ امور سے بچاؤ۔ کیونکہ ہر نیا پیدا شدہ معاملہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے''۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے)

تصویر اور مورتی کا حکم

اسلام نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ صرف اُسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا باقی ہر ایک کی عبادت اور پوجا چھوڑ دیں۔ خواہ کوئی ولی ہو یا نیک شخصیت جن کو بت' مورتی' تصویر کی شکل دے کر یا اُس کی قبر اور مزار پر وہ پوجا کرتے تھے۔

یہ دعوت توحید اللہ رب العزت نے اُسی وقت انسانوں کو دی تھی جب اُس نے لوگوں کی رہنمائی کے لیے رسولوں اور پیغمبروں کا سلسلہ شروع کیا۔ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ [النحل:٣٦]

''اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا جس نے یہ پیغام سنایا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے پرہیز کرو''۔

طاغوت ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اُس کی مرضی سے پوجا جائے ان مورتیوں اور تصویروں کا تذکرہ سورۂ نوح علیہ السلام میں ہوا ہے اور اس بات کی سب سے بڑی دلیل کہ یہ نیک لوگوں کی تصویریں اور مورتیاں تھیں' وہ روایت ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ نے جو یہ فرمایا'

﴿ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَّقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ﴾ [نوح: ٢٣، ٢٤]

''اور اُن سرداروں نے لوگوں سے کہا کہ اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑو۔ یوں انہوں نے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کردیا''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے اُس کی قوم کے ذہنوں میں یہ بات ڈالی کہ ان کی تصویریں بنا کر اپنی مجلسوں میں رکھ لو اور اُن تصویروں کو ان کے نام دے دو (تاکہ ان کو دیکھ کر تم عبادت کرتے رہو)۔ لوگوں نے اسی طرح کیا' لیکن اُن کی پوجا نہ کی۔ جب یہ نسل بھی گزر گئی اور علم ناپید ہوگیا تو بعد والی نسل نے اُن کی پوجا بھی شروع کردی۔

یہ قصہ اس پر دلیل ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کا سبب یہ نیک سرداروں اور لوگوں کی تصویریں ہی تھیں۔

بہت سے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ مورتیاں خصوصاً تصویر اس وقت حلال ہوچکی ہیں۔ کیونکہ اس دور میں تصویروں اور مورتیوں کی پوجا کا وجود نہیں ہے۔

مناظر، مقدس مقامات مثلاً کعبہ، مسجد اقصیٰ اور دوسری مساجد کی تصاویر جائز ہیں' بشرطیکہ ان میں کسی انسان' حیوان یا ذی روح کی تصویر نہ ہو۔ اور اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ''اگر تو نے لازماً تصویر بنانی ہی ہے تو درخت کی تصویر بنا اور غیر ذی روح چیزوں کی تصویر بنا''۔ (بخاری)

❷ وہ تصویریں جو کاغذی نوٹوں' شناختی کارڈ یا ویزہ وغیرہ بنانے کے لیے یا ڈرائیونگ اور گاڑی کا لائسنس بنانے کے لیے ہوتی ہیں اُن کی بوجہ مجبوری گنجائش اور اجازت ہے۔

❸ بچیوں کے لیے جائز ہے کہ چھوٹی چھوٹی گڑیاں جیسی شکلیں کپڑے وغیرہ سے بنالیں۔ جس کو پھر وہ میک اپ کریں' کپڑے پہنائیں۔ اُسے صاف ستھرا رکھیں اور اس کی پرورش کریں۔ اور یہ ان کی تربیت ہے کہ جب وہ ماں بنیں تو یہ کام بچپن میں سیکھ چکی ہوں۔ اور اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے:

''میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیا نما تصویروں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی''۔ (بخاری)

کیا تمباکو نوشی حرام ہے

اساتذہ و والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں اور شاگردوں کو تمباکو نوشی سے نفرت دلائیں اور اس کے نقصانات سے آگاہ کریں۔ تمباکو نوشی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود نہیں تھی۔ اور اسلام نے جو اپنی تعلیمات پیش کی ہیں اُن میں بہت سے قواعد عمومی ہیں۔ جو قیامت تک پیدا ہونے والی چیزوں پر مشتمل اور حاوی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر وہ چیز حرام ہے جو جسم کے لیے نقصان دہ یا پڑوسی کے لیے تکلیف دہ ہو یا مال کو ضائع کرنے کا باعث ہو۔ آیئے اب ہم ان عمومی دلائل

کی روشنی میں تمباکو نوشی کا حکم معلوم کرتے ہیں۔

❶ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ﴾ [الأعراف : ١٥٧]

''اور وہ پیغمبر اُن کے لیے پاک چیزوں کو حلال اور خبیث و ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے''۔

اور تمباکو نوشی بھی ایک خبیث اور مکروہ چیز ہے' نقصان دہ ہے اور گندی بدبو والی ہے۔

❷ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرة : ١٩٥]

''اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو''۔

اور تمباکو نوشی مہلک امراض مثلاً کینسر اور دوسری پھیپھڑوں کی بیماریوں کا باعث بنتی ہے اور آدمی کو ہلاکت تک پہنچاتی ہے۔

❸ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ﴾ [النساء : ٢٩]

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو''۔

اور تمباکو نوشی انسانی جان کو آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقے سے قتل کرنے کا موجب ہے۔

❹ اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے نقصانات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ إِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ﴾ [البقرة : ٢١٩]

''اور ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے کہیں زیادہ ہے''۔

اور انہی کی طرح تمباکو نوشی ہے جس کے نقصانات اس کے نفع سے کہیں زیادہ ہیں۔ بلکہ یہ تو ہر لحاظ سے نقصان دہ چیز ہے۔

❺ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ﴾ [الإسراء : ٢٧]

''بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں''۔

اور تمباکو نوشی کو دیکھ لیجیے یہ بھی فضول خرچی اور اسراف ہے اور اسی وجہ سے شیطانی عمل ہے۔

6 رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ))

''نہ نقصان دو اور نہ نقصان میں پڑو''۔ (صحیح۔احمد)

تمباکو نوشی کو اس حدیث کی روشنی میں دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ یہ ایسی خطرناک چیز ہے جو تمباکو نوشی کرنے والے کے جسم کے لیے نقصان دہ' اس کے ہمسائے اور پاس بیٹھنے والے کے لیے تکلیف واذیت کا باعث اور مال و دولت کو ضائع کرنے کا سبب ہے۔

7 رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((وَكَرِهَ إِضَاعَةَ الْمَالِ))

''اور اللہ تعالیٰ نے مال کا ضائع کرنا ناپسند اور مکروہ جانا ہے''۔ (بخاری ومسلم)

اور تمباکو نوشی بھی مال کے ضیاع اور خسارے کا باعث ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مکروہ جانا ہے اور حرام قرار دیا ہے۔

سلف صالحین رحمہم اللہ کی تحقیق کے مطابق کتاب وسنت میں کراہت سے حرمت مراد ہوتی ہے۔

8 رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ))

''میری ساری امت کو معاف کر دیا جائے گا سوائے اُن لوگوں کے جو گناہوں کا علانیہ طور پر اور سرعام ارتکاب کرتے ہیں''۔ (بخاری ومسلم)

تمباکو نوشی کرنے والے بھی اپنے گناہ کا سرعام اور کھلم کھلا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی اس برائی پر آمادہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

9 رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ))

''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے''۔

اور تمباکو نوشی کرنے والا اپنے اس قبیح فعل سے اپنی بیوی، اپنے بچوں، اپنے شاگردوں اور اپنے ہمسایوں یعنی پاس بیٹھنے والے کو اذیت دیتا ہے۔

خصوصاً اس کا یہ کام نمازیوں کو اور فرشتوں کو تکلیف پہنچانے کے اعتبار سے زیادہ قبیح اور گھناؤنا بن جاتا ہے۔

ان شرعی دلائل کے ساتھ ساتھ طبی نقطۂ نگاہ سے بھی یہ کام ممنوع قرار دیا جا چکا ہے اور ہر سگریٹ کی ڈبیا پر لکھا جاتا ہے: ''خبردار! تمباکو نوشی صحت کے لیے مضر ہے''۔ اس کے ساتھ دانتوں پر پیلے نشانات پڑ جاتے ہیں' انگلیاں بھی بسا اوقات خراب ہو جاتی ہیں۔ اور یہ پھیپھڑوں کے سرطان' خون کے کینسر اور حلق کی موذی بیماریوں کو پیدا کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بدبودار چیزیں مثلاً پیاز اور لہسن وغیرہ کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے اور تمباکو نوشی کی بدبو ان سے کہیں زیادہ مقدار میں منہ سے خارج ہوتی ہے۔ اس لیے اُسے بھی مسجد میں نہیں آنا چاہئے۔ تو اس لحاظ سے یہ نیکیوں میں رکاوٹ ہے۔

جب کوئی استاد اپنے طلباء کو اپنے دلائل اور کلام سے قائل کر لے اور ان کے قول وفعل میں مطابقت دیکھ لے تو وہ جان رکھے کہ وہ خود بھی اور اس کے طلباء بھی صحیح راستے اور شاندار شاہراہ پر گامزن ہو چکے ہیں۔

داڑھی کٹانا اور شیو کرنا

دورِ حاضر کے نوجوانوں اور طالب علموں کی اکثریت مغربی معاشرے سے متاثر ہو کر داڑھی کے ساتھ بدسلوکی کرتی ہے۔ کچھ داڑھی کو آدھا آدھا انچ رکھنے

کے بعد کٹاتے ہیں اور اکثر لوگ داڑھی کو بالکل ہی صاف کرا دیتے ہیں' شیو کراتے ہیں۔ خود کو تہذیب یافتہ خیال کرتے ہیں اور اس سنت نبویہ کو منڈوا کر' کٹوا کر نالی اور گندے پانی میں بہا دینا اپنے لیے ایک اعزاز خیال کرتے ہیں اور یوں شیطان کو خوش کر دیتے ہیں۔ کئی ایک دلائل سے داڑھی رکھنا واجب اور اس کا کٹانا شیطانی عمل ثابت ہوتا ہے۔

❶ اللہ تعالیٰ نے شیطان کا یہ قول ذکر فرمایا:

﴿ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ﴾ [النساء : ۱۱۹]

''اور میں اُن کو ضرور حکم دوں گا اور وہ ضرور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کریں گے''۔

اب دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ نے تو آدمی کے منہ پر داڑھی کا زیور سجایا لیکن لوگ شیطان کی پیروی کرتے ہوئے اس چہرے میں تبدیلی پیدا کر رہے ہیں۔

❷ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَ أَرْخُوا اللِّحیٰ، خَالِفُوا الْمَجُوسَ))

''بڑھی ہوئی مونچھیں کٹواؤ، داڑھی کو چھوڑ دو، مجوسیوں کی مخالفت کرو''۔ (مسلم)

اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جو مونچھیں ہونٹوں کے کنارے سے آگے نکل آئیں اُن کو کاٹ ڈالو اور کافروں کی مخالفت کرتے ہوئے داڑھی کو بڑھاؤ۔ مجوسی اور آتش پرست لوگ اُس وقت داڑھی کٹاتے تھے۔

❸ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : قَصُّ الشَّارِبِ، وَ إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَ قَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَ نَتْفُ الْإِبْطِ، وَ حَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ))

''دس چیزیں فطرت میں سے ہیں: مونچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، پانی کو ناک میں چڑھانا، ناخن کاٹنا، انگلیوں کے درمیانی جوڑ دھونا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال مونڈنا اور استنجاء کرنا''۔ (مسلم)

4 ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ))
''رسول اکرم ﷺ نے اُن مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں''۔ (بخاری)

داڑھی مونڈھنا بھی عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ہے اور رحمت الٰہی سے دوری کا باعث ہے۔

5 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لٰکِنِّیْ أَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ أَنْ أُعْفِیَ لِحْیَتِیْ وَ أَنْ أُقَصَّ شَارِبِیْ))
''لیکن مجھے میرے رب نے یہی حکم دیا کہ اپنی داڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کاٹوں''۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ داڑھی بڑھانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے اور واجب ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی

مسلمانوں کی جہادی قوت کو ختم کرنے کے لیے کافروں نے اسلامی ممالک میں منصوبہ بندی کی زبردست مہم چلا رکھی ہے اور باقاعدہ اس کے متعلق لوگوں کو تعلیم دے کر تربیت کی جاتی ہے' جو کہ سراسر شریعتِ اسلامی کے خلاف ہے' جس کے کئی ایک دلائل ہیں۔

1 اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا ﴾ [الکھف : ٤٦]
''مال و دولت اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں''۔

مال اور اولاد دو ایسی نعمتیں ہیں جن کے حصول کے لیے آدمی فطری طور پر بھاگ دوڑ کرتا ہے اور یہ دونوں ہی دنیاوی زندگی کی زینت اور متاع ہیں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ شیطان فطرت انسان' لوگوں کے ذہنوں میں یہ وسوسہ

کے بعد کٹاتے ہیں اور اکثر لوگ داڑھی کو بالکل ہی صاف کرا دیتے ہیں' شیو کراتے ہیں۔ خود کو تہذیب یافتہ خیال کرتے ہیں اور اس سنت نبویہ کو منڈوا کر' کٹوا کر نالی اور گندے پانی میں بہا دینا اپنے لیے ایک اعزاز خیال کرتے ہیں اور یوں شیطان کو خوش کر دیتے ہیں۔ کئی ایک دلائل سے داڑھی رکھنا واجب اور اس کا کٹانا شیطانی عمل ثابت ہوتا ہے۔

❶ اللہ تعالیٰ نے شیطان کا یہ قول ذکر فرمایا:

﴿ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ﴾ [النساء : ۱۱۹]

''اور میں اُن کو ضرور حکم دوں گا اور وہ ضرور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کریں گے''۔

اب دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ نے تو آدمی کے منہ پر داڑھی کا زیور سجایا لیکن لوگ شیطان کی پیروی کرتے ہوئے اس چہرے میں تبدیلی پیدا کر رہے ہیں۔

❷ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَ أَرْخُوا اللِّحىٰ، خَالِفُوا الْمَجُوسَ))

''بڑھی ہوئی مونچھیں کٹواؤ، داڑھی کو چھوڑ دو، مجوسیوں کی مخالفت کرو''۔ (مسلم)

اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جو مونچھیں ہونٹوں کے کنارے سے آگے نکل آئیں اُن کو کاٹ ڈالو اور کافروں کی مخالفت کرتے ہوئے داڑھی کو بڑھاؤ۔ مجوسی اور آتش پرست لوگ اُس وقت داڑھی کٹاتے تھے۔

❸ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : قَصُّ الشَّارِبِ، وَ إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَ قَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَ نَتْفُ الْإِبْطِ، وَ حَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ))

''دس چیزیں فطرت میں سے ہیں: مونچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، پانی کو ناک میں چڑھانا، ناخن کاٹنا، انگلیوں کے درمیانی جوڑ دھونا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، زیرِ ناف بال مونڈنا اور استنجاء کرنا''۔ (مسلم)

4 ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ))
''رسول اکرم ﷺ نے اُن مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں''۔ (بخاری)

داڑھی مونڈھنا بھی عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ہے اور رحمت الٰہی سے دوری کا باعث ہے۔

5 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لٰكِنَّنِيْ أَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ أَنْ أُعْفِيَ لِحْيَتِيْ وَ أَنْ أُقَصَّ شَارِبِيْ))
''لیکن مجھے میرے رب نے یہی حکم دیا کہ اپنی داڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کاٹوں''۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ داڑھی بڑھانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے اور واجب ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی

مسلمانوں کی جہادی قوت کو ختم کرنے کے لیے کافروں نے اسلامی ممالک میں منصوبہ بندی کی زبردست مہم چلا رکھی ہے اور باقاعدہ اس کے متعلق لوگوں کو تعلیم دے کر تربیت کی جاتی ہے' جو کہ سراسر شریعتِ اسلامی کے خلاف ہے' جس کے کئی ایک دلائل ہیں۔

1 اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ [الكهف : ٤٦]
''مال ودولت اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں''۔

مال اور اولاد دو ایسی نعمتیں ہیں جن کے حصول کے لیے آدمی فطری طور پر بھاگ دوڑ کرتا ہے اور یہ دونوں ہی دنیاوی زندگی کی زینت اور متاع ہیں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ شیطان فطرت انسان' لوگوں کے ذہنوں میں یہ وسوسہ

اور سوچ پیدا کر رہے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کی تعداد محدود رکھیں۔ لیکن کبھی انہوں نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ اپنے مال اور جائیداد کو بھی محدود رکھو۔ اولاد کے معاملے میں فطرت کی خلاف ورزی کر لی لیکن مال کے معاملے میں نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں انسان کی زندگی میں اور اس کی موت کے بعد اُس کے لیے مشترک نفع کی حامل ہیں۔ انسان کو دونوں سے مشترک فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ))

''جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال اس سے منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین چیزوں سے اُسے برابر فائدہ پہنچتا رہتا ہے: صدقہ جاریہ اور وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جا رہا ہو اور وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو''۔ (مسلم)

اب دیکھئے! موت کے بعد اس کا مال والا صدقہ اور اولاد کی دعا نفع بخش ثابت ہو رہے ہیں۔ تو کتنی عجیب اور بے ڈھنگی بات ہے کہ مال کی طرف ساری زندگی کوشش کی جائے اور اولاد کے لیے حد بندی کی جائے۔

❷ اسلام نے تو کثرتِ اولاد کی ترغیب دی ہے اور ایسی عورت سے شادی کرنے پر رغبت دلائی ہے جو زیادہ بچے جننے کے قابل معلوم ہو۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''بہت محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو۔ کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کے ساتھ باقی امتوں پر فخر کروں گا''۔ (حدیث صحیح ہے۔ ارواء الغلیل: ۱۷۸۴)

❸ اسلام میں منصوبہ بندی کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں! اگر ایسی صورت ہو کہ ماں کی زندگی یا پیٹ والے بچے کی زندگی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو یہ استثنائی صورت ہے۔ البتہ یہ عذر پیش کرنا کہ مال کی قلت ہے یا فقیری کا خدشہ ہے تو ان

بہانوں کو سبب بنا کر منصوبہ بندی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا ﴾ [الاسراء : ٣١]

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ کیونکہ رزق تو اللہ کے ذمے ہے ہم اُن کو بھی اور تمہیں بھی رزق دیتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے''۔

اور یہ فقیری کا خوف تو شیطان دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَّاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرہ : ٢٦٨]

''(اور دیکھنا' شیطان کا کہا نہ ماننا) وہ تو تمہیں فقیری اور تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کے کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور رحمت وفضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت وکشادگی والا اور بہت زیادہ علم والا ہے''۔

4 دشمنانِ اسلام کی سر توڑ کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کی آبادی جس قدر ہو سکے کم سے کم کی جائے اور اپنے ممالک میں وہ مکمل جستجو اور جدوجہد میں مصروف ہیں کہ آبادی بڑھائی جائے تاکہ مسلمانوں پر اُن کی فوقیت ہو اور وہ مسلمانوں کو ذلیل ورسوا کر سکیں۔ جس طرح کہ مصر اور دوسرے اسلامی ممالک میں نظر آ رہا ہے۔ اور انہوں نے اس کام کا نام خاندانی منصوبہ بندی تجویز کیا ہے۔ اور وہ حمل ضائع کرنے یا حمل روکنے کی گولیاں مفت دیتے ہیں۔

کاش کہ مسلمانوں کو اپنے دین کا یہ مخالف کام محسوس ہو جائے۔

باب 11

انعامات وعقوبات

ایک کامیاب استاد مادی سزاؤں اور جسمانی عقوبتوں کی طرف بہت کم رجحان رکھتا ہے۔ اور اگر کبھی کسی کو سزا دیتا ہے تو ضرورت سے زیادہ نہیں' اس کی ہمیشہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ سزاؤں پر انعامات کو ترجیح دے۔ کیونکہ اس طرح طالب علم کا علم کی طرف میلان اور لگاؤ زیادہ ہوتا ہے۔ اور تعلیم وتربیت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ جب کہ ان کے برعکس سزائیں طالب علم کے اوپر منفی اثرات مرتب کرتی ہیں۔ اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ طالب علم اور علم وفہم کے درمیان رکاوٹ بن جاتی ہیں اور اس کی تعلیم پر دوام اور ترقی کی روح کو قتل کر کے رکھ دیتی ہیں اور بیشتر دفعہ یوں ہوتا ہے کہ طلباء بعض اساتذہ کا قسما قسم کا ظلم وتشدد دیکھ کر دل برداشتہ ہو جاتے ہیں اور مدرسہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور طلباء کی یہ عادت ہے کہ وہ ظلم کرنے والے استاد کا نام نہیں لیتے۔ بلکہ اس کو ''ظالم'' کہہ کر یاد کرتے ہیں۔

اب ہم انعامات اور ان کی اقسام کا تذکرہ پہلے کریں گے اور سزاؤں کا بعد میں بیان ہوگا۔ کیونکہ تعلیم وتربیت میں اصل تو یہی انعامات ہیں اور ہمیشہ انہی کو مقدم رکھا جاتا ہے۔

1۔ خوبصورت مدح سرائی:

کامیاب معلّم پر لازم ہے کہ جب کسی طالب علم کی سیرت میں حسن وخوبی کا مشاہدہ کرے یا اس کی محنت وکاوش پر اطلاع پائے تو فوراً اچھے الفاظ میں اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ خوبصورت الفاظ میں اس کی مدح بیان کرے۔ مثلاً طالب علم سے' جس نے سوال کا جواب سنا دیا ہو' اس سے کہے: أَحْسَنْتَ (بہت اچھے) یا شاباش' یا کہے: بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ ''اللہ تجھ میں برکت کا نزول فرمائے اور برکت عطا کرے''۔ یا کہے

کہ فلاں بچہ بہت اچھا ہے۔

ان جیسے تعریفی کلمات کے ساتھ طالب علم کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے' طالب علم کی تعلیمی روح طاقت پکڑتی ہے اور اس کے ذہن میں بہترین قسم کا مثبت اثر پیدا ہوتا ہے اور ان خوبصورت تاثرات کی بدولت وہ اپنے معلّم سے اور اپنے مدرسے اور تعلیم گاہ سے بہت محبت کرتا ہے اور اس کا ذہن تدریس کے قابل ہو جاتا ہے' ساتھیوں کو پڑھاتا ہے' طالب علمی کے دور میں ہی اپنے ساتھیوں کو آمادہ کرتا ہے کہ وہ بھی آداب وکردار اور محنت میں اس جیسا طریق کار اختیار کریں' تاکہ اپنے معلّم اور مربی سے مدح وثنا اور حوصلہ افزائی حاصل کر سکیں۔

یہ اُن کے لیے اُن مادی وجسمانی سزاؤں سے بہتر ہے جن کے وہ درپے ہوئے جاتے ہیں۔

2۔ مادی انعامات:

بچے کی طبیعت میں یہ بات ہے کہ جب اُسے کوئی چیز انعام میں دی جائے تو بہت خوش ہوتا ہے' اسے محفوظ رکھنے کی حرص میں لگا رہتا ہے' اس لیے معلم کو چاہیے کہ اس کی یہ خواہش اور خوشی پوری کرے اور مناسب موقع ڈھونڈ کر بچے کو کوئی نہ کوئی انعام دیتا رہے' محنتی شاگرد' با اخلاق طالب علم' اپنی ذمہ داری پوری کرنے والا طالب علم جو اپنے رب کے فرائض مثلاً نماز اور اس طرح کے دوسرے اعمال صالحہ ادا کرتا ہے اور سکول کے فرائض بھی پورے کرتا ہے' جب وہ کوئی انعام اپنے استاد سے وصول کرتا ہے تو وہ اپنے دوستوں اور رُفقاء کے سامنے اپنے دل میں بہت خوشی محسوس کرتا ہے' کسی چیز کو اپنی ملکیت میں لے کر خوش ہونے کی جو اس کی فطرت ہے' وہ پوری ہو جاتی ہے اور استاد کے لیے مستحسن ہے کہ طالب علم کے کردار اور جس چیز میں اس نے عمدگی کا مظاہرہ کیا ہے' اُس میں عمدگی والی علامت مقرر کردے۔

3۔ دعا:

معلم کو چاہیئے کہ روحانی انعام کے طور پر محنتی' ادیب یا نمازی طالب علم کو دعا

دے اور اُسے کہے کہ وَفَّقَكَ اللّٰهُ ''اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے''۔ میں تمہارے روشن مستقبل کی امید رکھتا ہوں۔ اور کوتاہی و سستی کرنے والے اور بداخلاق طالب علم سے کہے کہ اللہ تمہاری اصلاح کرے اور تمہیں ہدایت سے نوازے۔

4۔ اعزازی بورڈ:

ایک بہت فائدہ بخش اقدام یہ ہے کہ مدرسے اور سکول میں ایک بہت بڑی تختی لٹکائی گئی ہو۔ جسے آمد و رفت والی جگہ میں لٹکایا گیا ہو اور اس کا مقصد یہ ہو کہ جن طلباء کو کردار' محنت یا صفائی وغیرہ کسی معاملے میں بھی باقی طلباء سے امتیازی حیثیت حاصل ہو اُن کے نام اس بورڈ اور تختی پر لکھے جائیں۔ اس طرح تمام طلباء میں یہ شوق پیدا ہو گا کہ وہ بھی ان ممتاز طلباء جیسے کام بلکہ ان سے بڑھ کر مرتبہ حاصل کریں تا کہ اُن کے نام بھی اس تختی پر لکھے جاسکیں۔

5۔ استحسان:

جب کوئی لڑکا پوری کلاس میں اچھی پرفارمنس اور کارکردگی ادا کرے' باقی ساتھیوں سے امتیازی حیثیت حاصل کرے' مثلاً سبق کی تشریح کرے' حافظے کی بنا پر کوئی غیر معمولی بات کرے یا کوئی مسئلہ اور سوال حل کرے' یا قرآنِ مجید میں سے کوئی صورت پڑھ کر سنائے تو استاد اور معلّم کو چاہیے کہ اس طالب علم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تھپکی دے اور اُسے یہ دعا دیتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کرے: بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ. ''اللہ تجھ پر برکت نازل فرمائے''۔

6۔ طلباء میں شمولیت:

طلباء کے لیے ایک بہت بڑا انعام یہ ہے کہ استاد عمدہ کارکردگی کرنے والے طلباء میں خود کو شریک کرے اور اپنے آپ کو اُن کی طرف منسوب کرے۔ یہ طلباء کے لیے ایک بہت بڑا انعام ہے۔ مثلاً ساری کلاس کی حوصلہ افزائی کے لیے کہے کہ کاش! میں بھی تمہاری کلاس کا ایک طالب علم ہوتا۔ جیسے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْأَنْصَارِ))

''اگر ہجرت کا شرف نہ ہوتا تو میں انصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص ہوتا''۔ (بخاری ومسلم)

7۔ وصیت:

اس انعام کی صورت یہ ہے کہ کوئی معلّم تمام طلباء اور اساتذہ کو مخاطب کر کے اُن کو وصیت کرے کہ فلاں عمدہ کارکردگی والے طالب علم کی طرح ہونے کی کوشش کرو۔ اس طرح اس محنتی اور با اخلاق طالب علم کی حوصلہ افزائی ہوگی اور اس کے ساتھی اس کام پر تیار ہوں گے کہ اس کی طرح محنتی اور با اخلاق بن کر دکھائیں گے۔

8۔ صحبت اختیار کرنا:

طالب علموں کی حوصلہ افزائی اور ان کو انعام دینے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ استاد اُن کی صحبت اور ساتھ اختیار کرے۔ مسجد کی طرف جاتے ہوئے' درسی سرگرمیوں کے سلسلے میں کہیں جاتے ہوئے یا سیر وسیاحت کرتے ہوئے اُن کے ہمراہ چلے' استاد کے ایسا کرنے سے وہ طلباء ایک فخر محسوس کریں گے اور بہت خوشی محسوس کریں گے۔

9۔ طالب علم کے گھر والوں کو وصیت:

شاگرد کی حوصلہ افزائی اس طریقے سے بھی ہوسکتی ہے کہ استاد ایک پیغام اور رقعہ لکھے اور طالب علم کے ہاتھ اُسے بھیج دے' اس میں طالب علم کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے اُس کی مدح اور تعریف والے کلمات لکھے۔ اس طرح طالب علم کا خاندان اپنے اس بچے اور طالب علم کے ساتھ بہترین سلوک کریں گے' یوں طالب علم ترقی اور عروج کی منزلیں طے کرتے ہوئے اپنے کردار کو بہتر سے بہتر بنائے گا۔

معلّم اس خط میں گھر والوں سے یہ سوال کرے کہ گھر میں طالب علم کا اخلاق اور کردار کیسا ہے؟ اور کیا وہ مسجد میں جا کر با جماعت نماز پر پابندی کرتا ہے؟ اور طالب علم پر لازم قرار دیا جائے کہ وہ کاغذ پر اپنے سرپرست کے یا امام مسجد کے دستخط کرا کے لائے کہ واقعی وہ نماز با جماعت کا عادی ہے۔ اور طلباء اپنے والدین سے رقعہ

اور پیغام لکھوا کر لائیں جس میں اُن کے حسن کردار اور بد اخلاقی سب کا تذکرہ کیا گیا ہو' تاکہ مزید حوصلہ افزائی ہو یا اصلاح کا پہلو اختیار کیا جائے۔

10۔ فقراء کا تعاون:

استاد طالب علموں کی ایک چھوٹی سی کمیٹی تشکیل دے اور اُن کا کام یہ مقرر کرے کہ وہ فقیروں کے تعاون کے لیے کوشش کریں گے' خود بھی اپنے مال میں سے حصہ ڈالیں اور قریبی دوست احباب اور رشتے داروں سے بھی کچھ مال اکٹھا کرنے کی کوشش کریں۔ اور استاد اپنے آپ کو ان میں شامل رکھے اور خود بھی حصہ ڈالے تاکہ طلباء اس سے متاثر ہوں' اور پھر مال اکٹھا کر لینے کے بعد استاد اور طلباء کی نگرانی میں فقراء و مساکین میں وہ مال تقسیم کر دیا جائے' کپڑے' اناج' کتابیں' ادویات وغیرہ خریدی جائیں۔فقراء میں سے سب سے قبل اُن طلباء کو ڈھونڈا جائے گا جن کے گھریلو حالات معاشی اعتبار سے مستحکم نہ ہوں اور بعد میں گرد ونواح کے فقراء و مساکین شامل ہوں گے۔

اس کام سے فارغ ہو جانے کے بعد استاد تمام طلباء کے سامنے ان چند مخصوص لڑکوں کا شکریہ ادا کرے جو اس کے ساتھ شریک کار رہے۔ اس طرح ان طالب علموں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور باقی طلباء اس کام کے لیے آمادگی کا اظہار کریں گے اور اللہ کے پاس سے اجر عظیم حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

استاد اُن کو یہ بھی بتائے کہ تم نے جو کچھ خرچ کیا ہے اللہ تعالیٰ اس میں کسی قسم کی کمی نہیں آنے دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں اس کا وعدہ کیا ہے:

﴿ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴾ [سبا : ۳۹]

''اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ اُس کا بدل اور نائب عطا فرمائے گا اور وہ بہترین رازق ہے''۔

معلم یا مدیر مدرسہ کو چاہیے کہ اس جمع شدہ مال میں سے سب سے پہلے کچھ انعامات خریدے۔ اس طالب علم کے لیے جو سب سے زیادہ محنتی ہے' اور جو استاد اور

والدین کا فرمانبردار ہے۔ اور جو صاف ستھرا لباس زیب تن کرتا ہے اور اچھے اخلاق کا مالک ہے۔

سزائیں اور اُن کے نقصانات

کامیاب معلّم جسمانی اور مادی سزاؤں سے پرہیز کرتا ہے۔ کیونکہ اُن میں جس طرح طالب علم کی شخصیت خطرات کا شکار ہوتی ہے اسی طرح استاد بھی کئی ایک خطرات میں گھر جاتا ہے۔ اور ان سزاؤں میں وقت تو یقیناً برباد ہوتا ہی ہے۔

اور یہ اس طرح سمجھئے کہ جب طالب علم اپنے استاد کی مار سے تکلیف محسوس کرتا ہے تو اس کے درمیان اور اس کے استاد کے درمیان وحشت اور دو .ن پیدا ہو جاتی ہے اور اسی طرح بسا اوقات طالب علم کسی تھانے میں شکایت کر دیتا ہے اور استاد کو انسپکٹر کے سامنے یا عدالت میں جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔ یا پھر اس بچے کا سرپرست مقابلے میں آ جاتا ہے' یوں اس استاد کی شہرت' عزت' مرتبہ' مقام اور امت کی خدمت میں بہت کمی اور نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اور استاد کو اس وقت ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب کہ وہ ندامت و شرمندگی بے فائدہ ہوتی ہے' پھر اُسے مجبوراً کچھ لوگوں کا سہارا لے کر معاملے کو حل کرنا پڑتا ہے۔ اور بعض اوقات تو اس وقت تک اُس کی جان نہیں چھوٹتی جب تک کہ عدالتوں کے چکر نہ کاٹے اور اپنے کیے کی سزا نہ پالے۔

اور اس تمام مصیبت کا سبب کیا بنا؟ اُس کا طالب علم کو مارنا۔ اس لیے تو بعض ذمہ دار حضرات بلکہ بعض ممالک میں بچے کو سختی سے ہاتھ لگانا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا ان سزاؤں سے اجتناب کیجئے تاکہ برے انجام اور ذلت و رسوائی تک نوبت پہنچنے نہ پائے۔

ہاں اگر ایسی ضرورت درپیش ہے کہ طالب علم کی پٹائی کے بغیر چارہ کار ہی نہ ہو اور مار کے بغیر اُس کے راہِ راست پر آنے کی امید نظر نہ آ رہی ہو تو اُسے

ضرورت کے مطابق ہلکی پھلکی مار دی جاسکتی ہے۔

یا پھر استاد پہلے پند ونصائح سے کام لیتا رہے' پھر پیار سے جو طریقہ بھی ممکن ہو اصلاح کرتا رہے لیکن وہ طالب علم اس قدر ڈھیٹ بن چکا ہو کہ باز ہی نہیں آتا تو پھر درس اور سبق کا وقار محفوظ رکھنے کے لیے نظام کو خرابی سے بچانے کے لیے ایسے طلباء کو مناسب سزا دی جاسکتی ہے۔ لیکن مارنے سے پہلے اُس سے اعتراف ضرور کروالیا جائے۔ تاکہ بعد میں کوئی فتنہ کھڑا نہ کرسکے۔ اور اس کی مثال یوں ہے جیسے عربی میں ایک ضرب المثل ہے:

آخِرُ الدَّوَاءِ الْكَيُّ.

''آخری علاج آگ سے داغ دینا ہے''۔

سزاؤں کے چند نقصانات

1. سبق اور درس چلتے چلتے پٹڑی سے اُتر جاتا ہے اور تمام طلباء کو تاخیر کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انتظار کرنا پڑتا ہے' یوں ایک لڑکے کو سزا دینے سے درحقیقت سب بچوں کا نقصان ہوتا ہے۔
2. سزا کے دوران معلّم اور طالب علم دونوں ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور یہ اثر منفی ہوتا ہے اور دونوں کا تعلق خراب ہو جاتا ہے۔
3. مارتے وقت خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں اس ضرب سے طالب علم کے کسی عضو کو نقصان نہ پہنچ جائے' چہرے پر نشان' آنکھ یا کان وغیرہ ضائع نہ ہو جائے۔
4. جس طالب علم کو سزا دی گئی ہوتی ہے اُس کے لیے سبق سمجھنے میں انقطاع پیدا ہو جاتا ہے۔
5. استاد پڑھاتے وقت قدرتی طور پر کئی نکات بیان کرتا ہے جو اس کے ذہن میں

خود بخود پیدا ہوتے رہتے ہیں اور یہ اللہ کا انعام ہوتا ہے، جب وہ کسی کو سزا دینے میں مصروف ہوتا ہے تو اس کی سوچوں کا دھارا ٹوٹ جاتا ہے اور کئی نکات سے محروم ہونا پڑتا ہے۔

6 بسا اوقات مارنے والے استاد کو عدالتوں اور تھانوں میں انسپکٹر اور قاضی کے سامنے جواب دِہ ہونا پڑتا ہے یا طالب علم کے سرپرست اُس کی بے عزتی کر دیتے ہیں۔

7 باقی تمام طالب علم اس دوران وقت ضائع ہونے کو شدت سے محسوس کرتے ہیں اور وہ سبق کا تسلسل ٹوٹ جانے سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔

8 اس طالب علم اور معلّم کے درمیان احترام اور وقار والا تعلق بری طرح متاثر ہوتا ہے اور استاد کی عظمت بچے کے دل سے نکل جاتی ہے۔

ممنوع سزائیں

اگر استاد سزا دینے پر مجبور ہو بھی جائے تو اسے مندرجہ ذیل سزائیں دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

1۔ چہرے پر مارنا:

بعض اساتذہ کا معمول ہوتا ہے کہ وہ طلباء کے چہرے پر تھپڑ مارتے ہیں اور بسا اوقات طالب علم کی آنکھ اور کان بھی خراب کرنے کا باعث بنتے ہیں اور پھر عدالت میں کیس پہنچ کر چٹی ادا کرنا پڑتی ہے اور اس کی یہ مار طالب علم کے حواس خمسہ میں سے ایک کے ضائع ہونے کا موجب بنتی ہے۔ اسی لیے تو رسول اکرم ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا کہ:

((إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ))

''جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کو مارے تو چہرے سے بچے یعنی چہرے پر نہ مارے''۔ (حدیث حسن ہے۔ صحیح الجامع: ١٨٧)

2۔ بے جا سختی اور سنگدلی:

جو شخص مارنے میں سنگدلی کا مظاہرہ کرے وہ طلباء میں ظالم یا سنگدل کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور وہ آپس میں کہتے ہیں کہ ''فلاں استاد ظالم ہے''۔ اس کے برا ہونے کے لیے یہی نام کافی ہے۔ اور ظلم و سنگدلی کے بعد ندامت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ ہم نے کتنے ہی اساتذہ کو دیکھا کہ پہلے اپنے سخت دل ہونے کے نتیجے میں کسی کو مار بیٹھے اور بعد میں طلباء کے سرپرستوں کے سامنے معذرتیں کرتے نظر آئے۔

لہٰذا اے اساتذہ کی جماعت! اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو۔ یہ معصوم سے بچے بھی کسی کے جگر کا ٹکڑا ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ نرم سلوک کرو۔ کیونکہ نرمی میں خیر ہی خیر اور ہر طرح کی بھلائی ہے۔ اور نرم برتاؤ سراپائے خیر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ یُّحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ کُلَّهٗ))

''جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ ہر طرح کی خیر و بھلائی سے محروم کر دیا گیا''۔ (مسلم)

اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا کَانَ الرِّفْقُ فِیْ شَیْءٍ إِلَّا زَانَهٗ وَلَا نُزِعَ مِنْ شَیْءٍ إِلَّا شَانَهٗ))

''جس چیز میں بھی نرمی ہوتی ہے وہ اسے مزین، خوبصورت، آراستہ اور زینت والا بنا دیتی ہے اور جس چیز سے بھی نرمی نکال لی جاتی ہے وہ اُسے عیب والا بنا دیتی ہے''۔ (مسلم)

3۔ بدکلامی:

استاد کو چاہئے کہ سزا کے لیے ایسے الفاظ استعمال نہ کرے جو دلوں میں تیر کی طرح چبھنے والے ہوں اور نفرت و انحراف کا باعث بنیں اور بسا اوقات استاد کا متنفر کیا ہوا طالب علم مستقبل میں معاشرے کا گھناؤنا مجرم بن کر سامنے آتا ہے۔

اسی طرح جب استاد کسی طالب علم کو خبیث، لعنتی، مغضوب، بے ایمان، پلید وغیرہ کے الفاظ سے مخاطب کرتا ہے جن سے طالب علم کا شعور بری طرح مجروح اور روح زخمی ہوتی ہے' تو اس کے یہ سخت ترش الفاظ غیر محسوس طریقے سے طالب علموں کے ذہنوں میں بیٹھ جاتے ہیں اور وہ طالب علم اپنی نجی مجلسوں میں اپنے ساتھی کے ساتھ اگر اُلجھ پڑیں تو وہ بھی یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں اور گھر میں بھائیوں کے ساتھ اسی طرح مخاطب ہوتے ہیں۔ اور اس سب کا ذمہ دار وہی استاد اور تربیت کرنے والا شخص ہوتا ہے جس نے یہ کلام اپنے طلباء کو سکھلایا۔ حالانکہ تہذیب کے دائرے سے دور نکلے ہوئے اِن الفاظ کو کسی معلم کی زبان پر آنا زیب ہی نہیں دیتا اور نہ یہ اُس کے شایانِ شان ہی ہے۔ تو چونکہ ان برے الفاظ کا استعمال عام کرنے کا باعث یہ استاد بنتا ہے اس لیے یہ اِس صحیح حدیث کی زد میں آتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((وَ مَنْ سَنَّ فِی الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا))

''اور جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کرے تو اس پر اُس کا اپنا گناہ بھی ہے اور ہر اس شخص کا گناہ بھی اُس پر عائد ہوگا جو اِس کے بعد اس برے طریقے پر عمل کرے گا اور اُن کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی''۔ (مسلم)

۲۔ غیظ وغضب کی حالت میں مارنا:

ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو کوڑے کے ساتھ مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے ایک آواز سنی: ((اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُوْدٍ)) ''ابو مسعود! یاد رکھ''۔ میں چونکہ شدید غصے میں تھا' میں آواز کے الفاظ نہ سمجھ سکا پھر وہ شخص میرے قریب آتا گیا تو میری جب نظر پڑی تو بہت پریشان ہوا۔ کیونکہ وہ رسول اکرم ﷺ کی ذات

گرامی تھی اور آپ مسلسل یہ الفاظ فرمائے جا رہے تھے: ((اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُوْدٍ، اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُوْدٍ)) ''ابو مسعود! جان رکھ' ابو مسعود! جان رکھ''۔ ابو مسعود کہتے ہیں کہ میں نے ہاتھ سے کوڑا گرا دیا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُوْدٍ أَنَّ اللّٰهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ))

''ابو مسعود! جان رکھ' تو اس غلام پر جتنی قدرت رکھتا ہے' اللہ اس سے کہیں بڑھ کر تجھ پر قدرت رکھتا ہے''۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر میں نے کہا کہ ''اس کے بعد میں کسی غلام کو کبھی نہیں ماروں گا''۔ (مسلم)

5۔ پاؤں سے ٹھوکریں لگانا:

میں نے بعض اساتذہ کو دیکھا جو سزا دیتے وقت بچوں کو پاؤں سے' بوٹوں کے ساتھ ٹھوکریں لگا لگا کر مارتے ہیں' جس طرح فٹ بال کو ٹھوکر لگاتے ہیں۔ اور بسا اوقات پاؤں کسی ایسی نازک جگہ پر لگتا ہے جو طالب علم کی زندگی ضائع کر دیتا ہے اور وہ ذمہ دار ٹھہرتا ہے اور پھر شرمندگی کا منہ دیکھتا ہے۔ لیکن یہ ندامت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ اور پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ انسان کو لات مارنا اور ٹھوکریں لگانا اس کے شایان شان نہیں' یہ انسانیت کی رسوائی ہے۔

6۔ سخت غضب اور غصہ:

کامیاب استاد دورانِ سبق اپنے اعصاب پر کنٹرول کرتا ہے' اُسے چاہئے کہ اپنے اوپر مکمل کنٹرول رکھے اور بچوں کی فطرت اور اُن کے بچپن کی خصوصیات سے واقف رہے۔ تاکہ اگر بچوں سے اپنی فطرت کی بنا پر کوئی غلطی ہو تو اُن کو معذور سمجھے۔ اور یہ بھی یاد کرے کہ جب وہ کسی سکول میں حالت بچپن میں پڑھا کرتا تھا تو ان بچوں سے کہیں بڑھ کر برے کردار کا مالک تھا۔ جب وہ اپنا بچپن یاد کرے گا تو اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ اور اپنے اوپر کنٹرول کرنے کی وجہ سے حقیقی بہادر کہلانے کا مستحق ٹھہرے گا۔ سب سے بڑے معلّم و مربی محمد رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ))

''بہادر وہ نہیں جو کشتی کر کے کسی کو پچھاڑ دے' بلکہ بہادر شخص وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر کنٹرول کر لے''۔ (بخاری و مسلم)

ہر تربیت کرنے والے شخص خواہ استاد ہو یا باپ سب کے لیے ضروری ہے کہ غیظ و غضب اور سخت غصے کی حالت میں بچوں کو سزا دینے کی غلطی نہ کریں۔ تاکہ بچے کسی سخت اذیت کا شکار نہ ہو جائیں اور پھر برے انجام کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ معلم کو دورانِ سبق سزا نہیں دینی چاہیے بلکہ اُسے چاہیے کہ وہ سزا کے مستحق لڑکوں کے نام اور اُن کا قصور کاغذ پر لکھتا جائے' جب سبق ختم ہو تو پھر اُن کو بلا کر سزا دے تاکہ سبق کا وقت بھی ضائع نہ ہو اور لڑکوں کو تنبیہ بھی ہو جائے۔

مجھے ایک استاد کا ایک واقعہ معلوم ہے اور میں اُسے پہچانتا بھی ہوں کہ ایک دفعہ وہ سخت غصے میں اپنے بچے کو مارنے کے لیے لپکا' لڑکا دہشت زدہ ہو کر بھاگ اٹھا' ابھی تھوڑا ہی آگے گیا تھا کہ کسی چیز سے اٹک کر گرا اور اس کے پاؤں کا جوڑ کھل گیا۔ زبردست موچ آ گئی پھر اُسے ہڈیاں جوڑنے والے ڈاکٹر کے پاس اٹھا کر لے جایا گیا۔ تاکہ وہ اس کا علاج کرے اور باپ اپنے عمل پر خوب شرمندہ ہوا۔

بعض استاد نہایت غصے کی حالت میں کسی طالب علم کو سزا دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ گالیاں بھی نکالتے ہیں حتیٰ کہ ان کو کافر تک بھی کہہ دیتے ہیں اور یہ منظر دوسرے طالب علم بڑی حقارت سے دیکھتے ہیں اور جب استاد بار بار طلبہ کے سامنے اپنے غصے کا اظہار کرتا ہے اور اس کا غصہ سے چیخنا بلند ہوتا ہے تو اس کا اثر طلبہ پر بھی پڑتا ہے ان میں بھی یہ بری عادت جنم لیتی ہے اور وہ اپنے استاد کی تقلید کرتے ہوئے غصہ میں آتے ہیں اور ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں۔

غصے کا علاج

جب کسی معلّم ومربی کو غیظ وغضب کی حالت درپیش ہو تو اُسے فوراً شافی دوائی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ جسے ماہر طبیب محمد رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے:

((إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُم فَقَالَ : أَعُوذُ بِاللّٰهِ سَكَنَ غَضَبُهُ))

''جب تم میں سے کوئی غصے اور غضب میں آئے تو وہ یہ کہے: أَعُوذُ بِاللّٰهِ.

''میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں''۔ تو اُس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا''۔

(حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع: ۱۷۰۸)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُم وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسُ فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَ إِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ))

''جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہوا ہو تو فوراً نیچے بیٹھ جائے، اگر اس طرح غصہ ختم ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر وہ لیٹ جائے''۔

(حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع: ۷۰۸)

سب کو علم ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے۔ تو اب انسان کو چاہئے کہ ایسی حالت سے اللہ کی پناہ پکڑے۔ تاکہ وہ غصہ ختم ہو جائے اور آدمی شیطان کے داؤ سے بچ جائے۔ اور غصے والے شخص کی کھڑے ہونے سے بیٹھ جانے کی طرف حالت کی تبدیلی میں ایک عظیم نکتہ اور نیک فال ہے کہ یا اللہ جس طرح میں نے اپنی جسمانی حالت میں تبدیلی کر دی تو میری ذہنی کیفیت کو تبدیل کر دے۔ خصوصاً اگر وضو کر لیا جائے تو وہ اس غصے کی آگ کو فوراً بجھا دے گا۔

تربیت میں مفید سزائیں

کچھ ایسی سزائیں بھی دی جاسکتی ہیں جو تربیت کے لحاظ سے بہت فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں اور اساتذہ کو چاہیے کہ جو طلباء استاد یا سبق یا مدرسے کے آداب کی مخالفت کرتے ہوں' اُن کے لیے اُنہی سزاؤں میں سے کوئی سزا مناسب حال دیکھ کر منتخب کر دے۔ ان سزاؤں کے برے انجام کا خطرہ نہیں بلکہ ان میں بچے کی تربیت اور اصلاح ہی اصلاح کی ضمانت ہے۔ ان شاء اللہ۔ ان کی کئی ایک اقسام ہیں' ملاحظہ فرمایئے:

1۔ نصیحت و رہنمائی:

تعلیم و تربیت کے سلسلے میں یہ ایک بنیادی طریقہ ہے جس سے بچے کو غلطی سے روکا جاتا ہے۔ اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں اور یہ چھوٹوں' بڑوں سب پر کارگر ثابت ہوتا ہے۔ خود رسول اکرم ﷺ یہی طریقہ استعمال کرتے تھے۔

(ا) بچوں کے ساتھ اس طریقے کا استعمال کرنے کی ایک مثال یہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لڑکا کھانا کھا رہا تھا اور اس کا ہاتھ کھانے کے برتن میں گھوم رہا تھا' کبھی دائیں اور کبھی بائیں' کبھی اپنے آگے سے اور کبھی ساتھی کے آگے سے اٹھا اٹھا کر کھانا تناول کر رہا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اُسے کھانے کا طریقہ یوں سکھلایا:

((يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ وَ كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ))

''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھا اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے سے کھا''۔ (بخاری و مسلم)

کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ چھوٹے بچوں پر اس کی تاثیر بہت کم ہوتی ہے' میں نے خود اس طریقے کے ساتھ بیشتر دفعہ اصلاح کی اور الحمد للہ اسے بہت مؤثر طریقہ پایا۔ پیچھے بتا چکا ہوں کہ ایک لڑکے کو میں نے دیکھا کہ اپنے ساتھی سے لڑتے لڑتے دین کو گالی دینے لگا۔ میں نے اُسے سمجھایا تو اُس نے فوراً نصیحت قبول کی اور اپنی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کی۔

ایک دفعہ میں ایک سڑک پر چلا جا رہا تھا' میرے ساتھ ایک اور استاد بھی تھے' ہم نے ایک بچے کو دیکھا جو راستے کے عین درمیان پیشاب کر رہا تھا' میرے ساتھی استاد نے اُسے چیخ کر کہا: وَيْلَكَ وَيْلَكَ ''تیری بربادی' تیری ہلاکت''۔ ایسا نہ کر۔ وہ بچہ خوف زدہ ہو کر' پیشاب بند کر کے بھاگ گیا۔

میں نے اس سے کہا کہ آپ نے نصیحت کا موقع ضائع کر دیا اور بچے کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے' اس نے مجھے جواب دیا کہ کیا میں اُسے راستے میں لوگوں کے سامنے پیشاب کرتے ہوئے چھوڑ دیتا اور خاموشی اختیار کرتا؟ میں نے کہا: نہیں!۔ تو اس نے پوچھا کہ پھر تم اس کے علاوہ کیا کرنا چاہتے تھے؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس بچے کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرتا' پھر میں اُسے اپنے پاس بلاتا' اس سے تعارف کرتا' پھر اچانک اس سے کہتا کہ بیٹا! یہ جو سڑکیں اور راستے ہیں یہ لوگوں کے گزرنے کی جگہیں ہیں' خود ہم نے بھی یہاں چلنا ہے' ہمارے لیے جائز نہیں کہ ان کو گندا رکھیں اور ان میں پیشاب کریں۔ جب کہ اردگرد کہیں نہ کہیں کوئی لٹرین مل ہی جاتی ہے۔ لہٰذا اب اس طرح دوبارہ نہ کرنا' تُو تو بہت اچھا اور مہذب بچہ ہے۔ میں تیرے لیے ہدایت اور توفیق کی دُعا کرتا ہوں۔

یہ سن کر میرا ساتھی کہنے لگا کہ واقعی یہ پر حکمت اور مفید طریقہ ہے۔ میں نے جواب دیا: کیوں نہ ہو' یہ تو اُس ہستی کا طریقہ کار ہے جو پوری انسانیت کی تربیت کے لیے آئے' محمد بن عبداللہ ﷺ کا طریقہ کار یہی تھا۔ پھر میں نے اُسے بدوی والا مشہور واقعہ سنایا جو ابھی کچھ دیر بعد آئے گا۔

(ب) بڑوں کے ساتھ اسی طریقے کو اصلاح کے لیے استعمال کرنے کی بھی کئی ایک مثالیں ہیں جن میں سے ایک مشہور و معروف قصہ ایک بدوی آدمی کا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے' اسی دوران ایک بدوی' اس وقت کا دیہاتی آدمی آیا اور کھڑا ہو کر مسجد ہی

میں پیشاب کرنے لگا۔صحابہ کرام (چیخ چیخ کر کہنے لگے) ''رُک جا' رُک جا''۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ((لَا تُزْرِمُوهُ دَعُوهُ)) ''اس کا پیشاب منقطع نہ کرو' اُسے چھوڑ دو''۔ (صحابہ رضی اللہ عنہم اُسے چھوڑ دیتے ہیں' وہ اپنا پیشاب مکمل کرتا ہے' پھر رسول اکرم ﷺ اُسے بلاتے ہیں)۔رسول اکرم ﷺ (دیہاتی سے مخاطب ہوکر) فرماتے ہیں: ((اِنَّ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ، إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةِ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ)) ''یہ مسجدیں اس پیشاب اور گندگی کے لائق نہیں' یہ تو ذکرِ الٰہی' نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے ہیں''۔پھر رسول اکرم ﷺ (صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوکر) فرماتے ہیں: ((إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ، وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ، صُبُّوْا عَلَيْهِ دَلْوًا مِّنَ الْمَاءِ)) ''تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو نہ کہ تنگی کرنے والے' اس پر پانی کا ایک ڈول بہادو''۔بدوی آدمی کہتا ہے: ''اے اللہ! مجھ پر اور محمد (ﷺ) پر رحمت فرما اور ہمارے ساتھ کسی کو شامل نہ فرما''۔رسول اکرم ﷺ یہ سن کر فرماتے ہیں: ((لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا)) ''یہ دُعا کر کے تو نے ایک وسعت والی چیز کو بند اور تنگ کرنا چاہا ہے''۔(یہ قصہ بخاری ومسلم میں ہے)

2۔ ماتھے پر شکنیں ڈالنا:

جب استاد طلباء کی جانب سے کوئی انتشار اور غلطی دیکھے تو ماتھے پر تیوری چڑھا کر اُن کو غصے سے دیکھے۔اس طرح وہ سہم جائیں گے' کلاس کا نظام بھی خراب نہ ہوگا اور استاد کی ہیبت بھی بچوں کے دلوں پر بیٹھ جائے گی۔اُن پر بالکل نرمی کرنے اور چشم پوشی کرنے کے بجائے یہ طریقہ ابتداء میں بہتر ہے پھر جب وہ اس سے بڑھ جائیں' تجاوز کریں اور باز نہ آئیں تو اُن کو سزا دے۔

3۔ ڈانٹ ڈپٹ:

استاد کو جو طلباء سبق ضائع کرنے کے لیے کثرت سے سوالات کرتے ہیں' یا استاد کے احترام میں بے پروائی اختیار کرتے ہیں یا دوسری غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں تو استاد کو چاہیے کہ جہاں تک ہوسکے ان کو زبان کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کرے۔

جب کوئی استاد بچوں کو ڈانٹتا ہے اور ان کو اس سے منع کرتا ہے تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں اور ادب سے بیٹھ جاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی یہ طریقہ استعمال کیا اُس وقت جب کہ پہلی دفعہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی بات پر عمل نہ کیا۔ ہوا یوں کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو حج کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا' وہ پیدل چل رہا تھا اور اُس کے ساتھ قربانی کا اونٹ بھی موجود تھا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِرْكَبْهَا)) ''اس پر سوار ہو جا''۔ اس آدمی نے کہا: ''یہ تو قربانی کا اونٹ ہے''۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: ((اِرْكَبْهَا)) ''اس پر سوار ہو جا''۔ وہ آدمی اس پر سوار ہو گیا اور آپ ﷺ کے ہمراہ سوار ہو کر چلنے لگا۔ اور اس کے اونٹ کے گلے میں قربانی کے لیے مخصوص ہونے کی علامت (جوتا لٹکانا) بھی موجود تھی۔ (بخاری)

4۔ کام سے روکنا:

جب استاد طلباء کو دورانِ سبق باتیں کرتے دیکھے تو اُن کو بلند آواز سے کہے کہ اس گفتگو سے رُک جاؤ۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی ایک شخص سے یہی مطالبہ کیا تھا' اس نے آپ ﷺ کی موجودگی میں تکلف سے زور سے ڈکار لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُفَّ عَنَا جُشَاءَكَ))

''ہم سے اپنے ڈکار کو روک رکھ''۔ (حدیث حسن ہے۔ صحیح الجامع: ۴۳۶۷)

5۔ منہ پھیر لینا:

دوسرے پر اثر انداز ہونے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جب آدمی اپنے بچے یا اپنے شاگرد سے کسی جھوٹ کو یا غیر مناسب سوالات کو یا دوسرے برے اعمال کو دیکھے تو اُس سے منہ پھیر لے۔ اس کا غصے کے ساتھ یہ منہ موڑنا اُس طالب علم اور اولاد پر بہت گراں گزرے گا۔ اور وہ شدت سے اُسے محسوس کر کے اپنی غلطی سے باز آ جائے گا۔

6۔ قطع تعلقی اور بول چال بند:

استاذ باپ یا کوئی بھی ذمہ دار شخص جب بچے کو نماز میں سستی کرتا دیکھے یا سینما میں آتے جاتے دیکھے یا سبق کے آداب کے منافی کام کرتا دیکھے تو اس سے بول چال بند کر دیں، اس کو چھوڑ دے لیکن اس کی زیادہ سے زیادہ حد تین دن ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ))

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دنوں سے زیادہ تک چھوڑے رکھے''۔ (حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع: ۷۵۳)

اس قطع کلامی سے بچے اور طالب علم کو سخت دھچکا لگتا ہے کہ میرے ساتھ پیار کرنے والی ایک ہستی مجھ سے روٹھ گئی، یوں وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر اس سے باز آجاتا ہے۔ ایک شاعر نے بھی اس کی ترجمانی کی:

يَا قَلْبُ صَبْرًا عَلَى هَجْرِ الْأَحِبَّةِ لَا تَجْزَعُ لِذَلِكَ فَبَعْضُ الْهَجْرِ تَأْدِيبُ

''اے دل! محبوبوں کو چھوڑنے پر صبر کر، اس پر پریشان نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات یہ چھوڑنا بھی ادب سکھلاتا ہے''۔

7۔ جھڑکنا:

جب کسی بچے کو نصیحت و خیر خواہی اور رہنمائی فائدہ نہ دے تو گناہ کے موقع پر اُسے جھڑکنا چاہئے اور اس سے مراد ہوتا ہے ایسے انداز میں ملامت کرنا کہ گناہ کرنے والے ذہنی تکلیف محسوس کر کے کلام سے باز آجائے۔

8۔ اکڑوں بٹھانا:

جب معلّم محسوس کرے کہ طلباء کی سستی بڑھتی جا رہی ہے یا ان میں سے کوئی بے شرم ہوتا جا رہا ہے یا کسی اور خرابی پر مصر ہے کہ جس سے چشم پوشی کرنا مناسب نہیں رہا تو وہ طالب علم کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر اپنے سامنے اکڑوں بیٹھنے کا

حکم دے۔ جس کی صورت کان پکڑوانا سے ملتی جلتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تلووں کے بل اس طرح بیٹھنا کہ گھٹنے کھڑے رہیں۔ اس کے ساتھ طالب علم کو کافی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آئندہ کے لیے اس سزا سے بچنے کے لیے اپنی غلطی کو دور کرتا ہے اور اگرچہ اس سے طالب علم کی ذہنی رو بہک سکتی ہے لیکن تھپڑ لگانے سے یا ڈنڈے مارنے سے بہر حال یہ سزا بہتر ہے۔

9۔ والد اور سرپرست سے سزا دلوانا:

جب کوئی طالب علم اپنی غلطی پر اڑا رہے تو معلم کو اس کے سرپرست کی طرف ایک خط بھیجنا چاہیے اور اُس سے گزارش کرنی چاہیے کہ آپ اسے سمجھائیں۔ اگر باز نہ آئے تو کچھ سزا دیجیے۔ اس طرح مدرسے اور گھر کے درمیان طلباء کی تربیت میں تعاون بڑھتا ہے۔

10۔ ڈنڈا لٹکانا:

معلّم، مربی اور باپ کے لیے مستحسن ہے کہ وہ کوڑا یا ڈنڈا دیوار پر لٹکائے تاکہ بچوں کی اس پر نگاہ پڑتی رہے اور وہ متنبہ رہیں کہ اگر ہم غلطیاں کریں گے تو اس کے ساتھ سزا ملے گی۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((عَلِّقُوا السَّوْطَ حَيْثُ يَرَاهُ أَهْلُ الْبَيْتِ فَإِنَّهُ أَدَبٌ لَهُمْ))

''جہاں گھر والوں کی نظر پڑتی ہو وہاں کوڑا لٹکا دیا کرو۔ کیونکہ یہ ان کو ادب سکھانے کا طریقہ ہے''۔ (اس حدیث کو علامہ البانی نے الجامع الصحیح میں حسن قرار دیا ہے)

ابن انباری کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ اُن کے مارنے کا ارادہ نہیں کیا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اس کا کسی کو حکم نہیں دیا بلکہ آپ ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ اُن کو ادب سکھلانا نہ چھوڑو۔

((يَرَاهُ أَهْلُ الْبَيْتِ)) سے مراد ہے کہ وہ اسے دیکھ کر برے اور گھٹیا کام کرنے سے رُکے رہیں گے۔ تاکہ کہیں اُن کو اس ڈنڈے سے سزا نہ ملے۔

((فَإِنَّهُ أَدَبٌ لَهُمْ)) سے مراد یہ ہے کہ یہ ڈنڈا اُن کو ادب سکھلاتا رہے گا

اوران کو عمدہ اخلاق اور اعلیٰ خوبیاں اپنانے اور اختیار کرنے پر ابھارتا رہے گا۔

(اسے مناوی نے فیض القدیر میں ذکر کیا ہے: ج ۴، ص ۳۲۵)

11۔ ہلکی مار:

والد اور معلّم کو چاہئے کہ وہ طالب علم کو اور اولاد کو وقتاً فوقتاً ہلکا ہلکا مارتا بھی رہے۔ لیکن اس صورت میں جب کہ پچھلے وسائل اور طریقے کارگر ثابت نہ ہوں' خصوصاً جب اس کی عمر دس سال ہو اور وہ نماز میں سستی کرے تو اُسے مارے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمُ الصَّلَاةَ إِذَا بَلَغُوا سَبْعًا، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا إِذَا بَلَغُوا عَشْرًا ، وَ فَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ))

''اپنی اولاد کو نماز سکھلاؤ جب کہ وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور جب ان کی عمر دس سال کی ہو تو اُن کو نماز میں سستی کرنے پر مارا کرو اور ان کے بستر الگ الگ کر دو''۔ (حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد)

سوتے وقت بچوں کے بستر الگ الگ کرنا بہت اہمیت والا کام ہے۔ خصوصاً بچے اور بچی کے درمیان تو جدائی لازمی ہے۔ تاکہ والد اپنی اولاد کے کردار کو بچپن ہی میں سیدھے راستے پر رکھے اور کسی انحراف اور ٹیڑھ پن کا شکار نہ ہونے دے اور آج کے دور میں تو یہ بہت ہی لازمی ہے جب کہ بچوں کو جنسی تعلقات کی تصویریں اور حیا باختہ فلمیں اور ڈرامے دیکھنے کو عام مل جاتے ہیں۔ سینما' ٹیلی ویژن اور ریڈیو اس کام میں پیش پیش ہیں' فحش اور بے ہودہ گانوں کی خوب بھرمار ہے۔

لہٰذا والدین کو اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر وہ اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم دونوں کا بستر الگ الگ کر دیں اور اُن کی مسلسل نگرانی رکھیں۔

باب 12

چند غلطیاں اور ان کی تصحیح

چند غلطیاں بہت سے لوگوں میں رواج پا چکی ہیں' خصوصاً عوام کی مصلحتوں اور منافع کے ذمہ دار افراد اور تعلیم وتربیت کرنے والا طبقہ مثلاً اساتذہ' عاملین' تنخواہ دار طبقہ اور ملازمین وغیرہ بھی ان کا شکار ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان غلطیوں اور لغزشوں کو دور کیا جائے۔ کیونکہ ذمہ دار حضرات کو قیامت کے دن اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [الحجر:٩٢،٩٣]

''تیرے پروردگار کی قسم! ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے' اُس کے متعلق جو وہ کرتے رہے''۔

رسول اکرم ﷺ کا بھی فرمان ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ : أَحَفِظَ ذٰلِكَ أَمْ ضَيَّعَهُ ؟))

''اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے سوال کرے گا اس چیز کے بارے میں جس کا اللہ نے اسے رکھوالا اور نگران بنایا تھا کہ کیا اس کی حفاظت کی یا اسے ضائع کر دیا؟'' (حدیث حسن ہے۔ نسائی)

بعض معلّمین اور ملازمین کی غلطیاں:

اے میرے مسلمان بھائی! اللہ مجھے اور آپ کو ہدایت دے۔ بہت سارے اساتذہ اور ملازمین اپنے اپنے کاموں میں سستی کا شکار ہیں اور اُن کی اصلاح کی ضرورت ہے:

❶ وقت کی پابندی کرنا:

تم اپنی مقررہ ڈیوٹی اور وقت سے مؤخر نہ ہونا۔ کیونکہ اس کے ساتھ تم لوگوں اور

عوام کا نقصان کرو گے۔ اور وہ اس طرح کہ لوگوں کی ضروریات دیر سے پوری ہوں گی اور تنخواہ دار حضرات جب اپنے مقررہ وقت سے لیٹ آئیں گے تو اس تاخیر کے بقدر اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ حرام کرلیں گے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اداروں میں اس پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی کہ کون سا استاد یا ملازم اپنے مقررہ وقت سے لیٹ پہنچ رہا ہے۔ یا کوئی شخص ڈیوٹی پر آتا ہے اور حاضری لگا کر چلا جاتا ہے اور اپنا کام چھوڑ جاتا ہے۔ اگر وہاں کوئی نگران ہو تو ایسے شخص کو ایک لمحہ بھی ملازمت نہ کرنے دے یا اس رئیس اور ذمہ دار شخص کی موجودگی میں ایسے لوگ لمحہ بھر بھی کوتاہی نہیں کرتے۔

❷ فرائض کی ادائیگی میں غفلت سے اجتناب:

اخبارات' میگزین اور رسالے پڑھتے پڑھتے' دوستوں کا استقبال کرتے کرتے اور دوسرے وہ کام جو تمہاری ڈیوٹی میں خلل انداز ہوتے ہیں اُن میں مشغول رہتے ہوئے اپنا مقررہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ خصوصاً جب کہ وہاں ماتحت افراد اور نگران حضرات موجود ہوں جو ملازمین کے کاموں کی رپورٹ درج کرتے رہتے ہیں یا جب کہ ایسے طلباء ہوں جو استاد کی ایک ایک حرکت کا نوٹس لیتے ہوں۔ اکثر یوں ہوتا ہے کہ ان ملازمین کے پاس کوئی دوست ملاقات کے لیے آتا ہے پھر تو یہ اس کا استقبال کرکے' اس کے ساتھ بات چیت' اس کی مہمان نوازی کرتے کرتے اپنا کام بالکل چھوڑ دیتے ہیں اور یوں طلباء کا یا قوم کا بہت نقصان ہوتا ہے۔

ایک ادارے میں اسی طرح ایک ملازم کے پاس اس کا مہمان آ گیا۔ اُس نے اُسے کمرے میں بٹھایا اور دروازہ بند کرلیا تاکہ کوئی کام کے سلسلہ میں اس کے پاس نہ آئے۔ اس نے کافی دیر کے بعد جب دفتر کا دروازہ کھولا' کیا دیکھتا ہے کہ باہر لوگ گرمی کی شدت اور بھیڑ کی وجہ سے کھڑے تکلیف برداشت کررہے ہیں اور اس ملازم سے ملاقات کے لیے انتظار کررہے ہیں۔

اور باہر دروازے پر اس ملازم کا دربان (خادم) آنے والوں سے بھاری رشوت وصول کرتا ہے تا کہ ان کی ملاقات کروائے۔ لیکن ملازم اس سے غافل ہے اور وہ آنے والے کی مشکلات سے بھی غافل ہے۔ پھر اگر کوئی اندر آتا ہے تو چیخ کر کہتا ہے کہ اپنی باری کا انتظار کرو اور باہر نکال دیتا ہے تا کہ اپنی باری کا انتظار کرے اور یہ ملازم خود اس تختی سے غافل ہے جس پر لکھا ہے کہ خاص زیارت ممنوع ہے۔ کیونکہ وہ خود اس کا عملی طور پر انکار کر رہا ہے۔

پھر وقت ضائع کرنے والے ان افراد کو بسا اوقات شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور ان بداعمالیوں کا اللہ کے ہاں بھی جواب دینا پڑے گا۔ جیسے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''اللہ تعالیٰ بادشاہ کی وجہ سے وہ کچھ روک لیتا ہے جو قرآن (پر عمل نہ کرنے) کی وجہ سے نہیں روکتا''۔

❸ لوگوں کی خیر خواہی کرو:

اللہ تعالیٰ تیرے کام کی نگرانی کر رہا ہے خواہ تو حاکم ہے یا استاد یا ملازم۔ اپنے کلرک ساتھیوں اور نگران بھائیوں کو بھی مصیبت میں نہ ڈالو اور لوگوں کے ساتھ اُسی طرح معاملہ کرو جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ معاملہ کریں، سب کے کام پورے کرو اور اُن کی خیر خواہی کرو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ ، قُلْنَا : لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! قَالَ: لِلّٰہِ وَ لِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِأَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ عَامَّتِھِمْ))

''دین خیر خواہی ہے۔ ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کس کے لیے خیر خواہی کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے اماموں کے لیے اور عوام کے لیے''۔ (مسلم)

نصیحت و خیر خواہی کرنا صرف اس عالم کی ذمہ داری نہیں جو مسجد میں لوگوں کو وعظ کرتا ہے بلکہ یہ ہر مسلمان خصوصاً اساتذہ کرام کی بھی ذمہ داری ہے، کتنے ہی ایسے تنخواہ دار حضرات ہیں جو اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک اور خیر خواہی نہیں

کرتے اور اُن بے چاروں کو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور رشوت کے لیے مال خرچ کرنا پڑتا ہے۔

❹ ماتحت سے اچھا سلوک کرنا:

کسی ماتحت کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آؤ۔ کیونکہ تو بھی عوام میں سے ایک ہے اور وہ بھی تیرے بھائی ہیں اور تو بھی اپنی تنخواہ لے رہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ تو اُن ماتحتوں کی خدمت کرے، اُن کی مصلحتوں کا خیال رکھے۔ اور لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو بتلائی ہوئی وصیت یاد رکھا کرو۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا:

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾ [لقمان : ١٣]

''اور لوگوں سے اپنا رخسار نہ پھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی فخر کرنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا''۔

عامل اور صاحب عمل کی ذمہ داریاں:

جو شخص کسی کا کام کر رہا ہے اور جس کا کام کیا جا رہا ہے دونوں کو کچھ چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ مثلاً

❶ کام کرنے والا اخلاص اور محنت سے کام کرے، اپنا ڈیوٹی والا وقت بغیر کام کیے ضائع نہ کرے۔ تاکہ پوری کی پوری مزدوری اور اجرت کو اپنے لیے حلال کر سکے۔

❷ جس شخص کا کام کر رہا ہو اُس کی نصیحت وخیر خواہی کرے اور اُسے دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرے خواہ وہ غیر مسلم ہی ہو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا))

''جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ (حدیث صحیح ہے۔ ترمذی)

❸ کام کو اچھے طریقے سے کرنا چاہیے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ))

''بے شک اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام کرے تو اُسے پختگی و مضبوطی سے کرے''۔ (حدیث حسن ہے۔بیہقی)

4 وعدہ پورا کرنے پر حرص کرے' وعدہ خلافی سے بچے' تاکہ لوگوں کا اعتماد حاصل ہو اور ایک کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے محفوظ رہ سکے جس کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَ اِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ، وَ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اُسے امانت سونپی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

5 کام کروانے والے کو بھی چاہیے کہ مزدور سے اچھا سلوک کرے اور جتنی مزدوری کا مستحق ہو اُسے دے۔ خصوصاً جب کہ وہ پہلے طے ہو چکی ہو' تو اُس کی پوری ادائیگی کرے اور اس کا حق ادا کرنے میں تاخیر سے کام نہ لے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ))

''مالدار کا ٹال مٹول کرنا (اور تاخیر کرنا) ظلم ہے''۔ (بخاری و مسلم)

اندھی تقلید کے نقصانات:

مسلمانوں میں رواج پانے والے عیوب اور غلطیوں میں سے جن کا ترک کرنا واجب ہے' اُن میں سے ایک اندھی تقلید ہے۔ بعض مسلمان (اللہ ان کی اصلاح فرمائے) ایسے ہی جیسے کہ طوطا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کا ہر کلمہ اور لفظ دہراتا ہے۔ ہر کام کے متعلق بات کرتا ہے لیکن وہ صرف سکھائے ہوئے بول ہی بولتا ہے اُسے کوئی سمجھ نہیں ہوتی کہ کیا کہہ رہا ہے یا جو کرتا ہے اُس کے الٹ الفاظ بولتا ہے۔ کیا اُسے مہذب' متمدن اور ترقی یافتہ قرار دیا جائے گا؟ یقیناً نہیں۔ یہ ایک بہت

بڑی غلطی ہوگی کہ اُسے تہذیب یافتہ کہا جائے۔ اس لیے اے میرے بھائی! چند چیزوں سے بچ کر رہو۔

❶ اے میرے مسلمان بھائی! کسی کی اندھی تقلید کرنے سے ڈرتا رہ اس پر عمل کرنے سے پہلے اس کے بارے میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق تحقیق کر لینی چاہیے۔

اسے اسلام کی روشنی میں دیکھو تو تمہیں حرام نظر آئے گی اور اس کی مثال یہ ہے کہ منگنی کے موقع پر بیوی کی طرف سے اس کے خاوند کو ایک انگوٹھی پہنائی جاتی ہے۔ بیوی یہ سمجھ رہی ہوتی ہے کہ میری یہ انگوٹھی خاوند کو دوسری لڑکیوں کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے سے روک دے گی۔ لیکن وہ یہ بھول رہی ہوتی ہے کہ خاوند کے لیے بڑی آسانی سے ممکن ہے کہ جب وہ کسی سے تعلق قائم کرنے کا ارادہ کرے تو یہ انگوٹھی اُتار کر رکھ دے۔

یہ عادت عیسائیوں سے ماخوذ ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ انگوٹھی سونے کی ہو تو مردوں کے لیے بالکل ہی حرام ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو کافروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمادیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ))

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ انہی میں سے شمار ہوگا''۔

(حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد)

❷ مذموم تقلید جو مسلمانوں کے لیے ذلت و رسوائی کا باعث ہے اُس میں یہ بھی شامل ہے کہ مغرب کے ان قوانین کو مانا جائے جو اسلام کے منافی ہیں اور شریعت الٰہی کو ترک کردیا جائے جس نے مسلمانوں کو دورِ نبوی' عہد صحابہ' بلکہ ہر زمانے میں عزت سے نوازا ہے۔

❸ سونے کو پہننے سے بچیے۔ کیونکہ یہ مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی

کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی' تو آپ ﷺ نے اُسے اتار دیا اور پھینک کر فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ آگ کا انگارہ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں پہن لے''۔ رسول اکرم ﷺ کے چلے جانے کے بعد کسی نے اس شخص سے کہا کہ اپنی انگوٹھی پکڑ کر اس سے فائدہ اٹھا۔ اُس نے کہا کہ نہیں' اللہ کی قسم! میں اُس چیز کو کبھی نہیں پکڑوں گا جسے رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہو۔ (مسلم)

فوائدِ حدیث

اس حدیث سے مندرجہ ذیل احکام اور فوائد حاصل ہو رہے ہیں:

(ا) ہر وہ شخص جو کوئی برائی دیکھے مثلاً کوئی مرد سونا پہنے ہوئے نظر آئے تو اگر آدمی میں طاقت ہو تو اپنے ہاتھ کے ساتھ اس برائی کو ختم کر دے' جیسے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَأٰى مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَ ذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ))

''تم میں سے جو شخص برائی دیکھے وہ اُسے ہاتھ کے ساتھ روکے' اگر طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان کے ساتھ اُس کا انکار کرے' پھر اگر طاقت نہ رکھے تو دل کے ساتھ برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔

(ب) رسول اکرم ﷺ نے سونے کو آگ کے انگارے سے تشبیہ دی ہے' یہ اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی دلیل ہے۔

(ج) انگوٹھی کے ساتھ فائدہ حاصل کرنا اور اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس آدمی کو مشورہ دیا تھا کہ اپنی انگوٹھی پکڑ اور اس سے نفع حاصل کر۔

(د) صحابہ رضی اللہ عنہم کس طرح رسول اللہ ﷺ کی بات کو قبول کرتے تھے اور آپ ﷺ کے پھینکنے کے بعد پھینکی ہوئی چیز کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہ کیا۔ یہ مضبوط ایمان پر دلالت کرتا ہے اور وہ کس طرح اپنے مال کی قربانی پیش کرتے تھے۔

خلاصہ

مسلمان جوان کو چاہئے کہ چاندی کی انگوٹھی پہنے' وہ اپنی چمکدار چاندنی صورت میں سونے سے بڑھ کر خوبصورت ہے اور اس کی قیمت سونے کی قیمت سے کہیں سستی ہے اور اِسے اسلام نے عورتوں کے ساتھ ساتھ مردوں کے لیے بھی جائز قرار دیا ہے۔

میں نے سونے کی انگوٹھی پہننے والے دوستوں میں سے ایک کو نصیحت کی اور اُس کے سامنے رسول اکرم ﷺ کی حدیث بیان کی' اُس نے فوراً اُسے قبول کیا اور ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر میرے ہاتھ میں پکڑا دی' میں نے اُسے بیچ دیا اور اس قیمت سے ایک چاندی کی انگوٹھی خریدی' باقی قیمت اُسے واپس دے دی' وہ بہت خوش ہوا اور باقی اساتذہ نے بھی اس کی اتباع کی اور اس پہلے استاد پر رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث صادق آئی:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ))

''جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا تو اُس کے لیے اس کا اجر بھی ہوگا اور اس پر عمل کرنے والے دوسرے افراد کا بھی اجر ہوگا' بغیر اس کے کہ ان کے اجروں میں کچھ کمی ہو''۔ (مسلم)

1. ہم پر لازم ہے کہ اُن مغربی ایجادات میں اہل مغرب کی تقلید کریں جو مادی ہیں اور دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً جہاز' ٹینک' آبدوزیں اور جدید اسلحہ وغیرہ۔ تاکہ ہم اُن لوگوں کے محتاج نہ رہیں اور ہم ان ایجادات کے ساتھ اپنے دین اور ملک کا دفاع کریں اور ہم اظہارِ زینت' رقص و سرود اور بے حیائی میں اور دوسرے نقصان دہ امور میں مغرب کی تقلید نہ کریں۔

ایک شاعر کا یہ شعر بھی اس کی ترجمانی کر رہا ہے: ؎

قَلَّدُوا الْغَرْبِيَّ، لٰكِنْ بِالْفُجُوْرِ ۔۔۔ وَ عَنِ اللُّبِّ اسْتَعَارُوْا بِالْقُشُوْرِ

''مغرب کی انہوں نے تقلید کی لیکن برائیوں میں نہیں اور مغز کے بدلے میں چھلکے سے کام چلایا''۔

❷ اسلام نے ہمیں بری چیزوں میں ایک دوسرے کی تقلید کرنے سے منع کیا۔ جیسے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

''غیر مستقل مزاج نہ بنو اور یہ کہنے لگو کہ اگر لوگ نیکی کریں گے تو میں بھی کروں گا اور اگر وہ برائی کریں گے تو میں بھی برائی کروں گا بلکہ تم اپنے آپ پر کنٹرول کرو' اس طرح کہ اگر لوگ نیکی کریں تو تم بھی نیکی کرو اور اگر لوگ برائی کریں تو تم ظلم نہ کرو''۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ جب ہم لوگوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ کسی کو دھوکہ نہ دو' جھوٹ نہ بولو' اپنی بیویوں کو بے پردہ نہ چھوڑو' تو وہ آگے سے یہ علت بیان کرتے ہیں کہ سب لوگ جھوٹ بولتے ہیں' دھوکہ دیتے ہیں' ان کی عورتیں بے پردہ ہیں۔ لہٰذا اے میرے مسلمان بھائی! نقصان دہ تقلید نہ کرو۔

❸ اجنبیوں یعنی غیر مسلموں کے بیہودہ لباس سے پرہیز کرنا چاہئے' جو شرمگاہ بھی نہیں ڈھانپتا۔ اتنا تنگ ہوتا ہے کہ جسم کا ہر اتار چڑھاؤ واضح نظر آتا ہے۔ خصوصاً سر کے بالوں میں مغربی ممالک کی پیروی عام ہے۔ اے مسلمان! تو انگریزوں کی تقلید نہ کر' کافروں اور یہود و نصاریٰ کی طرح سر پر اُن جیسی ہی کیپ اور ٹوپی نہ لے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ))

''جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے''۔

(حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد)

تمہیں چاہئے کہ رسول اکرم ﷺ' صحابہ اور سلف صالحین کی مشابہت اختیار کرو۔ اور اسلام کے ساتھ نہ چمٹنے والوں کی طرف نظر بھی نہ کرو۔

باب 13

فضائلِ اعمال اور دُعا

اب ہم آپ کے سامنے کچھ ایسے نیک اعمال ذکر کریں گے جو بہت فضیلت رکھتے ہیں۔ اپنے بچوں کو اور طالب علموں کو ان نیک اعمال کا پابند بنائیں۔ آیئے ان کی طرف ایک نظر کرتے ہیں:

نماز کی فضیلت

❶ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ أُولٰئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴾

[المعارج : ٣٤ ، ٣٥]

''اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر پابندی کرتے ہیں، یہی لوگ جنتوں میں عزت سے نوازے جائیں گے''۔

❷ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ﴾ [المومنون : ١ ، ٢]

''یقیناً وہ مومن کامیاب ٹھہرے جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں''۔

❸ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ أَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ [العنکبوت:٤٥]

''اور نماز قائم کرو کیونکہ نماز فحاشی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے''۔

❹ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴾ [الماعون : ٤، ٥]

''ان نمازیوں کے لیے بربادی ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ (بغیر عذر کے وقت سے مؤخر کرتے ہیں)''۔

5 اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾ [مریم : ۵۹]

''اور ان نیک لوگوں کے بعد ایسے برے جانشین آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی' تو عنقریب وہ گھاٹا اور خسارہ پائیں گے''۔

6 رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ، قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخطايا))

''مجھے بتلاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے نہر بہتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ نہاتا ہو تو کیا اس کی کچھ میل کچیل باقی بچ جائے گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ اس کی میل کچیل میں سے کچھ بھی نہ بچے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پانچوں نمازوں کی یہی مثال ہے' ان کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ گناہوں (کی میل کچیل) کو مٹا دیتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

7 رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ))

''ہمارے اور اُن کے درمیان عہد نماز کا ہے' جس نے اُسے چھوڑا' اس نے کفر کیا''۔ (حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد)

8 رسول اکرم ﷺ فرمایا:

((بَيْنَ الرَّجُلِ وَ بَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ))

''آدمی اور کفر وشرک کے درمیان فرق نماز کے چھوڑنے کا ہے''۔ (مسلم)

وضو کا طریقہ

تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو وضو کا طریقہ سکھائیں' طالب علم اور بچے سے کہیے کہ کہنیوں تک اپنا کپڑا اوپر کر لے اور نیت کرتے ہوئے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ۔ اور نیت دل سے ہوتی ہے نہ کہ زبان سے۔

1. اپنے ہاتھ دھو' کلی کر اور ناک میں پانی چڑھا۔ تین تین دفعہ یہ کام کر۔
2. تین دفعہ اپنا چہرہ دھو۔
3. دونوں بازو کہنیوں سمیت تین تین دفعہ دھو۔ پہلے دایاں پھر بایاں۔
4. اپنے پورے سر کا کانوں سمیت مسح کر۔
5. اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین دفعہ دھو۔ پہلے دایاں پھر بایاں۔

پھر آخر میں یہ پڑھ:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

تیمّم کا طریقہ

اگر تجھے پانی نہ ملے یا پانی کا استعمال تکلیف دہ اور مشکل ہو تو پھر تیمّم کر۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ پاکیزہ مٹی پر مار اور ان کو اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی پشت پر پھیر لے۔

یہ تیمّم وضو اور غسل دونوں کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔

پانی کا استعمال تکلیف دہ اور مشکل اس طرح ہوتا ہے کہ استعمال سے کسی نقصان کا اندیشہ ہو یا پانی تھوڑا ہو اور وضو کرنے سے پینے کے لیے باقی نہ بچتا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی بچوں کو وصیتیں

والدین اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کو نماز کا طریقہ سکھائیں' سب سے پہلے اُسے کہیں کہ نماز کی نیت کرو یعنی دل میں ارادہ کرو کہ مثلاً صبح کی نماز دو رکعت فرض ہے پھر قبلے کی طرف رُخ کر کے اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور کہے "اَللّٰہُ اَکْبَر" یہ تکبیر تحریمہ ہے۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر سینے پر باندھ لے اور پھر نماز کے اذکار پڑھے۔

پہلی رکعت:

❶ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سب سے پہلے یہ ثنائیہ کلمہ پڑھے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ ، وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ، وَ تَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ))

''اے اللہ! ہم تیری حمد و پاکی بیان کرتے ہیں' تیرا نام بہت بابرکت ہے' تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں''۔

(یا دوسرے کچھ اذکار بھی ثابت ہیں وہ پڑھے لیکن مخفی آواز سے۔)

❷ پھر مخفی آواز سے یہ پڑھے:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ))

''میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اللہ مہربان اور رحم کرنے والے کے نام سے شروع کرتا ہوں''۔

پھر اگر امام ہے تو بلند آواز سے سورۂ فاتحہ تلاوت کرے۔ (اکیلا پڑھنے والا بھی جہراً پڑھ سکتا ہے)۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ

وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴾ امين.

''ہر قسم کی تعلیم اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے' بہت مہربان ہے' نہایت رحم فرمانے والا ہے' بدلے کے دن کا مالک ہے' (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں' ہمیں سیدھا راستہ دکھا' اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے نہ کہ اُن لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ اُن کا جو گمراہ ہوئے۔ (اے اللہ! دُعا قبول فرما)''۔

3 پھر کوئی سورت پڑھے' اس کے شروع میں بھی مخفی آواز کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ پڑھے اور بعد میں کوئی سورت پڑھے۔ مثلاً سورۂ اخلاص:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ ﴾

''کہہ دیجئے کہ وہ اللہ یکتا ہے' اللہ بے نیاز ہے' نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں''۔

4 پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع الیدین کرے اور اپنے دونوں گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھ کرے رکوع کرا اور تین دفعہ یہ پڑھے:

((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ))

5 پھر رفع الیدین کر کے سر اُٹھا اور کہہ:

((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ))

6 پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جا اور اپنی دونوں ہتھیلیاں' دونوں گھٹنے' پیشانی' ناک اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں زمین پر رکھ اور انگلیوں کا رُخ قبلے کی طرف کر۔ اور ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى)) تین دفعہ پڑھ۔ اور اس حالت میں جو چاہو دُعا مانگ سکتے ہو۔ کیونکہ سجدے میں دُعا بہت قبول ہوتی ہے۔

7 پھر سجدے سے سر اٹھا اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ تسلی سے بیٹھ جا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لے اور یہ دُعا پڑھ:

((رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَ عَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ))

''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے' مجھ پر رحم فرما' مجھے ہدایت دے' مجھے عافیت دے اور مجھے رزق عطا فرما''۔

8 پھر پہلے سجدے کی طرح دوسرا سجدہ کر' اللہ اکبر کہہ کر تین دفعہ ((سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی)) پڑھ۔ اور اس تسبیح کے علاوہ جو دُعا چاہے سجدے میں مانگ سکتے ہو۔ کیونکہ سجدہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔

دوسری رکعت:

1 پھر دوسرے سجدے سے سر اُٹھا کر اطمینان سے بیٹھ اور پھر ہاتھوں کا سہارا لے کر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔ مخفی آواز سے تعوذ اور بسم اللہ پڑھ اور پھر سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت اس کے ساتھ ملا کر پڑھ۔ جہاں سے قرآن آسان محسوس ہو' پڑھ سکتے ہو۔

2 پھر پہلی رکعت کی طرح اس میں بھی رکوع و سجدہ کر اور دوسرا سجدہ کرنے کے بعد تشہد کے لیے بیٹھ جا' اس بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جا اور دایاں کھڑا رکھ' بشرطیکہ درمیانی تشہد ہو۔ اور اگر آخری تشہد ہو جیسے کہ صبح کی نماز کا ہم بیان کر رہے ہیں تو پھر اپنے سرین کو زمین کے ساتھ لگا اور بایاں پاؤں' دائیں پاؤں کے نیچے سے باہر نکال۔

اور اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ دے اور دائیں ہاتھ کی مخصوص کیفیت بنا اور وہ یہ ہے کہ دائیں ہتھیلی کو بند کر لے' مٹھی کی صورت بنا کر' شہادت والی انگلی کو اٹھا کر رکھ اور یہ کلمات زبان سے ادا کر:

((اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ ،

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ))

''تمام قولی عبادتیں' فعلی عبادتیں اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں' اے نبی! آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں بھی ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

❸ پھر اس کے بعد درود ابراہیمی پڑھ:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ))

''اے اللہ! محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور محمد ﷺ کی آل پر بھی رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمت فرمائی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر برکتیں نازل فرما' جس طرح کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکتیں نازل فرمائیں۔ یقیناً تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے''۔

❹ پھر کوئی دُعا مانگ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع کے لیے یہ دُعا سکھلائی:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ))

''اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں جہنم کے عذاب سے' قبر کے عذاب سے' زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے''۔

❺ پھر دائیں طرف اور بائیں طرف منہ پھیر اور یہ الفاظ کہہ:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ))

دونوں طرف منہ پھیرتے ہوئے یہ سلام کہے۔

رکعات نماز کا نقشہ

نمازوں کے نام	فرائض سے پہلے سنتیں اور نوافل	فرض رکعات	فرائض کے بعد والی سنتیں
فجر	۲	۲	....
ظہر	۲+۲	۴	۲ + ۲
عصر	۲+۲	۴	....
مغرب	۲	۳	۲
عشاء	۲ (تحیۃ المسجد)	۴	۲ + ۳ (تین وتر)[1]
جمعہ	۲ (تحیۃ المسجد)	۲	۲ (گھر میں) یا ۲+۲ (مسجد میں)

نماز کے احکام

1۔ کچھ سنتیں فرائض سے پہلے ادا ہوتی ہیں اور کچھ بعد میں جیسا کہ نقشے سے واضح ہے۔

2۔ آرام اور سکون کے ساتھ نماز ادا کر اور اپنی نظر کو سجدے والی جگہ پر مرکوز رکھ اور اِدھر اُدھر نہ جھانک۔

3۔ سرّی (مخفی آواز سے پڑھی جانے والی) نمازوں میں یعنی ظہر اور عصر میں پہلی دونوں رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھا کر اور جہری (جن نمازوں میں بلند آواز سے قراءت ہوتی ہے اُن) نمازوں میں امام کے ساتھ اس کے سکتات میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھ۔ (یعنی امام جب سورۂ فاتحہ کی آیت

---

[1] نبی کریم ﷺ نے سفر وحضر میں ہمیشہ نماز فجر سے قبل دو رکعت اور نماز وتر ادا فرمائے۔

پڑھ کر خاموش ہو تو تم بھی فوراً اس آیت کو پڑھ لو) لیکن جہری نمازوں میں فاتحہ کے علاوہ کوئی سورت نہ پڑھنا۔

4۔ جمعے کی فرض رکعتیں صرف دو ہیں اور وہ مسجد میں خطبے کے بعد ہی ہو سکتی ہیں' گھر میں نہیں۔

5۔ مغرب کی فرض رکعتیں تین ہیں۔ پہلے دو رکعتیں اس طرح پڑھو جیسے صبح کو نماز پڑھتے ہو اور جب دو رکعتوں کے بعد تشہد اور التحیات پڑھ لو تو پھر سلام نہ پھیرو۔ بلکہ تیسری رکعت کے لیے اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ اور رفع الیدین کر کے صرف سورۂ فاتحہ کو مخفی آواز سے تلاوت کرو۔ اور پھر اس نماز کو اسی طرح مکمل کرو جیسے کہ آپ نے صبح کی نماز میں طریقہ سیکھ لیا ہے۔ پھر دائیں اور بائیں یہ کہتے ہوئے منہ پھیر کر سلام کہو: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ.

6۔ ظہر۔ عصر اور عشاء کی نمازوں کے فرض چار چار ہیں۔ اُن میں اُسی طرح کرو جس طرح تم نے فجر کی نماز کا طریقہ پہچان لیا ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ جب ان نمازوں میں تم تشہد اور التحیات پڑھ لو تو سلام نہ پھیرو۔ بلکہ پھر کھڑے ہو جاؤ اور تیسری و چوتھی رکعت صرف سورۂ فاتحہ کے ساتھ ادا کرو پھر آخر میں نماز پڑھنے کے بعد دائیں اور پھر بائیں سلام پھیر دو۔

7۔ وتروں کی تعداد (مختلف اعداد سے ثابت ہے لیکن مشہور) تین ہے۔ (چاہے اکٹھے پڑھ لو بغیر سلام پھیرے اور چاہو تو) پہلے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دو اور بعد میں ایک رکعت مستقل طور پر علیحدہ پڑھو اور سلام پھیر دو۔ وتروں کی آخری رکعت میں افضل طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ سے ثابت شدہ دُعا رکوع سے پہلے پڑھی جائے اور رکوع کے بعد دعا مانگنے کی گنجائش بھی موجود ہے۔ دُعا یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَ عَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْمَا أَعْطَیْتَ وَ قِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ، اِنَّكَ تَقْضِیْ وَ لَا یُقْضٰی عَلَیْكَ، اِنَّهُ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ، وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ،

تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ، وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ))

''اے اللہ! مجھے اُن لوگوں میں شامل کر کے ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت عطا فرمائی اور مجھے اُن میں شامل کر کے عافیت و آرام دے جن کو تو نے عافیت و آرام سے نوازا اور مجھے ان لوگوں میں شامل کر کے میرا سرپرست بن جن کی تو نے سرپرستی کی۔ اور جو تو نے مجھے عطا کیا اُس میں میرے لیے برکت نازل فرما اور جو تو نے فیصلہ کیا مجھے اُس کے شر سے بچا' کیونکہ تو ہی فیصلے کر سکتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بے شک جس کا تو والی اور دوست ہو وہ ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس سے تو دشمنی رکھے وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا' تو بہت با برکت ہے اے ہمارے پروردگار! اور بہت بلند و بالا ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے''۔

8۔ جب تم امام کی اقتداء میں نماز کے لیے آؤ تو کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہو' خواہ امام رکوع میں بھی ہو' پھر تم اس کی پیروی کرو' تو یہ تیرے لیے ایک[1] رکعت شمار ہو جائے گی۔ بشرطیکہ رکوع میں یا اس سے پہلے امام کے ساتھ ملاپ ہوا ہو ورنہ نہیں۔

9۔ جب امام کے ساتھ شامل ہونے سے پہلے پہلے اگر رکوع یا اس سے زیادہ حصہ گزر جائے تو جہاں امام ہو وہیں سے شامل ہو کر آخر تک اُس کی پیروی کرو۔ البتہ آخر میں امام کے ساتھ سلام نہ پھیرو بلکہ کھڑے ہو کر جتنی رکعات باقی رہتی ہوں' ان کو پورا کرو۔

10۔ نماز کو جلدی جلدی تیزی سے نہ ادا کیا کرو' ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔ جیسے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو تیزی تیزی کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ کر

---

[1] محققین کے نزدیک اگر مقتدی رکوع میں شامل ہو تو وہ رکعت شمار نہیں ہوتی۔ (مترجم)

فرمایا تھا:

((اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ))

''واپس لوٹ جا اور پھر نماز پڑھ کیونکہ تو نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی''۔

اس نے پھر اسی طرح پڑھی۔ آپ ﷺ نے پھر اُسے باطل قرار دیتے ہوئے وہی فیصلہ فرمایا۔ اس نے تیسری دفعہ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے بدستور اُسے وہی حکم سنایا۔ آخر وہ کہنے لگا: اے اللہ کے پیغمبر! میں تو اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ ہی مجھے سکھلائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِرْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِیَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا))

''اطمینان سے رکوع کر، پھر سر اٹھا اور اطمینان سے کھڑا ہو جا پھر سجدہ کر بڑے اطمینان سے پھر سر اٹھا اور اطمینان سے بیٹھ جا''۔ (بخاری ومسلم)

11۔ جب نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب رہ جائے۔ مثلاً پہلا قعدہ یعنی دو رکعتوں کے بعد بیٹھنا بھول جائے تو نماز کے آخر میں دو سجدے کر کے سلام پھیرو۔ اسی طرح اگر رکعتوں کی تعداد میں شک لاحق ہو تو کم تعداد کو ملحوظ رکھ کر نماز پڑھو اور آخر میں دو سجدے کر لو' ان کو سجدہ سہو کہتے ہیں جو سلام سے پہلے اور سلام کے بعد دونوں طرح جائز ہے۔

اگر رکعت کے ارکان میں سے کچھ رہ جائے مثلاً رکوع یا سجدہ وغیرہ تو پھر رکعت بھی دوبارہ پڑھو اور سجدہ سہو بھی کرو۔

12۔ نماز میں کثرت سے حرکت نہ کیا کرو۔ کیونکہ یہ خشوع وخضوع کے منافی ہے۔ بلکہ بسا اوقات تو ان کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جب کہ یہ حرکات غیر ضروری اور بہت زیادہ ہوں۔

13۔ عشاء کی نماز کا مختار وقت آدھی رات تک ہے پھر مختار وقت ختم ہو کر ناقص وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور آدھی رات سے مراد تقریباً بارہ بجے کا وقت ہے' نماز کو اس وقت سے بلا ضرورت مؤخر نہیں کرنا چاہئے۔

البتہ وتروں کی نماز کا وقت فجر طلوع ہونے تک ہے۔

احادیثِ نماز

اب ہم آپ کے سامنے نماز کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے والی متفرق احادیث کا مجموعہ ذکر کررہے ہیں:

❶ ((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ))

''نماز یوں پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو''۔ (بخاری)

❷ ((اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ))

''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعتیں پڑھ لے''۔ (بخاری ومسلم)

ان دونوں رکعتوں کا نام تَحِیَّة المسجد (مسجد کا تحفہ) ہے۔

❸ ((لَا تَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْھَا))

''نہ تم قبروں پر بیٹھو اور نہ اُن کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو''۔ (مسلم)

❹ ((اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلَاۃُ فَلَا صَلَاۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ))

''جب نماز کے لیے اقامت ہو جائے تو فرضی نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہوتی''۔ (مسلم)

❺ ((اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَکُفَّ ثَوْبًا))

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں (حالت نماز میں) اپنا کپڑا نہ لپیٹوں''۔ (مسلم)

❻ ((اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ وَتَرَاصُّوْا))

''صفوں کو سیدھا اور مضبوط کیا کرو''۔

انس رضی اللہ عنہ اس حدیث کے ضمن میں کہتے ہیں کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھتا ہم میں سے ہر کوئی اپنے بھائی کے کندھے کے ساتھ اپنا کندھا اور اس کے ٹخنے کے ساتھ اپنا ٹخنہ ملا کر کھڑا ہوتا۔ (بخاری)

7 ((إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا وَ أَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا وَ أَنْتُمْ تَمْشُونَ وَ عَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَ مَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا))

''جب نماز کے لیے اقامت ہو جائے تو اس کی طرف بھاگتے ہوئے نہ آیا کرو' بلکہ پیدل چلتے ہوئے آیا کرو۔ اور چلتے وقت سکینت واطمینان کو لازم پکڑو۔ پھر امام کے ساتھ جتنی نماز پا سکو اُسے پڑھو اور جو باقی رہ جائے اُسے پورا کرلو''۔ (بخاری ومسلم)

8 ((إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَ ارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ))

''جب تو سجدہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھ اور اپنی کہنیوں کو زمین سے اٹھا کر رکھ''۔ (مسلم)

9 ((إِنِّي إِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ وَ السُّجُودِ))

''میں تمہارا امام ہوں لہٰذا رکوع اور سجدے میں مجھ سے سبقت نہ کیا کرو''۔ (مسلم)

10 ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى سُتْرَةٍ، وَلْيَدْنُ مِنْ سُتْرَتِهِ، لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ))

''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو سترے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرے اور اس کے قریب ہو کر کھڑا ہوا کرے' یوں شیطان اُس کے اوپر اس کی نماز منقطع نہیں کرے گا''۔ (حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد)

سترہ اُس چیز کو کہتے ہیں جو نمازی کے آگے رکاوٹ کے طور پر کھڑی کی جائے مثلاً لکڑی' پالان کا پچھلا حصہ' نیزہ' یا دیوار' ستون۔ کسی دوسرے نمازی کی پشت اور ہر اونچی چیز۔

نماز جمعہ اور جماعت واجب ہے

جمعہ میں شریک ہونا اور جماعت کے ساتھ شامل ہو کر نماز پڑھنا مردوں کے

لیے واجب ہے۔ دلائل درج ذیل ہیں:

❶ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ، ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [الجمعة : ۹]

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد یعنی نماز کے لیے جلدی کرو اور خرید وفروخت ترک کر دو' اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو' یہی تمہارے حق میں بہتر ہے''۔

❷ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ))

''جس شخص نے تین جمعے ہلکا سمجھتے ہوئے (بے پروائی سے) چھوڑ دیے' اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا''۔ (حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد)

❸ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهُ، ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْإِمَامُ مِنْ خُطْبَتِهِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَعَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى وَ فَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ))

''جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا' پھر وہ جمعہ کی طرف آیا اور جمعہ سے پہلے جتنی مقدر ہو سکی نفلی نماز پڑھی پھر خاموشی سے سنتا رہا حتیٰ کہ امام اپنے خطبے سے فارغ ہو گیا پھر اُس کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے پچھلے جمعہ تک کے سات دنوں کے گناہ اور تین دن زائد کے گناہ یعنی مجموعی طور پر دس دنوں کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں''۔ (مسلم)

❹ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلٰى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ))

''یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ نماز کے متعلق حکم دوں جو کھڑی کر دی جائے پھر میں اُن لوگوں کے گھروں کی طرف جاؤں جو نماز کو نہیں آتے تو اُن کی موجودگی میں اُن سمیت اُن کے گھروں کو آگ لگا دوں''۔ (بخاری)

5. اور رسول ہاشمی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ ، فَلَا صَلَاةَ لَهُ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ))

''جس شخص نے اذان سنی پھر سن کر مسجد میں نہ آیا تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اِلَّا یہ کہ کوئی عذر ہو''۔ (حدیث صحیح ہے۔ ابن ماجہ)

عذر سے مراد خوف یا بیماری ہے۔

6. ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا: اے اللہ کے پیغمبر! میرا کوئی ایسا قائد نہیں جو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد میں لے آئے۔ پھر اُس نے آپ ﷺ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت طلب کی' آپ نے رخصت عطا فرما دی' جب وہ مڑ کر جانے لگا تو آپ ﷺ نے اُسے بلا کر پوچھا: ((هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ؟)) ''کیا تو نماز کے لیے دی جانے والی اذان کی آواز سنتا ہے؟'' اُس نے کہا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَأَجِبْ)) ''پھر مسجد میں آ کر نماز پڑھ''۔ (مسلم)

نماز جمعہ اور اس کے آداب

1. جمعہ کے دن غسل کر' اپنے ناخن تراش' خوشبو لگا' صاف ستھرے کپڑے پہن اور وضو کر۔

2. کچا لہسن اور پیاز نہ کھا (جو عام طور پر سلاد میں استعمال ہوتا ہے)۔ سگریٹ وغیرہ بھی نہ پی' اپنے منہ کو مسواک یا ٹوتھ برش وغیرہ کے ساتھ صاف رکھ۔

3. مسجد میں داخل ہوتے وقت دو رکعتیں ادا کر' خواہ خطیب منبر پر خطبے میں مصروف ہو۔ تاکہ رسول اکرم ﷺ کے اس حکم پر عمل ہو:

((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَ لْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا))

''جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن اس حال میں مسجد پہنچے کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعتیں ادا کرے اور اُن کو ہلکا کرے یعنی مختصر پڑھے''۔ (بخاری ومسلم)

4. امام کا خطبہ سننے کے لیے بیٹھ جا اور کسی سے بات چیت نہ کر۔

5. امام کے ہمراہ جمعہ کی دو فرض رکعتیں ادا کر۔

6. جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کر۔ یا گھر میں جا کر دو رکعتیں پڑھ اور یہ افضل ہے۔

7. جمعہ کے دن رسول اکرم ﷺ کی ذات پر کثرت سے درود پڑھا کر۔ کیونکہ اس کا بہت بڑا اجر وثواب ہے۔

8. جمعہ کے دن کثرت سے ہر وقت دُعا مانگتا رہا کر۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ))

''بے شک جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں کوئی مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کی بھلائی مانگ رہا ہو' اللہ وہ اُسے ضرور عطا فرما دیتا ہے''۔ (بخاری ومسلم)

والدینؒ سے حسن سلوکؒ

اگر تم دنیا وآخرت میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو مندرجہ وصیتوں پر عمل کرو۔

1۔ اپنے والدین کو ادب سے مخاطب کرو' اُن کو اُف تک نہ کہو' نہ اُن کو ڈانٹو' اُن سے اچھی بات کہو' اُن کے لیے تواضع اور عاجزی اختیار کرو اور اُن کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔

2۔ برائی کے علاوہ ہر چیز میں والدین کی ہمیشہ بات مانو۔ کیونکہ خالق کی معصیت و نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

3۔ اپنے والدین سے نرم برتاؤ کرو' اُن کے سامنے تیوڑی نہ چڑھاؤ اور اُن کی طرف غصے کی نگاہ سے نہ دیکھو۔

4۔ اپنے والدین کی شہرت' عزت اور مال کی حفاظت کرو اور اُن کی کسی چیز کو بغیر اجازت استعمال نہ کرو۔

5۔ جن کاموں سے والدین خوش ہو سکتے ہوں اُن کی جستجو کرتے رہو۔ خواہ وہ تمہیں اُن کا حکم نہ بھی دیں' مثلاً ان کی خدمت کرنا' گھر کے لوازمات خریدنا اور علم حاصل کرنے میں خوب جدوجہد کا مظاہرہ کرنا۔

6۔ اپنے ہر کام میں اُن سے مشورہ طلب کرو' اگر ان کی مخالفت مجبوراً کرنی پڑے تو اُن سے معذرت کرلو۔

7۔ اُن کی پکار کا جواب جلدی سے ہنستے مسکراتے چہرے سے دیا کرو اور کہا کرو: جی امی حضور! جی ابا حضور!۔ اُن کو پاپا' ماما نہ کہا کرو۔ کیونکہ یہ غیر لوگوں کے الفاظ ہیں جو ہمارے دشمن ہیں۔

8۔ ان کے دوستوں اور رشتہ داروں کی ان کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی عزت وتکریم کرتے رہا کرو۔

9۔ اُن سے الجھا نہ کرو' ان کی غلطی پر ڈانٹا نہ کرو بلکہ بڑے با ادب طریقے سے اُن کو درست بات سمجھانے کی کوشش کیا کرو۔

10۔ نہ اُن کی مخالفت کرو' نہ ان سے عناد رکھو' نہ اُن پر اپنی آواز بلند کرو اور اُن کی بات خاموشی سے سنا کرو۔ اور جس قدر ہو سکے اُن کا ادب کرو اور اپنے گھر والوں میں سے کسی کو بھی والدین کی خاطر اور اُن کی عزت کا خیال رکھتے ہوئے تنگ نہ کیا کرو۔

11۔ جب وہ تیرے پاس آئیں تو اُن کی طرف دوڑ کر جا اور اُن کے سر کو بوسہ دے۔

12۔ گھریلو کاموں میں ماں کا ہاتھ بٹا اور باپ کے کام میں مدد کرنے میں تاخیر نہ کر۔

13۔ اگر وہ اجازت نہ دیں تو خواہ کتنا ضروری کام ہو' سفر نہ کرو۔ اگر مجبوری ہو تو اُن سے عذر بیان کرو لیکن سفر میں جا کر ٹیلی فون اور خط وکتابت کا سلسلہ منقطع نہ کرنا۔

14۔ اُن کے پاس بغیر اجازت کے نہ جاؤ خصوصاً اُن کے آرام اور نیند کے وقت۔

15۔ اگر تم تمباکو نوشی کرتے ہو تو اُن کے سامنے یہ حرام کام اور بدبو وار دھوئیں والا کام نہ کرو۔

16۔ اُن سے پہلے کھانا تناول نہ کرو اور کھانے پینے میں اُن کا احترام واکرام کرو۔

17۔ نہ اُن سے جھوٹ بولو اور نہ اُن کو اس کام پر ملامت کرو جو تمہیں پسند نہ ہو۔

18۔ اپنی بیوی اور اولاد کو اُن پر ترجیح نہ دو بلکہ ہر چیز سے پہلے اُن کی رضا کے متلاشی رہو۔ کیونکہ رضائے الٰہی والدین کی رضا مندی میں ہے اور اُس کی ناراضی ان کی ناراضی میں ہے۔

19۔ اُن سے بلند جگہ میں نہ بیٹھو اور اُن کی موجودگی میں تکبر سے ٹانگیں پھیلا کر نہ بیٹھو۔

20۔ اپنے والد کی طرف منسوب ہونے میں تکبر نہ کیا کر خواہ تو کتنا بڑا تنخواہ دار سرکاری ملازم اور اعلیٰ رتبے والا عہدے دار ہو۔ اُن کے ساتھ حسن سلوک سے بے رخی نہ برتنا یا اُن کو تکلیف نہ دینا حتیٰ کہ ایک ترش لفظ بھی نہ کہہ۔

21۔ والدین پر خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لو کہ وہ تیرا شکوہ کریں' یہ تیرے اوپر ایک عار اور داغ ہے اور پھر تیری اولاد سے تجھے اسی سلوک کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

22۔ اپنے والدین سے ملاقات کثرت سے کرتے رہا کرو اور اُن کو تحائف بھی دیتے رہا کرو۔ اور انہوں نے جو تجھ پر محنت کی' تیری تربیت میں تکلیفیں برداشت کیں اُن کا شکریہ ادا کرو اور اپنی اولاد سے بھی اسی سلوک کی امید رکھو۔

23۔ سب سے زیادہ تیرے لیے عزت افزائی کا حقدار تیری ماں ہے اور پھر تیرا باپ۔اور جان رکھ کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

24۔ والدین کی نافرمانی اور ان کے غصے سے ڈرو ورنہ دنیا وآخرت میں بدبختی حصے میں آئے گی اور تیری اولاد بھی تیرے ساتھ وہی معاملہ کرے گی جو تونے اپنے والدین کے ساتھ کیا ہوگا۔

25۔ جب تو اپنے والدین سے کوئی چیز طلب کرے تو نرمی سے سوال کر اور اگر تجھے وہ چیز دے دیں تو ان کا شکریہ ادا کر اور اگر نہ دے سکیں تو اُن کو اس سلسلے میں معذور سمجھ اور اُن سے زیادہ مطالبے نہ کرتا کہ وہ پریشان نہ ہوں۔

26۔ جب تو روزی کمانے پر قادر ہو تو کام کر اور والدین کا ہاتھ بٹا۔

27۔ تیرے والدین کا تجھ پر بہت حق ہے' تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے' ہر حق والے کو اس کا پورا پورا حق ادا کرتا رہ' اگر والدین کا اور تیری بیوی کا آپس میں کوئی اختلاف وتنازع ہو جائے تو دونوں کے درمیان موافقت کراؤ اور صلح کراؤ اور خفیہ طور پر دونوں جانب تحفے بھیج۔

28۔ جب تیرے والدین تیری بیوی سے جھگڑ پڑیں' تو حکمت عملی سے کام لے اور اپنی بیوی کو سمجھا کہ اگر تو حق پر ہے تو میں تیرے ساتھ ہوں' لیکن والدین کو راضی کرنا شرعی مجبوری ہے۔

29۔ جب تیرا اپنے والدین کے ساتھ شادی' طلاق کے مسئلے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو شریعت کی طرف رجوع کرو۔ شریعت تم سب کا بہترین معاون ثابت ہوگی۔

30۔ والدین کی خیر وشر والی تمام دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ لہٰذا تو کوشش کر کہ ان کی اچھی دعائیں حاصل کرے اور ان کی بددعاؤں سے ہمیشہ بچ کر رہے۔

31۔ لوگوں کے ساتھ ادب واحترام کے ساتھ پیش آؤ۔ کیونکہ جو شخص لوگوں کو گالی دے گا وہ اُسے گالی دیں گے اور جو کسی کے والدین کو گالی دے گا وہ اس کے

والدین کو گالی دے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ : يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَ يَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ))

''اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اور وہ یوں کہ آدمی کسی کے باپ کو گالی دے اور وہ اِس کے باپ کو گالی دے اور یہ کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ اِس کی ماں کو گالی دے''۔

32۔ اپنے والدین کی زندگی میں اُن کی زیارت کرتا رہ اور اُن کی وفات کے بعد اُن کی قبر پر جایا کر۔ ان کی طرف سے صدقہ کیا کر اور اُن کے لیے کثرت سے یہ دُعا کیا کر:

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ ﴾ [نوح : ٢٨]

''اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے''۔

﴿ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾ [الإسراء : ٢٤]

''اے میرے پروردگار! ان پر رحمت نازل فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا تھا''۔

قبول ہونے والی دُعا

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص رات کے وقت بیدار ہو کر یہ کلمات ادا کرے:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ))

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر

ہے۔ وہ پاک ہے' سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کی توفیق کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں''۔

رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص یہ دُعا پڑھ کر کہے: ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ)) ''اے اللہ مجھے بخش دے''۔ یا کوئی بھی دُعا مانگے اللہ اُسے قبول فرماتا ہے اور اگر وضو کر کے نماز بھی ادا کرے تو اُس کی نماز قبول ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

❶ میں نے اس دعا کو اپنی ایک بیماری سے شفا کے لیے پڑھا تو اللہ نے مجھے شفا دے دی۔

❷ میں نے اسے کچھ مشکل اور تھکا دینے والے کاموں کے سلسلے میں پڑھا تو اللہ نے اُسے آسان کر دیا۔

❸ میں ہر مسلمان کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب بھی کسی مشکل میں مبتلا ہوں تو اس دعا کو پڑھا کریں۔ خصوصاً تہجد کے ٹائم اسے پڑھ کر دُعا مانگے۔

دُعائے شفا

❶ تمہارے جسم کا جو حصہ درد محسوس کر رہا ہو وہاں اپنا ہاتھ رکھ کر تین دفعہ بِسْمِ اللّٰه کے الفاظ کہو۔ اور پھر سات مرتبہ یہ الفاظ دہراؤ:

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ))

''میں اللہ اور اس کی قدرت کی پناہ پکڑتا ہوں' اُس چیز کے شر سے جسے محسوس کر رہا ہوں اور جس سے ڈر رہا ہوں''۔ (مسلم)

❷ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے یہ دُعا مانگو:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ! أَذْهِبِ الْبَأْسَ! اشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا))

''اے اللہ! اے لوگوں کے پروردگار! تکلیف لے جا، شفا عطا فرما، تو ہی شافی ہے، تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں ہے، ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کا کچھ حصہ باقی نہ رہنے دے''۔ (بخاری ومسلم)

❸ ہر شر سے خصوصاً نظر بد سے شفا کی دعا یہ ہے:

((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطٰنٍ وَّ هَامَّةٍ وَّ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ))

''میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں، ہر شیطان سے، ہر موذی جانور سے اور ہر نظر بد سے''۔ (بخاری)

❹ جو شخص کسی مریض کے پاس مندرجہ ذیل دُعا سات دفعہ پڑھے تو اگر اُس کی موت کا وقت نہ ہوا تو اُس بیماری سے اللہ تعالیٰ اُسے ضرور بچا لے گا:

((أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ))

''میں اللہ عظمت والے سے جو عرش عظیم کا رب ہے' سوال گو ہوں کہ تمہیں شفا عطا فرمائے''۔ (اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے)

❺ جو شخص کسی بیماری یا مصیبت میں مبتلا شخص کو دیکھ کر یہ مندرجہ ذیل دُعا پڑھے تو اُسے اُس جیسی مصیبت نہیں پہنچے گی:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَ فَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا))

''سب تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اس مصیبت سے محفوظ رکھا جس میں تجھے مبتلا کیا ہے اور مجھے اُن لوگوں میں سے جن کو اس نے پیدا کیا ہے' اُن میں سے اکثر پر فضیلت و درجہ عطا کیا ہے''۔

(حدیث حسن ہے۔ ترمذی)

❻ سورۂ فاتحہ اور معوذتین یعنی آخری دونوں سورتیں پڑھ کر اللہ وحدہٗ سے شفا کی دُعا کرو اور دُعا کے ساتھ ساتھ دوا بھی جاری رکھو اور فقراء پر صدقہ و خیرات بھی

کرو، اِن شاء اللہ، اللہ کے حکم سے شفا حاصل کرلو گے۔

7 آبِ زمزم صحت کے لیے بہت مفید ہے:

((إِنَّهَا لَمُبَارَكَةٌ هِيَ طَعَامُ طُعْمٍ وَ شِفَاءُ سُقْمٍ))

''یقیناً یہ بابرکت پانی ہے' یہ کھانا بھی ہے' طاقت والا ہے' پیٹ بھر دیتا ہے اور بیماری کی شفا بھی ہے''۔ (حدیث صحیح ہے۔ ابوداوُد۔ طیالسی، اسے البانی ؒ نے صحیح الجامع میں درج کیا ہے)

8 شہد کا استعمال کیجئے کیونکہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ﴾ [النحل : ٦٩]

''اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے''۔

9 رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ ، شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ، إِلَّا السَّامَ))

''کلونجی ہر بیماری کی شفا ہے سوائے موت کے''۔ (حدیث صحیح ہے۔ طبرانی)

دُعائے استخارہ

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَ اَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَ لَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَ يَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِيْهِ وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِیْ فِیْ دِيْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْلِیَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ))

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے واسطے سے خیر طلب کرتا ہوں' تجھ سے تیری قدرت کے واسطے سے طاقت مانگتا ہوں اور میں تجھ سے تیرے

فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں۔ کیونکہ تو ہی طاقت رکھتا ہے' میرے پاس کچھ طاقت نہیں' تو ہی علم والا ہے' مجھے کچھ علم نہیں اور تو ہی غیب کی چیزوں کو جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے میرے دین میں' میری معیشت میں اور میرے انجام کار یعنی آخرت میں بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرما دے' اسے میرے لیے آسان فرما دے پھر اس میں میرے لیے برکت نازل فرما۔ اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے میرے دین میں' میری معیشت یعنی دنیا میں اور میرے انجام کار یعنی آخرت میں برا ثابت ہوگا' تو تُو اسے مجھ سے دور فرما اور مجھے اس سے دور کر دے اور میرے لیے اس سے بہتر کام مقدر کر دے خواہ وہ کہیں بھی ہو اور پھر مجھے اس سے راضی بھی کر دے''۔ (بخاری)

اس دُعا میں ((فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ)) کے بجائے دونوں جگہوں میں ((فِيْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَ آجِلِهٖ)) (دنیا و آخرت میں) بھی ثابت ہے۔ اور دُعا کرتے وقت هٰـذَا الْاَمْرَ کی جگہ اپنی حاجت کا عربی میں نام لینا چاہیے' اگر عربی آتی ہو۔ ورنہ اسے اسی طرح پڑھ کر بعد میں اپنی زبان میں دُعا مانگ لیجیے اور حاجت پیش کیجیے۔ یا هٰذَا الْاَمْرَ پڑھتے وقت اپنے کام کی نیت مستحضر کر لیں۔

جس آدمی کو کوئی کام کرنا ہو اُسے خود ہی استخارہ کرنا چاہیے اور حدیث کے مطابق خود ہی نماز پڑھے اور دُعا مانگے۔ جس طرح کہ جو بیمار ہو' دوائی بھی وہی استعمال کرتا ہے۔ اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ضرور خیر و بھلائی آسان فرما دے گا۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی کے لیے اس کام کے اسباب آسان ہو جاتے ہیں۔ آج کل کے ایجاد کردہ استخاروں سے بچیے' جن میں خواب کے اندر کچھ دیکھا جاتا ہے اور خاوند بیوی کے ناموں کے عدد دیکھے جاتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب غیر شرعی باتیں ہیں اور بے بنیاد ہیں۔

معلّمات اور مدرسات کو پیغام

ہم نے گزشتہ صفحات میں معلّمین اور اساتذہ کرام کے لیے جو کچھ بیان کیا اور اُن کے فرائض و واجبات اور صفات حسنہ کا تذکرہ کیا' یہی سب کچھ تربیت کرنے والی معلّمات میں بھی نظر آنا چاہیے اور معلّمات یعنی استانیوں پر اِن مذکورہ تمام ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ کچھ زائد چیزیں بھی ہیں جن میں سے سب سے اہم چیز پردے کی پابندی ہے۔

پردہ وحجاب:

ہر معلّمہ اور استانی کو چاہیے کہ وہ مدرسے اور کلاس میں مکمل شرعی پردہ اوڑھ کر داخل ہو' دوسرے رنگوں کی نسبت کالے رنگ کو ترجیح دے کیونکہ اس میں فتنے سے زیادہ بچاؤ ہوسکتا ہے۔ جیسے کہ ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ﴾ [الأحزاب : ٥٩]

''اے نبی! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر باہر نکلتے ہوئے لمبی چادریں اوڑھ لیا کریں''۔

ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ یہ آیت سننے کے بعد انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی عورتیں جب باہر نکلیں تو اُن کے سروں پر گویا کوے بیٹھے ہوئے ہیں' انہوں نے اپنے اوپر سیاہ چادریں اوڑھی ہوئی تھیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ج ۳، ص ۵۱۸)

جب کوئی معلّمہ کلاس روم میں اس حالت میں داخل ہو کہ اس پر شرعی پردہ موجود ہو' عزت' وقار اور شرم وحیا کا پیکر ہو' چہرہ پرتکلیف زینت اور میک اپ سے محفوظ ہو۔ تو وہ طالبات کے لیے ایک عملی مثال ہوگی کہ وہ اس کے اسلام والے باپردہ لباس کی پیروی کریں' برعکس اس معلّمہ کے جو مدرسے میں اور کلاس میں ننگے منہ' ننگے سر' منہ پر میک اپ تھوپ کر آتی ہے' عزت و وقار کی کوئی علامت اس پر نہیں

ہوتی' شرم وحیا سے عاری ہو کر آتی ہے تو وہ عنقریب ایک برا نمونہ بنتی ہے اور وہ خود بھی گناہ کا بوجھ اٹھاتی ہے اور اس کی پیروی کرنے والی طالبات کا بوجھ بھی اس پر عائد ہوگا۔

❶ معلّمہ اور مدرسہ کو چاہیے کہ طالبات کو شرعی پردے کی ترغیب دے اور یہ مسلمان عورت کی علامت اور شعار ہے۔ اور اُن کے لیے اس پردے کی شرطیں بیان کرے جو عورت کی نیکی' اس کی عزت وتکریم کی علامت ہے تاکہ لڑکیوں کا مقام ومرتبہ محفوظ رہے۔

❷ پردہ پورے بدن کا ہونا چاہیے۔ حتیٰ کہ چہرہ بھی چھپا ہوا ہو اور پردے کا رنگ سیاہ ہو اور جسم کا لباس' پردے والی چادر کے نیچے مکمل طور پر چھپ جائے' اس میں سے کچھ ظاہر نہ ہو۔

❸ پردہ ایسا نہ ہو جو مردوں کے لباس سے مشابہ ہو جائے۔ کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ))

''اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت کرے جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں''۔

❹ پردے والی چادر کا رنگ چمکدار اور پرکشش نہیں ہونا چاہیے کہ لوگوں کی نظریں کھینچے۔

❺ اگر کوئی مسلمان یہودی وعیسائی عورتوں سے شادی کرے تو اُن کے لیے بھی پردہ واجب ہوگا۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾ [الأحزاب : ٥٩]

''اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر لمبی چادریں اوڑھ کر رکھیں''۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تمام بیویوں کو پردے کا حکم دیا ہے۔ مومن کی صرف مومن بیویاں خاص نہیں کیں بلکہ عام ہی حکم دیا۔ خوب سمجھ لیجیے۔

❻ مسلمان معلّمہ کو چاہیے کہ اپنی طالبات کو حکم دے کہ جب وہ سات سال کی عمر میں قدم

رکھیں تو اپنا سر ڈھانپ کر رکھیں تاکہ بالغ ہوتے ہوتے پردے کی عادی ہو جائیں اور اس طرح اس عمر میں نماز بھی سکھانی چاہیے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَ هُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ ، وَ فَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ))

''اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کی عمر میں داخل ہوں اور جب دس سال کو پہنچیں تو نماز میں سستی کی وجہ سے اُن کو مارا بھی کرو اور ان کے بستروں کے درمیان جدائی ڈال دو''۔ (حدیث حسن ہے۔ مسند احمد)

زیادہ نہیں مارنا چاہیے کہ نشان ہی پڑ جائیں اور چہرے سے پرہیز کرنا چاہیے جیسے کہ پیچھے ہم اس پر تفصیلی روشنی ڈال چکے ہیں۔

خلاصہ کتاب

تربیت کرنے والے کو اپنے تعلیم و تربیت کے شعبے میں بہت حکمت و دانش سے عمل کرنا چاہیے۔ اُسے اپنے کام سے ذوق' محبت اور جنون کی حد تک لگن ہونی چاہیے۔ اپنے ساتھیوں اور طلباء کا منظورِ نظر بننا چاہیے۔ اُن کو جب بھی نصیحت کرے تو حکمت عملی اور پیار و محبت کا دامن نہ چھوڑے۔ کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ ﴾ [النحل : ١٢٥]

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت عملی اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور نہایت اچھے انداز سے اُن کے ساتھ بحث کیجئے''۔

استاد کو اپنے عمل کی اہمیت کا اندازہ ہونا چاہیے۔ اُس کے ذہن میں ہو کہ اس کا یہ عمل ہر کام سے زیادہ معزز اور شرف و رتبے والا ہے' پوری امت' دین اور وطن کا مستقبل اس استاد پر موقوف ہے کہ مستقبل کے معمار بننے والے بچوں کی تربیت کیسے کرتا ہے اور اُن کو کون سی نفع بخش چیزیں سکھلاتا ہے اور اُن کو ایسے نوجوان بنانے کی

کتنی محنت کرتا ہے کہ وہ مومن ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے دین اور قوم سے محبت بھی کرنے والے ہوں' اپنے اُن آباؤ اجداد پر فخر کر کے اُن کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ و ذوق رکھتے ہوں۔ جنہوں نے زمین کا بہت بڑا حصہ فتوحات سے سر کیا۔ اور کس کو علم ہے کہ اس کے شاگردوں میں سے کوئی ایسا ہونہار ہیرا پیدا ہو جو کسی حکومت کا سردار بنے گا' یا کسی لشکر کا کمانڈر بنے گا یا امت کے مستقبل کی اہم بنیادوں میں سے کسی طرح کی بنیاد بننے والا ہوگا۔

خصوصاً جب کہ یہودیوں کے ساتھ ہماری زبردست معرکہ آرائی ہے' ہمیں ان حالات میں ایک ایسی قوی ایمان والی نسل تیار کرنی ہے جو بے جگر اور بہادر ہو' موت کا خوف اُن کے پاس بھی نہ پھٹکے' وہ اللہ کی راہ میں شہادت پانے اور مقبوضہ علاقے آزاد کرانے کی بلند خواہشات رکھتی ہو۔

معلّم کو یہ بھی چاہیے کہ اپنے ساتھیوں اور طلباء کے سامنے اپنی شخصیت کو اسلامی' جاذبِ نظر اور محبوب بنائے' تاکہ ایثار و قربانی' ادائیگی واجبات' اخلاق حسنہ' حسن معاشرہ' ملنساری' کرم و سخاوت جیسی صفات عالیہ میں ایک بہترین نمونہ اور آئیڈیل بن سکے۔ اور اس کی یہ صفات طلباء کے ذہنوں اور شخصیتوں میں رچ بس جائیں۔ اپنے سامنے یہ نصب العین رکھے:

﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [الحجر : ۹۲]

''تیرے رب کی قسم! البتہ ہم اُن سب سے سوال کریں گے کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں''۔

اور یہ فرمان الٰہی بھی یاد رکھے:

﴿ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾ [الفرقان : ۷۴]

(اللہ کے بندے یہ دُعا مانگتے ہیں) ''اور ہمیں متقی و پرہیزگار لوگوں کا امام بنا''۔

اور یہ فرمانِ نبوی ﷺ بھی یاد رکھے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ))

''تم میں سے ہر شخص نگہبان اور رکھوالا ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت طبقے کے متعلق سوال کیا جائے گا''۔ (بخاری و مسلم)

اور استاد اپنے مدرسے میں نگہبان ہے لہٰذا اُس سے طلباء کے متعلق اللہ تعالیٰ سوال کرے گا۔

یہ ارشاد پیغمبر ﷺ بھی یاد رہے:

((فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ))

''اللہ کی قسم! تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کا کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دینا تیرے لیے سرخ (عمدہ) اونٹوں سے بھی بہت بہتر ہے''۔ (بخاری و مسلم)

اور یہ فرمان مصطفیٰ ﷺ بھی نہیں بھولنا چاہیے:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ : صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ))

''جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ ہاں تین چیزوں سے جاری رہتا ہے: صدقہ جاریہ سے' اس علم سے جس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہو' اُس نیک اولاد سے جو اس کے لیے دُعائیں کرتی ہو''۔ (مسلم)

استاد اپنی موت کے بعد بھی اپنے طلباء کو علم نافع سکھانے کا فائدہ حاصل کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زیادہ سے زیادہ نفع مند علم سکھائے اور سکھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا، وَانْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا، وَ زِدْنَا عِلْمًا

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ

4/93

اسلام سیریز

بچوں کی تعلیم و تربیت

والدین اور اساتذہ کی ذمہ داریاں

گلشن حیات کے سارے رنگ اور پھول بڑے جاذب اور خوش نما ہیں۔ توالد و تناسل فطرت کی قدیم روایت ہے۔ ابوالبشر آدم علیہ السلام کے ذریت آج دنیا کے کونے کونے میں آباد ہیں۔ مگر اپنے مقصد تخلیق سے بہت دور خود فراموشی کے عالم میں تباہی کے دہانوں پر کھڑی دکھائی دیتی ہے۔ انسانیت کے لئے خیر خواہی کا حقیقی پیغام تو صرف کتاب وسنت میں موجود ہے۔ ہم آج کی انسانیت اور اپنی نئی نسلوں کو اس پیغام سے کیسے آشنا کریں؟ اور انکی صالح تعلیم و تربیت کا انتظام کیسے کریں؟ یہی اس پیش نظر کتاب کا اصلی موضوع ہے۔ والدین کا حقیقی اثاثہ ان کی اولاد ہے اور یہ قدرت کا بہت حسین اور انمول انعام ہے۔ ہم اس اولاد کی خاطر کیا کیا نہیں کرتے مگر انہیں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور ایمانی ثمرات سے بہرہ ور کرنے کے لئے کوئی پروگرام نہیں بناتے۔ اولاد کی اسلامی اور اخلاقی تربیت کا منہج کیا ہونا چاہئے؟ انہیں ایک کامیاب اور مثالی انسان کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ اس موضوع پر بیسیوں کتابیں اور رسائل تحریر کیے گئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جو کمال اور خوبی فضیلۃ الشیخ محمد جمیل زینو حفظہ اللہ تعالیٰ کے قلم میں رکھی ہے اسکی نظیر کسی دوسری کتاب میں دکھائی نہیں دیتی۔

اس مفید اور نافع کتاب میں پہلے تو اولاد کے اسلامی حقوق کا تذکرہ ہے، پھر تربیت اولاد کی اہمیت اور اسکے اصول و مبادی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مربی اور معلم خواہ والدین ہوں یا اساتذہ، وہ بچوں کی تربیت کیسے کریں؟ اور ان میں اسلامی صفات کا شعور کیسے بیدار کریں؟ اس کتاب کا سب سے اہم حصہ ہے۔ اسلامی آداب کے تذکرے، سلفی دعوت کی نوعیت اور نصابی اور درسی متون کے انتخاب سے اس مسودے کو مزین کیا گیا ہے۔ بچوں کی تربیت میں تادیب اور تہذیب کے مبحث کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ جس سے یہ کتاب تربیت اطفال کا نفسیاتی نصاب بن گئی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ بہت سلیس رواں اور شگفتہ ہے اپنے انہی مضامین کی بنا پر یہ طلبہ، اساتذہ اور والدین سب کیلئے بہترین اور یکساں افادیت کی حامل ہے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب قارئین کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائے گی۔ میں اس کی قبولیت کیلئے دعا گو ہوں۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر

بیت الحکمت، لاہور

دار الحدیثیہ پبلیکیشنز

حُدیبیہ پبلیکیشنز

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور